نماز کی فضیلت اہمیت اور فرضیت

- نماز کی حقیقت کیا ہے؟
- نماز میں تین چیزوں کا خیال
- نماز اہم عبادت ہے
- نماز زندگی کی روح ہے
- نماز قائم کرو
- نماز کے ساتھ زکواۃ کا حکم کیوں؟
- کیا ہم اس لئے مسلمان ہیں؟
- مسلمان اپنے عمل سے بتلائے کہ وہ مسلمان ہے
- نماز رب کی مرضی کے مطابق ہو
- نماز کی پابندی مطلوب ہے
- ہر نماز کا اپنے وقت پر پڑھنا ضروری ہے
- نیک لوگوں کو اُن کی تجارت نماز سے نہیں روکتی
- صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو
- نماز کی پابندی سے گناہ دھل جاتے ہیں
- نماز قیامت کے دن نور بن کر آئے گی
- نماز سے قلبی سکون ملتا ہے
- گھروں کو قبرستان نہ بناؤ
- اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ الذی ھدانا لھٰذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللّٰہ والصلواۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہ وصحبہ اجمعین . اما بعد .

فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم . بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم O

واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکواۃ وارکعوا مع الراکعین O (البقرہ/۴۳)

واستعینوا بالصبرو الصلوٰۃ وانھا لکبیرۃ الاعلی الخشعین O (البقرہ/۴۵)

حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ وقوموا للّٰہ قانتینO(البقرہ/۲۳۸)

فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون O (الماعون/۴)

لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ واٰمنتم برسلی و عزرتموھم واقرضتم اللّٰہ قرضا حسنا لا کفرن عنکم سیئاتکم ولا دخلنکم جنت تجری من تحتھا الانھر O (المائدہ/۱۲)

قل لعبادی الذی اٰمنوا یقیموا الصلوٰۃ وینفقوا مما رزقنٰھم سراً وعلانیۃ O (ابراھیم/۳۱)

وعن انس رضی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم حبب الی النساء والطیب وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ O (نسائی)

وعن ابن عمر رضی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اجعلوا فی بیوتکم من صلواتکم ولا تتخذوھا قبورًا O (ابوداود)

وعن جابر رضی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم بین الرجل و بین الکفر ترک الصلواۃ O (مسلم)

وعن ابن عمرؓ ان رسول اللّٰہ قال الوقت الاول من الصلواۃ رضوان اللّٰہ والآخر عفو اللّٰہ O (ترمذی)

نماز کی حقیقت کیا ہے؟

حاضرین کرام! ہم اللہ تعالیٰ کے بندے اوراس کے غلام ہیں، اللہ تعالیٰ ہی ہمارے خالق مالک، معبود اور رب حقیقی ہیں، جب ہمارے اور رب ذوالجلال ﷻ کے درمیان یہ پاکیزہ اور مقدس رشتہ ہے تو اس رشتہ کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں بسر کریں اور اسی کے دیئے ہوئے احکام کو اپنی زندگی کا قانون بنالیں، اور اسی رب ذوالجلال ﷻ کے سامنے اپنا سر جھکائیں، اسی کے آگے سجدہ ریز ہو جائیں اور اسی کی پرستش کریں، اور یہ جان لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی کامل عبادت، پرستش واطاعت نماز ہے، اس لئے کہ نماز میں ہم اپنے رب ذوالجلال ﷻ کی پاکی، کبریائی اور بڑائی بیان کرتے ہیں اور اس کے سامنے اپنی عاجزی اور بندگی کا اظہار کرتے ہیں۔

نماز حقیقت میں اللہ کے خوف اور اس کی عظمت ومحبت کے ساتھ اس کی طرف رجوع ہونے اوراس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی اوراس کی رضامندی طلب کرنے کا نام ہے، نماز کے ذریعہ ہم گویا اپنے حقیقی پروردگار سے گفتگو کرتے ہیں، نماز میں ہمارا دل، ہماری زبان اور ہمارے جسم کے پورے اعضاء اللہ کی عبادت میں مصروف ہو جاتے ہیں، نماز کے ذریعہ اللہ کی یاد اوراس کے احسانات کا شکر بجالایا جاتا ہے۔

اسی لئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے نماز کی حقیقت کو مختصر انداز میں یوں بیان کیا ہے کہ نماز میں تین چیزیں اصل ہیں، دل سے اللہ کے لئے خشوع وخضوع اور عاجزی اختیار کرنا اور زبان سے اللہ کا ذکر کرنا اور اپنے جسم سے اللہ تعالیٰ کی انتہاء درجہ تعظیم کرنا ہے۔

نماز میں تین چیزوں کا خیال

بزرگانِ محترم! جب بھی ہم نماز کے لئے کھڑے ہوں تو ان تینوں امور پر نظر رکھیں کہ ہمارا دل اللہ تعالیٰ کی طرف لگا ہوا ہو، ہم نماز کی پہلی تکبیر سے لے کر سلام پھیرنے تک اپنے دل کو اللہ تعالیٰ

کی عظمت، بڑائی اور کبریائی میں لگائے رکھیں، اسی لئے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح ہو کہ:

ان تعبداللّٰہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک O

تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اپنے پروردگار کو دیکھ رہے ہو۔

اور اگر یہ خیال نہیں کر پا رہے ہو تو کم از کم اتنا تو خیال کرو کہ تمہارا رب تم کو دیکھ رہا ہے، اگر نماز کی حالت میں یہ احساس غالب رہے گا تو ہمارا دل اللہ کی عظمت، اس کی کبریائی اور بڑائی کی طرف متوجہ رہے گا، دوسرے زبان سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح، بڑائی اور تعریف ہو، قیام، رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ اور قعدہ میں ایک رکن سے دوسرے رکن میں جاتے ہوئے جو جو پڑھنا فرض یا واجب یا سنت ہے پڑھتے رہیں تیسرے اس انداز میں نماز ادا کریں کہ ہمارے جسم کے اعضاء سے یہ ظاہر ہو کہ ہم اپنے پروردگار کی عظمت کے احساس کے ساتھ نماز ادا کر رہے ہیں، نماز کے لئے جب ہم کھڑے ہوں تو اپنی ساری حیثیتوں کو بالائے طاق رکھ دیں، ہم یقیناً ڈاکٹر ہیں مگر اللہ کے حضور صرف بندے ہیں، ہم یقیناً انجینئر ہیں مگر اللہ کے سامنے صرف اس کے محتاج بندے ہیں، ہم یقیناً عالم و فاضل و ماہر فن ہیں مگر اس کے آگے صرف اس کے غلام ہیں، بہرحال ہمیں اپنی ساری حیثیتوں کو بھول کر ایک محتاج، سائل، فقیر، کمزور، عاجز، بے بس، غلام اور بندے کی حیثیت سے اپنے پروردگار کے سامنے حالت نماز میں کھڑے ہونا چاہئے، نماز میں اللہ تعالیٰ کی محبت انتہاء کو پہنچ جائے، عظمت بھی انتہاء کو پہنچ جائے اور ہماری عاجزی بھی اپنی انتہاء کو پہنچ جائے، اسی لئے ہم سجدے میں چلے جاتے ہیں اور ہماری بلند پیشانی زمین پر رکھ کر اللہ کے حضور اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ مولیٰ ہماری بلند پیشانی آپ کے دربار میں بالکل نیچے آچکی ہے۔

حاضرین کرام! نماز پورے جذبہ اور شوق کے ساتھ رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کی جانب متوجہ ہونے کا نام ہے، نماز اس عمل کا نام ہے جس میں بندہ پوری دنیا سے کٹ کر اور ہٹ کر اپنے رب سے حقیقی تعلق اور کامل ربط پیدا کر لیتا ہے، اس طرح بندے اور رب کے درمیان حقیقی تعلق اور کامل ربط پیدا ہو جاتا ہے، نماز ہی وہ عبادت ہے جس میں ہم اپنے جذبات و احساسات کو رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے پیش کر سکتے ہیں اور اس کے فضل و احسان کی بھیک مانگ سکتے ہیں۔

نماز اہم عبادت ہے

نماز ہی وہ عبادت ہے جس کے ذریعہ ہم اعلان کرسکتے ہیں کہ ہماری توجہات کا مرکز رب ذوالجلال ﷻ ہے اور ہماری اُمیدیں اسی طاقتور اور غالب رب ذوالجلال ﷻ سے وابستہ ہیں، نماز ہی وہ عبادت ہے جس کے ذریعہ دلوں کو سکون، دماغ کو سرور سارے جسم کو راحت اور آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

نماز زندگی کی روح ہے

بزرگانِ محترم! ہمیں اپنی زندگی میں صرف دولت کمانا اور دولت جمع کرنا نہیں ہے، ہمیں اپنی زندگی میں صرف بیوی بچوں کو خوش کرنا اور خوش رکھنا نہیں ہے، ہمیں اپنی زندگی میں صرف عزت و شہرت کی سیڑھیاں چڑھنا اور بڑے بڑے عہدے حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ ہماری زندگی کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دے دیں، اس کی ماتحتی میں اپنی زندگی گزاریں اور اس کو اپنا کفیل، وکیل اور کارساز بنالیں، ہم اپنی دولت سے منہ موڑ سکتے ہیں، ہم اپنی شہرت سے کنارہ کشی اختیار کرسکتے ہیں، ہم اپنے عہدوں سے سبکدوش ہوسکتے ہیں لیکن ہم اس نماز سے کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتے جس میں ہماری کامیابی، جس میں ہماری زندگی کا سکون، جس میں ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک، جس میں ہماری اصلاح، جس میں ہماری نجات جس میں ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت، جس میں ہمارے گناہوں کی پاکی اور ہماری مغفرت پوشیدہ ہے، اسی لئے نماز کو ہر حال میں فرض اور ضروری قرار دیا گیا یہاں تک کہ جو کھڑا نہ ہوسکے حکم دیا گیا کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور جو بیٹھ نہ سکے حکم دیا گیا کہ وہ لیٹ کر نماز ادا کرے اور اگر کسی مجبوری سے رُک نہیں سکتا تو سواری پر چلتے ہوئے نماز ادا کرے اور اگر جنگ اور خوف کا ماحول ہے تو اس وقت بھی نماز ادا کرے، بہر حال نماز انسانی زندگی کی روح ہے، جس کی زندگی سے نماز غائب ہوجائے تو شریعت کی نگاہ میں اللہ اور اس کے رسول کی نگاہ میں وہ چلتا پھرتا مردہ ہے، اس شخص

میں زندگی کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا جس میں نماز جیسی عبادت موجود نہیں ہے۔

حاضرینِ کرام! ہماری زندگی کو نماز سے گھیر دیا گیا ہے، نیند سے بیدار ہو جاؤ تو نماز ادا کرو، سورج کو زوال ہو تو نماز ادا کرو، سورج زرد پڑنے کو ہے نماز ادا کرو، سورج غروب ہو جائے نماز ادا کرو، اور اندھیری رات چھا جائے نماز ادا کرو، گویا اسلامی نظام نے ایک مومن و مسلمان کی زندگی کو نماز کے دائرہ میں رکھا ہے چونکہ نماز میں وہ مقدس آفاقی و آسمانی کلامِ الٰہی کی تلاوت کو فرض قرار دیا گیا ہے اور سورۂ فاتحہ جو پورے قرآن مجید کا خلاصہ اور ام القرآن ہے نماز کی بیشتر رکعتوں میں اس کو واجب قرار دیا گیا ہے، گویا آپ اور ہم ایک نماز کے ذریعہ بے شمار رحمتوں اور برکتوں کو سمیٹ رہے ہیں۔

حاضرینِ کرام! قرآن مجید میں سینکڑوں آیتیں ایسی ہیں جن میں نماز کا حکم، نماز کی پابندی کی ترغیب، نماز کی فضیلت، نماز کے مفید اثرات، نماز کے اخروی فوائد، نماز میں سستی کا انجام، دوسروں کو نماز کی تلقین کرنے کی ہدایات اور نماز چھوڑنے پر وعیدیں وغیرہ موجود ہیں۔

ان تمام آیات کو ایک ہی مجلس میں بیان کرنا مشکل ضرور ہے، چند آیات کی روشنی میں ان تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا۔ دعاء فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ میرے سینہ کو کھول دیں اور ان باتوں پر مجھے اور آپ کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

نماز قائم کرو

حاضرینِ کرام! سب سے پہلے میں ان آیات کی طرف آپ کو لے چلوں جن میں اللہ تعالیٰ نے ہم بندوں کو نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۴۳) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

واقیموا الصلواۃ واٰتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین O

نماز کو قائم کرو اور زکواۃ ادا کرو اور عاجزی کرنے والوں کے ساتھ عاجزی کرو۔

اس آیت میں نماز کو قائم رکھنے کا حکم دیا گیا، یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں کہیں نماز کا حکم دیا ہے وہاں **اقرء وا الصلواۃ** یا **صلوا الصلواۃ** نماز پڑھو نہیں کہا بلکہ یہ حکم دیا کہ **اقیموا الصلواۃ** نماز کو قائم کرو، ایک دو جگہ مطلق نماز پڑھنے کا ذکر

ہے مگر نماز پڑھنے کا حکم جہاں بھی دیا گیا ہے وہاں اقیموا الصلواۃ کہا گیا ہے کہ نماز قائم کرو، اقیموا کے لفظی معنی سیدھا کرنے اور ثابت رکھنے کے ہیں اور جو بھی درخت یا دیوار سیدھی کھڑی ہوتی ہے قائم رہتی ہے، گر جانے کا خطرہ کم ہوتا ہے اور یہاں نماز کو قائم رکھنے کا حکم دیا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز ہمیشہ پڑھی جائے، یعنی پابندی کے ساتھ نماز پڑھی جائے۔

نماز کے ساتھ زکواۃ کا حکم کیوں؟

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۸۳) میں فرمایا گیا:

واقیموا الصلواۃ واٰتوا الزکواۃ O نماز کی پابندی رکھواور زکواۃ ادا کرتے رہو۔

بزرگانِ محترم! قرآن مجید کی آیات پر اگر آپ غور کریں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ قرآن مجید میں عموماً جہاں جہاں نماز کو قائم رکھنے کا حکم دیا گیا وہیں زکواۃ ادا کرنے کا حکم بھی دیا گیا، یہ اس لئے کہ نماز بدنی عبادت ہے اور زکواۃ مالی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک طرف جان کی نعمت دی تو دوسری طرف مال کی نعمت سے نوازا، ان دونوں نعمتوں کا شکر نماز اور زکواۃ سے ادا ہوتا ہے اور ایک وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ نماز کے قائم کرنے سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا ہوتا ہے اور زکواۃ ادا کرنے سے مخلوق کا حق ادا ہوتا ہے اور ایک مسلمان پر اللہ کا حق بھی ہے اور مخلوق کا حق بھی ہے، سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر (۳۱) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قل لعبادی الذین اٰمنوا یقیموا الصلواۃ وینفقوا مما رزقنٰھم سرا وعلانیۃ من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ ولا خلل O

اے پیارے پیغمبر! آپ میرے ایمان والے بندوں سے کہہ دیجئے کہ وہ نماز کی پابندی رکھیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دے رکھا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کیا کریں ایسے دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی اور نہ دوستی ہوگی۔

سورۂ نور کی آیت نمبر (۳۷) میں اللہ تعالیٰ نے نماز، زکواۃ اور اطاعتِ رسول کا حکم دیا اور ان اعمال کو رحمت کا ذریعہ قرار دیا:

واقیموا الصلواۃ واٰتوا الزکوۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون O

نماز کی پابندی رکھواور زکواۃ ادا کیا کرواور رسول کی اطاعت کروتا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

جولوگ واقعی یہ چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کے غضب ،قہر اور عذاب سے محفوظ رہیں اور اس کی رحمت کے دائرہ میں زندگی بسر کرنا چاہیں تو انہیں چاہیئے کہ وہ نماز کو قائم رکھیں، زکواۃ ادا کریں اور رسولِ کریم ﷺ کی اطاعت کیا کریں۔

کیا ہم اس لئے مسلمان ہیں؟

بزرگانِ محترم! ہمیں اپنی زندگی کا جائزہ لینا چاہیئے کہ کیا ہم اس لئے مومن ومسلمان ہیں کہ ہمارے ماں باپ مسلمان ہیں؟ کیا ہم اس لئے مسلمان ہیں کہ ہم کسی مسلمان خاندان کے ایک فرد ہیں؟ یا اس لئے مسلمان ہیں کہ کسی مسلم محلّہ میں ہماری پیدائش ہوئی ہے بلکہ ہم اس لئے مسلمان ہیں کہ ہم اپنے آپ کو ایک اللہ کے سامنے جھکاتے ہیں، ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں، ہمیں مومن اس لئے کہا گیا کہ ہم نماز پڑھتے ہیں اور زکواۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیتوں میں ہی یہ بات بتلائی گئی کہ:

هدى للمتقين الذين يؤمنون بالغيب ويقيمون الصلواة ومما رزقنهم ينفقون

یہ قرآن مجید متقیوں کے لئے ہدایت ہے اور متقی وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان کے تقاضہ کے مطابق نماز قائم کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

معلوم یہ ہوا کہ ایمان کے ساتھ نماز کا قائم رکھنا بھی ضروری ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ کی آیت نمبر(۵۵) میں فرمایا:

انما وليكم الله ورسوله والذين اٰمنوا الذين يقيمون الصلواة ويوتون الزكواة وهم راكعون O

تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ایماندار لوگ ہیں جو ایمان والے کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکواۃ دیتے ہیں اس حالت کے ساتھ کہ ان میں خشوع وخضوع ہوتا ہے۔

اس آیت سے معلوم یہ ہوا کہ ایمان کے ساتھ نماز کا قائم رکھنا بھی ضروری ہے۔

مسلمان اپنے عمل سے بتلائے کہ وہ مسلمان ہے

آج ہم مسلمان ہونے کے باوجود اپنے عمل سے بتا رہے ہیں کہ مسلمان وہ ہے جو نماز کے وقت میں بھی اپنے کاروبار سے چپکا رہے، بازاروں میں پھرتا رہے، اور آوارہ گردی کرتا رہے، حالانکہ مسلمان کی پہچان یہ نہیں ہے بلکہ جب اذان کی آواز سنے تو مسلمان کے دل میں انقلاب آجائے، اور اس کی توجہ دنیا کی ساری چیزوں سے ہٹ جائے اور وہ ایک اللہ کی پکار پر لبیک کہہ دے، وہ نماز جو ہمارے اندر سے بے حیائی کو دور کرتی ہے، بیہودگی کو مٹا دیتی ہے، وہ نماز جو ہمارے اندر اعلیٰ اخلاق اور اونچے کردار پیدا کرتی ہے، اس نماز سے ہم پوری طرح غافل ہو چکے ہیں، پانچ تا دس فیصد مسلمان پنج وقتہ نماز ادا کرتے ہیں، بیس تا پچیس فیصد مسلمان جمعہ کی نماز ادا کرتے ہیں، باقی سارے مسلمانوں کی زندگی نماز کے بغیر گذر رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نماز کی تاثیر بیان فرمائی کہ:

ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر O

نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتی ہے

جب آدمی صدقِ دل سے خشوع وخضوع کے ساتھ پنج وقتہ نمازوں کی پابندی کرتا ہے تو اس کے دل میں نیکی کی رغبت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے اور برائی کے کاموں سے نفرت بھی دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔

نماز رب کی مرضی کے مطابق ہو

حاضرین کرام! نماز کے سلسلہ میں آج ہماری کوتاہی اور غفلت اس قدر ہے کہ ہم نماز جیسی عبادت بھی اپنی خواہش اور مرضی کے مطابق پڑھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ کبھی فجر کی نماز پڑھتے ہیں تو کبھی ظہر کی نماز پڑھتے ہیں، جی میں آیا تو مغرب کی نماز پڑھ لیتے ہیں دل میں خیال پیدا ہو گیا تو عشاء کی نماز پڑھ لیتے ہیں، پانچ وقت کی نمازیں پابندی سے وقت پر جماعت کے ساتھ پورے اہتمام سے پڑھنے والوں کی تعداد ہر مسجد میں انگلیوں میں گنے جانے کے قابل ہوتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دلوں میں نماز کی اہمیت نہیں ہے، نماز حقیقت میں

اللہ کے دربار میں حاضری ہے اور اذان اس حاضری کی پکار اور دعوت ہے، ظاہر ہے کہ اگر کوئی ہم کو بلائے اور ہم اس کے بلانے کی طرف توجہ ہی نہ دیں تو کیا جس نے ہم کو بلایا ہے وہ ناراض نہیں ہوگا، پھر اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نمائندہ بن کر جب موذن ہمیں کامیابی کی طرف بلاتا ہے اور **حی علی الصلواۃ** کہتا ہے، نماز کی طرف بلاتا ہے اور **حی علی الفلاح** کہتا ہے، کامیابی کی طرف بلاتا ہے اور ہم اپنے کاموں میں، اپنے کاروبار میں، اپنی مصروفیتوں میں، اپنے لہو لعب میں، اپنی ملازمتوں میں مصروف ہوں، اور اس پکار کا کوئی عملی طور پر جواب نہ دیں تو کیا اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض نہیں ہوں گے؟

نماز کی پابندی مطلوب ہے

قرآن مجید ہم سے نماز کی پابندی کا مطالبہ کرتا ہے، چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۲۳۸) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حافظوا علی الصلوات والصلواۃ الوسطیٰ وقوموا للّٰہ قنتین O

پابندی کرو سب نمازوں کی اور درمیانی والی نماز کی اور کھڑے ہوا کرو اللہ کے سامنے عاجزی کے ساتھ

اکثر علماء کرام نے درمیانی نماز سے عصر کی نماز مراد لی ہے، اس لئے کہ عصر کی نماز سے پہلے فجر اور ظہر ہے اور عصر کی نماز کے بعد مغرب اور عشاء ہے، اس طرح عصر کی نماز درمیانی نماز ہے اور عصر کی نماز کی تاکید احادیث میں بکثرت آئی ہے، چنانچہ بخاری اور نسائی نے حضرت بریدہؓ سے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

من ترک صلواۃ العصر فقد حبط عملہ O

جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی اس کے سارے کام اور اس کی ساری جدوجہد بے معنی ہو جائے گی

اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ دوسری نمازوں سے غفلت کی جائے، ہر نماز کی اپنی جگہ اہمیت وفضیلت ہے اور ہر نماز اپنی جگہ فرض ہے جس کا چھوڑ دینا گناہِ کبیرہ ہے۔

آج کل لوگوں نے اپنی طرف سے اپنا ایک معمول بنالیا ہے مثلاً کوئی شخص صرف فجر کی نماز پڑھتا ہے باقی نمازیں چھوڑ دیتا ہے، کوئی شخص ظہر کی نماز پابندی سے پڑھتا ہے باقی نمازیں چھوڑ

دیتا ہے، اکثر لوگ مغرب کی نماز پابندی سے پڑھتے ہیں اور باقی نمازوں کی پابندی کا کوئی خیال نہیں کرتے، چنانچہ ہم مسجدوں میں دیکھتے ہیں کہ مغرب کی نماز میں چار صف پانچ صف نماز ہوتی ہے اور دوسری نمازوں میں ایک دو صف سے زیادہ نمازی نظر ہی نہیں آتے، حالانکہ پانچوں نمازیں فرض ہیں

ہر نماز کا اپنے وقت پر پڑھنا ضروری ہے

ان الصلواۃ کانت علی المومنین کتبا موقوتًا O

نماز ایمان والوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے۔

ایسا حکم نہیں ہے کہ ہم ایک ہی وقت میں اپنی فرصت سے پانچوں نمازیں پڑھ لیں اور یہ سمجھ لیں کہ ہم پانچوں نمازیں پابندی سے پڑھ لیتے ہیں، ہر نماز کو اس کے اپنے وقت پر پڑھنا ہی اصل بندگی ہے، رب ذوالجلال ﷻ کا حکم جس وقت میں جس نماز کے پڑھنے کا ہے اس وقت میں وہ نماز پڑھنا چاہیئے، اسی لئے سورۂ انعام میں ایمان والوں کی یہ پہچان اور علامت بتلائی گئی کہ جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ نماز کی پابندی کرتے ہیں۔

والذین یومنون بالآخرۃ یومنون بہ وھم علی صلاتھم یحافظون O

جولوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ قرآن حکیم پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور وہ لوگ اپنی نماز کی پابندی بھی کرتے ہیں۔

سورۂ مومنوں میں ایمان والوں کی نشانیاں بیان کی گئیں اور ان کے اوصاف گنائے گئے جن میں ایک وصف یہ بھی ہے کہ ایمان والے نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔

والذین ھم علی صلاتھم یحافظون O

کہ یہ ایمان والے جن کی کامیابی کی خوشخبری دی گئی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔

سورۂ معارج میں فرمایا گیا:

الذین ھم علی صلاتھم دائمون . نمازی تو وہ ہیں جو اپنی نمازیں ہمیشہ پڑھتے ہیں۔

بیمار ہوں جب بھی نماز پڑھتے ہیں، مسافر ہوں جب بھی نماز پڑھتے ہیں، تنگدست ہوں جب بھی نماز پڑھتے ہیں، مصروف ہوں جب بھی نماز پڑھتے ہیں۔

نیک لوگوں کو ان کی تجارت نماز سے نہیں روکتی

بزرگانِ محترم! آج ہم مسلمانوں نے اپنی طرف سے معمولی معمولی بہانوں کی بنیاد پر نمازوں کو معاف کرلیا ہے، تھوڑی سی بیماری آ گئی نماز معاف ہوگئی، سفر میں نکل گئے نماز معاف ہوگئی، مصروفیت بڑھ گئی نماز معاف ہوگئی، ملازمت مل گئی نماز معاف ہوگئی، کاروبار بڑھ گیا اور گاہک آ گئے نماز معاف ہوگئی، مال و دولت میں اضافہ ہوگیا نماز معاف ہوگئی، شادی بیاہ کی مصروفیات بڑھ گئیں نماز معاف ہوگئی، حالانکہ نماز ہر وقت پڑھنی ہے، کسی بھی حالت میں نماز معاف نہیں ہے۔

وہ لوگ جو خرید و فروخت میں مصروفیت کا بہانہ بنا کر اور بازار کے گرم ہونے کا حیلہ بنا کر نماز چھوڑ دیتے ہیں ان لوگوں کو چاہئے کہ وہ سورۂ نور کی اس آیت پر غور کریں:

رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله وعن الصلواة O

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو کاروبار تو کرتے ہیں خرید و فروخت میں مصروف تو ہوتے ہیں مگر ان کی خرید و فروخت اور ان کے کاروبار ان کو اللہ کے ذکر سے اور نماز سے اور زکواۃ دینے سے نہیں روکتے، یہ لوگ اس دن کا خوف اپنے دل میں رکھتے ہیں جس دن دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گے۔

حاضرینِ کرام! اگر واقعی ہمارے دلوں میں آخرت کا خوف ہے، قیامت کے دن کا ڈر ہے اور میدانِ محشر میں کھڑے ہونے کا احساس ہے تو ہم کاروبار کرتے ہوئے بھی وہ ڈر محسوس کریں گے اور نماز کے مقابلہ میں کاروبار کو ترجیح دینے کے بجائے کاروبار کے مقابلہ میں نماز کو ترجیح دیں گے، ہمیں اپنی ان کوتاہیوں سے باز آنا چاہئے، ہم دنیا کی دولت اس لئے نہیں کما رہے ہیں کہ اس دولت کی وجہ سے دین سے محروم ہو جائیں۔

صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو

آج ہم میں سے تقریباً ہر شخص نماز کی فضیلت، فرضیت، اہمیت اور اس کے زندگی پر پڑنے والے مفید اثرات سے بخوبی واقف ہے، مگر نفس اور شیطان نے ہمیں دنیا کی ان نعمتوں میں اس

قدر مصروف کردیا ہے کہ نماز کی اہمیت کو محسوس کرنے اور اس فریضہ کو ادا کرنے کے بارے میں سوچنے کا بھی موقع نہیں ملتا، آج ہم دنیا میں کمانے اور روزی روٹی حاصل کرنے کے لئے دن رات کوشش کرتے ہیں، دھوپ کی تمازت اور سورج کی تپش سے تھک جاتے ہیں، پسینہ میں شرابور ہوتے ہیں، رات کی نیندیں قربان کرتے ہیں، مگر اس نماز کی طرف متوجہ نہیں ہوتے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہماری روزی روٹی چھپا رکھی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

واستعينوا بالصبر والصلواة . لوگو! صبر اور نماز کے ذریعہ مدد حاصل کرو۔

یعنی اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد تمہیں حاصل ہو تو تمہیں مصیبتوں پر صبر کرنا چاہئے اور نماز کو قائم رکھنا چاہئے صبر اور نماز یہ دو اعمال ایسے ہیں کہ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد ملتی ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ کی مدد مل جائے وہ دنیا کے بڑے بڑے مالداروں کی مدد کا ہرگز محتاج نہیں رہے گا۔

مگر آج ہمارے لئے نماز ایک بوجھ بن گئی ہے، اور نماز پڑھنا ہمارے لئے دشوار اور مشکل کام بن گیا ہے اور ایک بہت بڑا مسئلہ بن گیا ہے، اور یہ نماز کس کے لئے دشوار اور بوجھ ہے جن کے دل اللہ کے خوف اور اس کی خشیت سے محروم ہیں، جن دلوں میں اللہ کا خوف ہوتا ہے وہ نماز کو اپنے لئے سعادت کی چیز سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس فریضہ کو تحفہ تصور کرتے ہیں۔

نماز کی پابندی سے گناہ دھل جاتے ہیں

حاضرینِ کرام! آج ہم اپنے جسم کو پاک وصاف رکھنے کے لئے روزانہ پابندی سے غسل کرتے ہیں، بعض لوگ روزانہ غسل کرنے کے اس قدر پابند ہیں کہ کسی دن غسل کا موقع نہ ملے تو بے چین ہو جاتے ہیں، اپنے جسم کو میل کچیل سے پاک کرنے کا اس قدر اہتمام ہے لیکن کیا ہم نے ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اسلامی نقطۂ نظر سے کبھی اس بات پر بھی غور کیا ہے کہ صبح سے شام تک ہماری زبان، ہماری آنکھ، ہمارے کان اور ہمارے ہاتھ پیر کتنے گناہ کر رہے ہیں اور ان گناہوں کا میل کچیل ہمارے دل کو کس قدر داغدار کر رہا ہے، کیا ہم نے کبھی اس میل کچیل کو دور کرنے کی کوئی تدبیر کی ہے؟ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر دریا ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ

مرتبہ نہائے تو کیا اس کے جسم پر کچھ بھی میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ ایسی صورت میں کچھ بھی میل کچیل باقی نہیں رہے گا، حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ پانچوں نمازوں کی یہی مثال ہے کہ اگر کوئی شخص پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہے تو ان نمازوں کی وجہ سے اس کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

نماز قیامت کے دن نور بن کر آئے گی

بزرگانِ محترم! یہی نماز ہمارے لئے کل قیامت کے دن نور بن کر آئے گی، اسی نماز کی روشنی کی وجہ سے ہم کل قیامت کے دن جنت کی طرف قدم بڑھا سکیں گے، اسی نماز کے ذریعہ کل قیامت کے دن پہچانے جائیں گے کہ ہم مسلمان ہیں، یہی نماز کل قیامت کے دن ہماری نجات اور کامیابی کا ذریعہ بنے گی، نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

من حافظ عليها كانت له نوراً وبرهانا ونجاة يوم القيمة O

جو کوئی نماز کی پابندی کرے گا یہ نماز اس کے لئے روشنی اور دلیل اور نجات کا ذریعہ بنے گی

ومن لم يحافظ عليها لم تكن له نوراً ولا برهانا ولا نجاة O

اور جو کوئی نماز کی پابندی نہ کرے گا تو کل قیامت کے دن وہ اس روشنی سے محروم ہوگا اور اس کے پاس اپنے مسلمان ہونے کی کوئی دلیل اور پہچان نہیں ہوگی اور نجات کے سارے راستوں سے وہ محروم نظر آئے گا۔

اور آگے بطور وعید کے نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

وكان يوم القيمة مع قارون و فرعون وهامان وابى بن خلف O

وہ بے نمازی کل قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا جو اپنے اپنے زمانہ کے پیغمبروں کے دشمن رہے ہیں۔

بزرگانِ محترم! ہم میں سے کوئی یہ چاہے گا کہ ہمارا حشر فرعون جیسے ظالم گھمنڈی مشرک کے ساتھ ہو، ہم میں سے کوئی یہ چاہے گا کہ ہمارا حشر رسول کریم ﷺ کے دشمن ابی ابن خلف کے ساتھ ہو، ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ ہمارا حشر نبیوں کے ساتھ ہو، صدیقین کے ساتھ ہو، صالحین کے ساتھ

ہو، شھداء کے ساتھ ہو، صحابۂ کرام کے ساتھ ہو، اگر واقعی دل میں یہ خواہش ہے تو ہمیں وہی روش اختیار کرنی ہوگی جوان نبیوں نے، شھداء نے، صدیقین اور صالحین نے اختیار کی......

نماز سے قلبی سکون ملتا ہے

بزرگو اور دوستو! دنیا کی دولت سے پیٹ کی بھوک کا نشہ اُتارا جاسکتا ہے، دنیا کی دولت سے زبان کی پیاس بجھائی جاسکتی ہے، دنیا کی دولت سے وقتی آرام مل سکتا ہے، دنیا کی دولت سے وقتی خوشی مل سکتی ہے، لیکن ذہنی سکون اور اطمینان اور روحانی نشاط اگر ملنا ہو تو وہ تو نماز ہی کے ذریعہ حاصل ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''**اقم الصلوٰۃ لذکری** میری یاد میں نماز کو قائم کرو''، نماز سے اللہ کی یاد ہوتی ہے اور اللہ کی یاد سے دلوں کو سکون واطمینان ملتا ہے، ''**الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب** خبردار! اللہ کے ذکر سے دلوں میں اطمینان نصیب ہوتا ہے''۔

آج ہمارے گھروں کے سارے افراد ٹی وی اور وی۔ سی۔ آر، کی لعنتوں میں پھنسے ہوئے ہیں، ہمارے آباء واجداد کے دور میں ہمارے گھروں سے صبح وشام قرآن پاک کی تلاوت کی آوازیں آتی تھیں، بچے بوڑھے، مرد وعورت سب کی زبانوں میں صبح وشام کی دعاوؤں کی آوازیں گونجتی تھیں، آج ہر گھر سینما گھر بنا ہوا ہے، آج ہر گھر میں بیہودگی اور بے حیائی کے گانے چل رہے ہیں اور آج ہمارے گھروں میں سب کو یاد کیا جارہا ہے، گھروں میں کرکٹ کی گفتگو چل رہی ہے، نئی نئی فلموں کی باتیں چل رہی ہیں، سیاسی باتیں اور وزراء کے اتار چڑھاو کی باتیں ہورہی ہیں، رشتہ داروں کے تذکرے چل رہے ہیں، پڑوسیوں کی یاد ہورہی ہے، دوستوں کی خوبیاں بیان ہورہی ہیں، ہرایک کا چرچا آج ہمارے گھروں میں ہے مگر اللہ کے ذکر سے اور اس کی بڑائی وکبریائی سے آج ہمارے گھر محروم ہوتے جارہے ہیں۔

آج ہمارے گھروں میں اخبارات کا مطالعہ پابندی سے جاری ہے، روزنامے بھی آرہے ہیں اور ہفتہ وار اخبارات بھی آرہے ہیں ماہنامے بھی آرہے ہیں اور سہ ماہی، ششماہی پرچے اور

سالنامے بھی بکثرت آرہے ہیں، فحش ناول، جھوٹی کہانیاں اور بھیانک جرائم کے مطالعے بھی چل رہے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کی تلاوت نہیں ہورہی ہے، آج ہمارے گھر قبرستان بنے ہوئے ہیں کہ جس طرح قبروں میں نہ ذکر ہوتا ہے نہ تلاوت ہوتی ہے، بلکہ ویرانی چھائی ہوتی ہے وہی ویرانی آج ہمارے گھروں میں محسوس کی جارہی ہے۔

گھروں کو قبرستان نہ بناؤ

اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

اجعلوا من بیوتکم من صلوتکم ولا تتخذوھا قبوراً O

تم اپنے گھروں میں بھی اپنی نمازوں میں سے کچھ حصہ پڑھا کرو اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔

اسی لئے حکم دیا گیا کہ آدمی فرض نماز مسجد میں ادا کرے اور سنتیں اور نوافل گھر میں ادا کرے تاکہ گھروں میں بھی نماز کا ماحول برقرار رہے۔

اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو

آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اپنی نماز کا خیال تو کرلیتے ہیں مگر اپنے گھر والوں کو، اپنی بیوی اور اپنے بچوں کو نماز کا حکم نہیں دیتے بلکہ آج کل بعض مردوں پر عورتوں کا اس قدر رعب اور ڈر چھایا ہوا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیتے ہوئے گھبرا جاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ:

وامر اھلک بالصلوٰۃ واصطبر علیھا O

اے پیارے پیغمبر! آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور آپ خود بھی نماز پر قائم رہئے۔

سورۂ مریم میں جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے وہاں ان کی یہ خوبی بھی بیان کی گئی کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیتے تھے۔

وکان یامر اھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ O

حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے گھر والوں کو نماز اور زکواۃ کا حکم دیتے تھے۔

بحیثیت باپ یا بحیثیت سرپرست و ذمہ دار ہر آدمی کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اپنی نماز کے ساتھ اپنے اہل وعیال کو بھی نماز کا حکم دیتا رہے، حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو جہاں دوسری بے حد اہم نصیحتیں کی ہیں وہیں یہ نصیحت بھی کہ ''یبنی اقم الصلوٰۃ اے بیٹے! تم نماز کی پابندی کرو''۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں کو نماز کا حکم دیا جس کا تذکرہ سورۂ احزاب میں کیا گیا:

واقمن الصلوٰۃ واٰتین الزکواۃ O

اے بیبیو! تم نماز کی پابندی کرو اور زکواۃ دیتی رہو۔

وقت کے نبی نے بھی اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیا ہے۔

بزرگانِ محترم! اپنے متعلقین کو نماز کا حکم دینا چاہیے اور اس میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے، حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

تم اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کو پہنچ جائیں۔

اور نماز کے چھوڑنے پر انہیں مارو جب وہ دس سال کو پہنچیں۔

ہمیں بحیثیت مسلمان باپ اس بات کا جائزہ لینا چاہیے کہ ہم میں سے کتنے ایسے مسلمان باپ ہیں جو اپنے سات سالہ آٹھ سالہ بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں اور ہم میں سے کتنوں نے اپنے اس بچہ کو جو دس سال کی عمر کو پہنچ چکا ہو، نماز چھوڑنے پر مارا ہو، ہمیں اس کا جائزہ لینا چاہیے۔

یہ ہماری دینی ذمہ داری ہے کہ نماز کی خود بھی پابندی کریں ظاہر ہے کہ اگر ہم خود نماز کی پابندی کریں اور پھر اولاد کو نماز کا حکم دیں تو اولاد بخوشی ہمارے حکم کو مانے گی، لیکن اگر ہم بے نمازی ہوں اور اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم دیں تو کون اس بات کو مانے گا؟ کسی بھی بات پر عمل کرنے کے بعد اس عمل کی ترغیب دینے کا نتیجہ مثبت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نماز کی اہمیت وفضیلت کو جاننے اور اس کی فرضیت کو سمجھنے اور نماز کی پوری پوری پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین O

■ ■ ■

وضو کی فضیلت اور طریقہ

- دینی احکام سے ہماری غفلت
- وضو کا دنیوی اور اخروی فائدہ
- وضو میں سنتوں کی رعایت
- وضو سے درجات کی بلندی
- وضو کے فرائض
- وضو کے شرائط
- وضو کی سنتیں
- وضو کا مکمل طریقہ

■ ■ ■

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰه رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله وصحبه اجمعين . اما بعد .

يايها الذين اٰمنوا اذا قمتم الى الصلوٰة فاغسلوا وجوهكم وايديكم الى المرافق وامسحوا بروسكم وارجلكم الى الكعبين O ( )

اقم الصلوٰة لدلوك الشمس الىٰ غسق الليل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر كان مشهوداً O (بنى اسرائيل / ٧٨)

فاذ اقرأت القرآن فاستعذ باللّٰه من الشيطٰن الرجيم .

عن علىؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ مفتاح الصلوٰة الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم O (ابوداود)

عن عقبة بن عامرؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ مامن مسلم يتوضا فيحسن وضوء ه ثم يقوم فيصلى ركعتين مقبلا عليهما بقلبه و وجهه الا وجبت له الجنة O

* * * * *

برادرانِ اسلام ! اسلام کے اہم ارکان میں نماز اہم ترین رکن ہے جس کی اہمیت وفرضیت کو ہر مسلمان تسلیم کرتا ہے، چونکہ نماز اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ دربار میں حاضری کا نام ہے اس لئے ہر نمازی پر لازم ہے کہ وہ ہر اعتبار سے پاک وصاف ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو، اسلام میں وضو کو اس لئے فرض کیا گیا کہ جب آدمی پیشاب وغیرہ سے فارغ ہوتا ہے تو ایک مسلمان اپنے باطن میں ظلمت، کدورت اور ایک طرح کی گندگی محسوس کرتا ہے، اسی گندگی کو دور کرنے کے لئے وضو مقرر کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

یاایھا الذین اٰمنوا اذا قمتم الیٰ الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا بروسکم وارجلکم الی الکعبین O

اے ایمان والو! جب تم نماز کو اُٹھنے لگو یعنی نماز پڑھنے کا اِرادہ کرو اور تم کو اس وقت وضو نہ ہو تو وضو کر لیا کر، یعنی اپنے چہرہ کو دھوو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوو اور اپنے سروں پر بھیگا ہوا ہاتھ پھیرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت دھولو۔

سورۂ مائدہ کی اس آیت میں وضو کرنے کا حکم بھی دیا گیا ساتھ ہی اس کا ایک اجمالی طریقہ بھی بتلا دیا گیا، لیکن قرآن مجید میں وضو سے متعلق تفصیلی احکام نہیں ہیں، چونکہ قرآن مجید متن ہے اور نبی کریم ﷺ کے اقوال اور آپ ﷺ کی عملی زندگی اس کی تفسیر ہے اس لئے شریعت کے مقرر کردہ جتنے اعمال ہیں ان تمام کے اجمالی احکام قرآن مجید سے ہمیں معلوم ہوتے ہیں اور ان اعمال کی تفصیل آپ ﷺ کے اِرشادات اور آپ ﷺ کے اعمال وعادات میں ملتی ہے۔

حاضرینِ کرام! دینِ اسلام کے مختلف موضوعات پر آپ مختلف موقعوں پر مختلف علماء کرام سے خطابات سنتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان خطابات سے ہم سب طالب علموں کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے، انہی علماء کرام کے خطابات عالیہ سے استفادہ کرتے ہوئے یہ چند باتیں آپ کی حدمت میں عرض کر رہا ہوں، نماز سے پہلے چونکہ نمازی کا باوضو ہونا ضروری ہے جس کے بغیر نماز ادا نہیں ہوگی بلکہ بعض علماء نے بغیر وضو نماز پڑھنے کو کفر کی حد تک گناہ قرار دیا ہے، اس لئے ذہن میں یہ بات آئی کہ وضو کی فرضیت، وضو کی فضیلت واہمیت اور وضو کے فرائض اور سنتوں سے متعلق چند اہم اور بنیادی باتوں پر آج کی اس مجلس میں روشنی ڈالوں تاکہ ہم اس طریقہ پر وضو کرنے کے عادی ہو جائیں جس طریقہ پر نبی کریم ﷺ نے وضو فرمایا ہے۔

دینی احکام سے ہماری غفلت

حاضرینِ کرام! آج کا یہ المیہ ہے کہ ہم دنیا کے علوم وفنون کو اساتذہ کی نگرانی میں حاصل کرتے ہیں اور اس کے لئے کتابوں کا بکثرت مطالعہ بھی کرتے ہیں، کتاب اور استاد کے بغیر تو ہم نہ علم اصل کر سکتے ہیں اور نہ کوئی فن، مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم نہ کسی سے سیکھ کر دینی احکام

پرعمل کرتے ہیں اور نہ ہی مستند کتابیں پڑھ کر دینی اعمال انجام دیتے ہیں، اس معاملہ میں ہمارا انداز ''دیکھا دیکھی چولہا پھونکی'' والا معاملہ ہے، ہم دوسروں کو دیکھ کر ویسے ہی لاپرواہی میں سمجھ جاتے ہیں کہ یہی شاید فلاں عمل کا طریقہ ہے اور وہ بھی کسی معتبر آدمی کو دیکھ کر سیکھنے کا اہتمام بھی نہیں ہوتا، ہمیں اپنے رویہ پر نظر ثانی کرنی چاہئے اور جب بھی ہم دینی فریضہ انجام دیں علماء کرام سے بالتفصیل معلوم کریں، کتابوں کا مطالعہ کریں اور پوری طرح اس کی عملی مشق کریں تاکہ ہمارا کوئی عمل سنتِ رسول اللہ ﷺ کے خلاف نہ ہو۔ میں نے یہ بات اس لئے بیان کردی تاکہ ہمارے اندر اس بات کا احساس پیدا ہوجائے کہ دینی اعمال معتبر ذرائع سے سیکھ کر انجام دیں۔

وضو کا دنیوی اور اخروی فائدہ

حاضرین کرام! بات وضو کی چل رہی تھی، آدمی جب وضو کرتا ہے تو اس کا ایک ظاہری فائدہ ہوتا ہے اور ایک باطنی فائدہ ہوتا ہے، بلکہ اگر یوں کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا کہ وضو کا ایک دنیوی فائدہ ہے اور ایک اخروی فائدہ ہے، دنیوی فائدہ یہ ہے کہ وضو کرنے کی وجہ سے جسم کے اعضاء پاک وصاف ہوجاتے ہیں اور آدمی کو ہاتھ پیر اور منہ دھونے اور سر کا مسح کرنے کے بعد ایک قسم کی پاکیزگی اور بشاشت کا احساس ہوتا ہے اور دل مطمئن ہوجاتا ہے یہ نقد اور ظاہری فائدہ ہے، اور ایک فائدہ اخروی اور باطنی ہے جس کو بخاری ومسلم نے حضرت عثمانؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ:

من توضا فاحسن الوضوء خرجت خطایاه من جسده حتی تخرج من تحت اظفاره O

جس شخص نے وضو کیا اور خوب اچھی طرح وضو کیا تو اس کے سارے گناہ نکل جائیں گے یہاں تک اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی......

حاضرین کرام! اس حدیث کا مطلب یہی ہے کہ اگر ہم نبی کریم ﷺ کی تعلیمات وہدایات کے مطابق باطنی پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے وضو کے تمام آداب اور وضو کی تمام سنتوں کی رعایت کرتے ہوئے اچھی طرح وضو کریں گے تو اس وضو کی برکت سے سارے جسم کے گناہوں

کی ناپاکی کی بھی نکل جائے گی اور ہمارا جسم ایک طرف پاک ہوگا تو دوسری طرف ہمارا دل بھی گویا پاک وصاف ہوگا، اس لئے کہ گناہوں کے مٹنے سے دلوں کی صفائی ہوتی ہے۔

مسلم کی ایک روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے وضو کی افادیت کو تفصیل سے بتلایا کہ جب کوئی مسلم بندہ وضو کرتا ہے اور اس میں اپنے چہرہ کو دھوتا ہے اور اس پر پانی ڈالتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے چہرے سے وہ سارے گناہ نکل جاتے ہیں جو اس کی آنکھ سے ہوئے تھے اس کے بعد جب وہ اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو وہ سارے گناہ اس کے ہاتھوں سے خارج ہوجاتے ہیں اور دھل جاتے ہیں جو اس کے ہاتھوں سے ہوئے۔ اس کے بعد جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو وہ سارے گناہ خارج ہوجاتے ہیں جو اس کے پاؤں سے ہوئے یہاں تک کہ وضو سے فارغ ہونے کے ساتھ وہ گناہوں سے بالکل پاک وصاف ہوجاتا ہے۔

حاضرینِ کرام! بعض نیک اعمال کی تاثیر سے یقیناً گناہ مٹ جاتے ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے عمرہ کے بارے میں فرمایا ایک عمرہ اور دوسرے عمرہ کے درمیان جو گناہ ہوئے ہیں وہ مٹ جاتے ہیں۔ قرآن مجید کی اس آیت میں بھی اس بات کی طرف اِشارہ کیا گیا:

ان الحسنات یذھبن السیئات O کہ نیک اعمال گناہوں کو مٹادیتے ہیں۔

تو وضو بھی ایک ایسا نیک عمل ہے کہ جس کی وجہ سے گناہ مٹ جاتے ہیں، لیکن ایک بات یہاں یہ یاد رہے کہ گناہ سے صغیرہ گناہ مراد ہیں اور کبیرہ گناہ یعنی بڑے گناہ تو سچی توبہ سے معاف ہوتے ہیں۔

وضو میں سنتوں کی رعایت

وضو کی فضیلت سے متعلق مسلم کی ایک اور روایت بھی ہے جو حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا، جو کوئی تم میں سے وضو کرے اور مکمل وضو کرے یعنی وضو کے تمام آداب اور ساری سنتوں کی رعایات کرتے ہوئے وضو کرے، پھر وضو کے بعد دعاء پڑھے **اشھدان لا الہ الا اللّٰہ واشھدان محمد اعبدہ ورسولہ** تو لازمی طور پر اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جائیں گے وہ جس دروازے سے بھی چاہے گا جنت میں جا سکے گا۔

چونکہ وضو کرنے سے ایک بندۂ مومن کو پاکی کا احساس ہوتا ہے اور اس کے بعد دل کی گہرائی سے کلمۂ شہادت پڑھنے کی وجہ سے ایمان کی تجدید اور یقین کی تازگی پیدا ہوتی ہے اس لئے اس عمل کو اس قدر قبولیت حاصل ہے کہ اس کی وجہ سے جنت کے آٹھوں دروازے وضو کرنے والے کے لئے کھل جاتے ہیں۔

وضو سے درجات کی بلندی

برادرانِ اسلام! احادیث کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وضو ایک ایسا مستقل اور مفید عمل ہے کہ جس سے وضو کرنے والے کے درجات بھی بلند ہوتے ہیں چنانچہ مسلم ہی کی ایک روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے نبی کریم ﷺ نے صحابۂ کرام سے خطاب کرتے ہوئے سوال فرمایا:

کیا میں تم کو وہ اعمال بتاؤں جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور درجے بلند کرتا ہے، مجلس رسالت میں حاضر صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ ضرور بتائیں

نبی کریم ﷺ نے اس اِرشاد مبارک میں تین اعمال ایسے بتلائے ہیں جن کی وجہ سے گناہ بھی مٹ جاتے ہیں اور درجات بھی بلند ہوتے ہیں جن میں سے کامل وضو کرنا باوجود یہ کہ تکلیف اور ناگواری ہو۔

حاضرین کرام! بعض مرتبہ سردی کی وجہ سے وضو کرنا ہمارے لئے ناگوار محسوس ہوتا ہے اور تکلیف بھی ہوتی ہے لیکن اللہ کا پیارا بندہ اللہ کو راضی کرنے کے لئے شدید سردی میں بھی باوجود تکلیف کے وضو کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بندے کا یہ عمل اس قدر پسند ہے کہ اس کے گناہ بھی مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس کے درجات بھی بلند کر دیئے جاتے ہیں، جب شدید سردی ہو اور دل وضو کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو تو ہم اور آپ ایسی حدیثوں کو ذہن میں تازہ کریں یقیناً ایمان کی گرمی ہم ایسے وقت محسوس کریں گے اور درجات کی بلندی کا شوق اور گناہوں کے مٹ جانے کی آرزو وضو میں بجائے تکلیف وناگواری کے لطف پیدا کر دے گی۔

حاضرین کرام! وضو کی فضیلت، اہمیت وافادیت سے متعلق احادیث بکثرت موجود ہیں تاہم یہ موقع نہیں کہ صرف فضائل سے متعلق احادیث ہی بتلائے جائیں چونکہ فضائل کے ساتھ ساتھ وضو کے مسائل اور احکام بیان کرنا بھی مقصود ہے اس لئے میں آپ کی توجہ ان احکامات کی طرف لے جانا چاہتا ہوں جو نبی کریم ﷺ نے بیان فرماتے ہیں۔

وضو کے فرائض

وضو کے سلسلہ میں جو آیت میں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے چار کاموں کا حکم دیا ہے، چہرہ کا دھونا، ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا، سر کا مسح کرنا اور پیروں کا ٹخنوں تک دھونا، یہی چار چیزیں وضو میں فرض ہیں۔

کسی بھی عمل میں کسی بھی چیز کا فرض ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اس چیز کا کرنا ضروری ہے اس کے بغیر وہ عمل درست نہیں، جیسے نماز میں تکبیر تحریمہ، قیام، رکوع، سجدہ اور قعدہ وغیرہ فرض ہیں اگر کوئی شخص ان فرائض میں سے ایک فرض بھی چھوڑ دے گا تو نماز نہیں ہوگی، بالکل اسی طرح اگر کوئی شخص وضو کے فرائض میں سے ایک فرض بھی چھوڑ دے گا تو وضو درست نہیں ہوگا۔

جن چار اعضاء کا دھونا وضو میں فرض ہے ان کے حدود کا علم بھی ضروری ہے، چنانچہ فقہاء کرام نے اس کی وضاحت کی ہے کہ وضو میں چہرہ کے دھونے کی حد لمبائی میں یہ ہے کہ پیشانی کے بالوں سے لے کر تھوڑی کے نیچے تک اور چوڑائی میں ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک دھویا جائے، اتنے حصہ تک وضو میں پانی کا پہنچانا ضروری ہے، اور اگر داڑھی گنجان یعنی بھری ہوئی نہ ہو اور ہلکی سی داڑھی ہو تو کھال تک پانی پہنچانا ضروری ہے اور اگر داڑھی گنجان ہے یعنی گھنی ہے تو داڑھی کا اوپر سے دھونا کافی ہے کھال تک پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے۔

اب رہی بات ہاتھوں کے کہنیوں سمیت دھونے کی کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے پوروں سے لے کر کہنیوں تک یعنی کہنیوں سمیت دھونا بھی ضروری ہے۔

پورے سر کا مسح کرنا تو سنت ہے ہاں کم از کم چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے، بہتر یہ ہے کہ پورے سر کا مسح کرلیں تاکہ فرض بھی ادا ہو جائے اور سنت بھی ادا ہو جائے، حضور ﷺ عموماً پورے سر کا مسح کرتے تھے، بعض مرتبہ نبی کریم ﷺ نے صرف اپنی پیشانی پر یعنی سر کے سامنے کے حصہ پر مسح کیا۔ بہرحال چوتھائی سر کا مسح کرنا ضروری ہے۔

اور آخری فرض پیروں کا دھونا ہے پیروں کی انگلیوں کے پوروں سے لے کر ٹخنوں تک یعنی ٹخنوں سمیت دھونا بھی فرض ہے۔

وضو کے شرائط

بزرگانِ محترم! وضو کی فرضیت سے متعلق تفصیل سن لینے کے بعد یہ بات جان لینا بھی ضروری ہے کہ وضو کے صحیح ہونے کی چند شرطیں ہیں ان شرائط کا جان لینا بھی ضروری ہے، وضو کے صحیح ہونے کی پہلی شرط یہ ہے کہ وضو کے جتنے اعضاء کا دھونا فرض ہے، ان پر پانی پہنچنا شرط ہے اگر کوئی جگہ بال برابر سوکھی رہے گی تو وضو درست نہیں ہوگا۔

اور وضو کے صحیح ہونے کی دوسری شرط یہ ہے کہ جسم پر کوئی ایسی چیز نہ ہو جو جسم تک پانی کے پہنچنے سے روکے، اگر کسی کے ہاتھ پر رنگ لگا ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ رنگ پانی کے جسم تک پہنچنے میں رکاوٹ ثابت ہوگا تو ایسی صورت میں اعضاء وضو پر جو رنگ لگا ہوا ہے، اسے کسی تدبیر سے دھو لینا ضروری ہے، آج کل عورتیں جو نیل پالش لگا لیتی ہیں یہ بھی چونکہ ناخنوں تک پانی کے پہنچنے میں حائل ہوتی ہے اس لئے نیل پالش کا پہلے نکال لینا ضروری ہے، اسی طرح ہر وہ چیز جو پانی کے پہنچنے میں رکاوٹ بن جائے اس کا دور کر لینا ضروری ہے، وضو کے صحیح ہونے کی تیسری شرط یہ ہے کہ جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں وہ چیزیں وضو کرنے کی حالت میں پیش نہ آئیں، مثلاً ایک آدمی وضو بھی کر رہا ہے اور ہوا بھی خارج ہو رہی ہے تو وضو صحیح نہ ہوگا، آدمی کو چاہئے کہ پہلے اس مرحلہ سے پوری طرح فارغ ہو جائے پھر وضو شروع کرے، ہاں اگر کوئی شخص اس قدر معذور ہے کہ ہوا بار بار نکل جاتی ہے تو اس کے لئے گنجائش ہے جن احباب کو اس بارے میں تفصیلی معلوم کرنا ہو وہ علماء کرام سے معلوم کر لیں۔

وضو کی سنتیں

حاضرینِ کرام! اب تک آپ کے سامنے وضو کے فرائض اور وضو کے صحیح ہونے کی شراطیں بیان ہوئیں اب وضو کی سنتوں کے بارے میں سنئے کہ وضو سے پہلے اور وضو کے دوران اور وضو کے بعد ہمیں کن کن سنتوں کا لحاظ رکھنا چاہئے، وضو میں تیرہ سنتیں ہیں۔

وضو کی پہلی سنت نیت ہے وضو کے لئے نیت کرنا شرط تو نہیں ہے جیسا کہ تیمّم کے لئے نیت کرنا شرط ہے، لیکن سنت یہی ہے کہ آدمی وضو کی نیت کرے یعنی وضو کرنے کا اِرادہ دل میں کر لے یہی

کافی ہے، وضو کی نیت کے لئے احادیث سے کسی جملہ کا ثبوت نہیں ہے، دل کے اِرادہ کا نام ہی نیت ہے۔ وضو کی دوسری سنت بسم اللہ پڑھنا ہے۔

ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت سعید بن زیدؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللّٰہ علیہ O

جس شخص نے اللہ کا نام لئے بغیر وضو کیا اس کا وضو ہی نہیں۔

حاضرینِ کرام! اس حدیث کے سلسلہ میں اُمت کے اکثر ائمہ اور مجتہدین نے یہ کہا ہے کہ جو وضو غفلت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام لئے بغیر کیا جائے وہ بہت ناقص اور بے نور وضو ہے لیکن ایسا وضو جس کے شروع میں بسم اللہ اگر اتفاق سے نہیں کہا گیا ہے تو وضو تو ہو جائے گا لیکن وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی عادت ڈالیں اور اس سنت پر عمل کرنے کی کوشش ضرور کریں۔

وضو کی تیسری سنت تین مرتبہ دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھونا ہے، چہرہ دھونے کے بعد جو دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھویا جاتا ہے وہ فرض ہے اور وضو کے شروع میں جو دونوں ہاتھ صرف گٹوں تک دھوتے ہیں وہ سنت ہے، وضو کی چوتھی سنت مسواک کرنا ہے، بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

لو لا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلواۃ O

اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ میری اُمت پر بہت مشقت پڑ جائے گی تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مسواک کی اتنی اہمیت اور فضیلت ہے اور اس کے اس قدر فائدے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرا جی یہ چاہتا ہے کہ اپنے ہر اُمتی کے لئے یہ حکم جاری کروں کہ وہ ہر نماز کے وقت مسواک ضرور کرے۔

بیہقی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ:

فضل الصلواۃ التی یستاک لھا علی الصلواۃ التی لایستاک لھا سبعین ضعفًا O

وہ نماز جس کے لئے مسواک کیا جائے ستر درجے فضیلت رکھتی ہے اس نماز کے مقابلہ میں جو بغیر مسواک کے پڑھی گئی۔

حاضرین کرام! ان دونوں احادیث سے مسواک کی فضیلت و اہمیت محسوس ہوتی ہے، یہ تو صرف دو حدیثیں ہیں جو بیان کی گئیں ورنہ مسواک کی فضیلت، اہمیت اور افادیت پر بیسیوں حدیثیں موجود ہیں، چونکہ مجھے آپ کے سامنے وضو کی تمام سنتیں بیان کرنی ہیں اس لئے میں آگے بڑھوں گا۔

وضو کی یہ چوتھی سنت تھی جس کا بیان ہوا، وضو کی پانچویں سنت تین مرتبہ کلی کرنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصمؓ نے حضور ﷺ کے وضو کا طریقہ بیان کرتے ہوئے یہ بتلایا کہ نبی کریم ﷺ تین مرتبہ مضمضہ فرماتے تھے، یعنی کلی کرتے تھے، وضو کی چھٹویں سنت تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا ہے۔

بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا، تم میں سے کوئی جب اپنی نیند سے بیدار ہو اور وضو کا اِرادہ کرے تو اس کو چاہئے کہ ناک کو تین مرتبہ چھڑک لے، اس لئے کہ شیطان آدمی کی ناک کے بانسہ پر رات گزارتا ہے، اس حدیث سے معلوم یہ ہوا کہ وضو میں تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا چاہئے، یہ چھٹویں سنت تھی جس کا بیان ہوا۔

وضو کی ساتویں سنت داڑھی کا خلال کرنا ہے جس کی تفصیل بیان کر چکا ہوں، وضو کی آٹھویں سنت ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا ہے۔

ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت لقیط بن صبرہؓ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے وضو کے بارے میں بتلایئے، حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا، پورا وضو خوب اچھی طرح کرو ہاتھ اور پاؤں دھوتے وقت ان کی انگلیوں میں خلال کیا کرو، ناک کے نتھنوں میں پانی چڑھا کر اچھی طرح ان کی صفائی کرو، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہاتھ اور پاؤں دھوتے وقت انگلیوں کا خلال کرنا چاہئے تاکہ انگلیوں کے درمیان کا میل کچیل نکل جائے۔

جب آپ ﷺ وضو فرماتے تو ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی سے پاؤں کی انگلیوں کے درمیانی

حصوں کو ملتے تھے، اس حدیث سے حضور ﷺ کا عمل بھی معلوم ہو گیا، یہ وضو کی آٹھویں سنت ہے جس کی تشریح کی گئی۔

وضو کی نویں سنت وضو کے ہر عضو کو تین تین بار دھونا ہے، مسند احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا جو شخص وضو کرے ایک دفعہ یعنی ہر عضو کو ایک ایک مرتبہ دھوئے تو یہ وضو کا وہ درجہ ہے جس کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں، مطلب یہ ہے کہ کم از کم ہر عضو کا ایک مرتبہ دھونا تو ضروری ہے پھر نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا اور جو ہر عضو کو دو دو مرتبہ دھوئے تو اس کو دو حصے ثواب ہوگا اور جس نے ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھویا تو یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے پیغمبروں کا وضو ہے، حضور ﷺ اس اِرشاد مبارک کے ذریعہ اپنی اُمت کو ترغیب دے رہے ہیں کہ وہ ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھوئیں اس لئے کہ آپ اور آپ سے پہلے نبیوں کا طریقہ یہی رہا ہے یہ اور بات ہے کہ اگر کوئی ہر عضو کو دو دو مرتبہ یا ایک ایک مرتبہ بھی دھوئے گا تو اس کا وضو ہو جائے گا۔

وضو کی دسویں سنت ایک بار تمام سر کا مسح کرنا ہے جیسا کہ میں نے اس سے پہلے کہا ہے کہ اگر کوئی چوتھائی سر یعنی پاؤ سر کا مسح کرے تو جب بھی مسح ہو جائے گا اور یہ فرض مقدار ہے لیکن سنت یہ ہے کہ آدمی پورے سر کا مسح کرلے اس سے فرض بھی ادا ہوگا اور سنت بھی ادا ہو جائے گی۔

حاضرین کرام! وضو کی یہ سنتیں اس لئے بیان کی جارہی ہیں تاکہ ہم جب بھی وضو کریں ان سنتوں کا لحاظ رکھیں، آج کل لوگ جب کسی سنت کا تذکرہ کرتے ہیں تو اس انداز سے تذکرہ کرتے ہیں کہ یہ فرض یا واجب تو نہیں ہے بس سنت ہے، ان کے اندازے سے بعض مرتبہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ سنت کا مطلب یہ ہے کہ اسے چھوڑ دیا جائے حالانکہ سنت کی بھی اپنی جگہ بڑی اہمیت ہے، مذہبِ اسلام کے احکامات چونکہ آسان ہیں اس لئے بعض چیزوں کو سنت قرار دیا گیا مگر سنتوں کی بھی اپنی جگہ بڑی فضیلت ہے۔

بہر حال اب تک آپ کے سامنے دس سنتیں بیان ہوئیں وضو کی گیارہویں سنت دونوں کانوں کا مسح کرنا ہے، نسائی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو

میں اپنے سر مبارک کا مسح فرمایا اور اس کے ساتھ دونوں کانوں کا بھی مسح فرمایا اور اس کا طریقہ بتلایا کہ کانوں کے اندرونی حصہ کا انگوٹھوں کے برابر والی انگلیوں سے مسح کیا جائے اور اوپر کے حصہ کا دونوں انگوٹھوں سے مسح کیا جائے، اس کا مطلب یہ ہے کہ شہادت کی انگلیوں سے کانوں کے اندرونی حصہ کا مسح کیا جائے اور انگوٹھوں سے کانوں کے باہر کے حصہ کا مسح کیا جائے۔

وضو کی بارہویں سنت ترتیب سے وضو کرنا ہے، نبی کریم ﷺ سے جس ترتیب سے وضو کرنا ثابت ہے اسی ترتیب کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے یہی سنت طریقہ ہے، وضو کی تیرھویں اور آخری سنت یہ ہے کہ پے در پے وضو کریں، پے در پے وضو کرنے کا مطلب یہ ہے کہ چہرہ دھونے کے بعد فوراً دونوں ہاتھ دھوئیں پھر فوراً سر کا مسح کریں وغیرہ۔

ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ چہرہ دھولیا پھر کسی کام میں مصروف ہو گیا یہاں تک کہ چہرہ خشک ہو گیا پھر دونوں ہاتھ دھوئے پھر کسی کام میں مصروف ہو گیا، ایسا کرنا سنت کے خلاف ہے، سنت یہ ہے کہ وضو کے اعضاء یکے بعد دیگر دھوئیں۔

حاضرینِ کرام! یہ وضو کی سنتیں تھیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرشادات کی روشنی میں ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔

وضو کا مکمل طریقہ

وضو کے فرائض اور وضو صحیح ہونے کے شرائط اور وضو کی سنتوں کے بعد مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ وضو کا سنت طریقہ بیان کر دیا جائے۔

برادرانِ اسلام! جب ہم وضو کریں تو صاف برتن میں پاک پانی لیں، آج کل نلوں کا دور ہے لوٹے میں یا جگ میں پانی لے کر وضو کرنے کا رواج تقریباً ختم ہو چکا ہے، بہر حال جس طرح میسر ہو وضو کریں قبلہ کی طرف رُخ کر کے کسی اونچی جگہ پر بیٹھیں، بعض بعض جگہوں پر وضو خانے قبلہ کی جانب نہیں ہوتے معذوری ہے جس طرف قاعدہ ہو اس طرف بیٹھیں، وضو کا آغاز بسم اللہ سے ہو، ہر عضو دھوتے ہوئے سیدھی جانب کا لحاظ ہو، ابوداؤد نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا، جب تم لباس پہنو اور جب تم وضو کرو تو اپنے داہنے اعضاء سے ابتداء کیا کرو، سب سے پہلے تین دفعہ گٹوں

تک ہاتھ دھولیں، پھر تین دفعہ کلی کرلیں اور مسواک کرلیں، اگر مسواک نہ ہو تو کسی موٹے کپڑے یا انگلی سے اپنے دانت صاف کرلیں، روزہ کی حالت میں صرف کلی کریں، غرغرہ نہ کریں، پھر تین بار ناک میں پانی ڈالیں اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کریں، روزہ کی حالت میں ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ نہ کریں، پھر تین دفعہ منہ دھوئیں جس کا طریقہ بتلایا گیا، پھر تین دفعہ داہنا ہاتھ کہنی سمیت دھوئیں اور اسی طرح بایاں ہاتھ بھی دھوئیں، پھر ایک بار سر کا مسح کریں پھر کان کا مسح کریں، جس کا طریقہ بھی بتلایا گیا، گلے کا مسح نہ کریں، پھر تین بار داہنا پاؤں ٹخنے سمیت دھوئیں پھر بایاں پاؤں اسی طرح دھوئیں، وضو کے دوران پانی کا استعمال ضرورت کے بقدر ہو اور اسراف نہ ہو۔

ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت سعدؓ کے پاس سے گزرے جبکہ وہ وضو کر رہے تھے، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا، سعد! یہ کیسا اسراف ہے؟ حضرت سعدؓ نے فرمایا، کیا وضو کے پانی میں بھی اسراف ہوتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا ہاں! یہ بھی اسراف میں داخل ہے، اگر چہ تم کسی بہتی ندی کے پاس ہوں جب بھی اسراف نہ کرو، وضو کے بعد یہ دعاء پڑھے۔

اشهدان لا اِله الا اللّٰه وحده لاشريک له واشهدان محمداً عبده ورسوله O

امام مسلم نے حضرت عقبہ ابن عامرؓ سے وضو کے بعد کی یہ دعاء جو میں نے ابھی پڑھی نقل کی ہے، وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھ لینا بھی سنت ہے، مسلم کی روایت میں اس کا بھی ثبوت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام کو وضو کے تمام فرائض، شرائط، آداب اور مستحبات کی رعایت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمدللّٰه رب العالمين .

■ ■ ■

تقویٰ کی اہمیت اور متقیوں کی فضیلت

- بعثت نبوی ﷺ سے پہلے
- اولاد آدم کے لئے لباس کا نزول
- تقویٰ کا لباس
- لباس التقویٰ سے کیا مراد ہے
- شیطان کا پہلا حملہ لباس پر
- قرآن مجید متقیوں کے لئے ہدایت
- متقیوں کے اوصاف
- صرف حقوق اللہ ادا کرنے کا نام تقویٰ نہیں ہے
- تمام آسمانی کتابیں متقیوں کی ہدایت کے لئے اُتری ہے
- متقیوں کے لئے خوشخبری
- قرآن مجید میں تقویٰ کا حکم
- ڈرو اللہ سے جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے
- تقویٰ اور ایمان
- تقویٰ کے لئے سچوں کی صحبت
- تقویٰ کے لئے حلال روزی لازمی
- ہر نبی نے تقویٰ کا حکم دیا
- تقویٰ کے فوائد
- متقیوں کا مقام

■ ■ ■

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین . اما بعد فقال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ .

یبنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سواٰتکم وریشا ولباس التقویٰ ذالک خیر O (الاعراف / ۲۶)

و رحمتی وسعت کل شیئی فساکتبھا للذین یتقون ویؤتون الزکوٰۃ والذین ھم باٰیتنا یومنون O (الاعراف / ۱۵۶)

یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ حق تقتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمونO(آل عمران / ۱۰۲)

وتزودوا فان خیر الزاد التقویٰ . واتقون یا ولی الالبابO(البقرہ/۱۹۷)

مثل الجنۃ التی وعد المتقون تجری من تحتھا الانھر اکلھادائم وظلھا تلک عقبی الذین اتقوا و عقبی الکفرین النار O (الرعد / ۳۵)

ان اللّٰہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون O (النحل / ۱۲۸)

لن ینال اللّٰہ لحومھا ولا دماء ھا ولکن ینالہ التقویٰ منکمO(الحج/۳۷)

یایھا الناس اتقواء ربکم واخشوا یوما لا یجزی والدعن ولدہ ولا مولودھو جاز عن والدہ شیئًا O (لقمان / ۳۳)

ان اکرمکم عنداللّٰہ اتقکم ان اللّٰہ علیم خبیر(الحجرات / ۱۳)

یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ ولتنظر نفس ماقدمت لغد واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ خبیر بما تعملون O (الحشر / ۱۸)

ومن یتق اللّٰہ یجعل له مخرجا و یرزقه من حیث لا یحتسب فاتقوا اللّٰہ ما استطعتم واسمعوا واطیعوا وانفقوا خیراً لانفسکم ومن یوق شح نفسه فاولٰئک هم المفلحون O (التغابن / ۱۲)

بعثت نبوی ﷺ سے پہلے

بزرگانِ محترم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا میں تشریف لانے سے پہلے دنیا کے لوگ بے حیائی، بیہودگی اور فحش کاری میں مبتلا تھے، حد سے زیادہ برائیوں میں مبتلا ہونے کے نتیجہ میں ان کے اندر کا احساس اور شعور بھی مردہ ہو چکا تھا، ان کی بیہودگی اور بے حیائی کی انتہاء یہ تھی کہ کعبۃ اللہ جیسے مقدس اور پاکیزہ مقام پر پہنچ کر وہ ننگے ہو کر طواف کرتے اور جب ان کو اس بیہودگی سے ٹوکا جاتا تو وہ لوگ یہ کہتے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی حالت میں پایا کہ وہ کعبۃ اللہ کا ننگے ہو کر طواف کرتے تھے، مورخین نے لکھا ہے کہ مرد دن میں ننگے ہو کر طواف کرتے اور عورتیں رات میں اسی طرح طواف کرتی تھیں، اور یہ لوگ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ ہمارے رب نے ہمیں اسی طرح طواف کرنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر (۲۸) میں اس بات کا تذکرہ موجود ہے۔

واذا فعلوا فاحشة قالوا وجدنا علیها اٰباء نا واللّٰہ امرنا بها O

اور وہ لوگ جب کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی حالت پر پایا ہے اور اللہ نے ہم کو یہی حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا:

قل ان اللّٰہ لا یامر بالفحشاء اتقولون علی اللّٰہ مالا تعلمون O

اے پیارے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا کیا تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی باتیں لگاتے ہو جس کی سند کا تم کو علم نہیں ہے؟

اولادِ آدم کے لئے لباس کا نزول

زمانۂ جاہلیت کے اس بیہودہ اور بے حیا عمل کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آدم کی اولاد سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

یبنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سواٰتکم وریشا O

اے آدم کی اولاد! ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا ہے جو تمہارے قابل شرم اعضاء کو چھپاتا ہے اور یہ لباس تمہاری زینت کا ذریعہ بھی ہے۔

تقوی کا لباس

اور یہ بات بھی یاد رکھو کہ:

ولباس التقویٰ ذالک خیر O تقویٰ کا لباس سب سے بڑھ کر ہے۔

حاضرین کرام! آج ہر مرد اور عورت اس لباس سے تو واقف ہے جو پینٹ، شرٹ، ٹائی، ٹوپی پگڑی، کرتہ پائجامہ، شرٹ شلوار اور اوڑھنی جیسے ناموں سے مشہور ہے، لیکن قرآن مجید نے آدم کی اولاد کو ایک اور لباس سے روشناس کیا ہے اور وہ ہے تقویٰ کا لباس اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لباس کو بہتر لباس قرار دیا۔

و لباس التقویٰ ذالک خیر O

لباس التقویٰ سے کیا مراد ہے؟

مفسرین علماء کرام کے نزدیک لباس التقویٰ سے مختلف چیزیں مراد ہیں، حضرت قتادہؒ لباس التقویٰ سے ایمان مراد لیتے ہیں، حضرت حسن بصریؒ نے لباس التقویٰ سے حیا اور شرم مراد لی ہے، اس لئے کہ حیاء ہی تقویٰ کا ذریعہ ہے، جس میں حیاء نہ ہو وہ متقی نہیں بن سکتا اور تقویٰ کی بنیاد حیا پر ہے، حضرت ابن عباسؓ نے لباس التقویٰ سے نیک اعمال مراد لیا ہے، ظاہر ہے کہ جس کے اعمال نیک ہوں گے وہ متقی و پرہیزگار رہوگا۔

اس آیت پر ہم غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں انسان کو پیدا کیا ہے وہیں اس کیلئے لباس بھی پیدا کر دیا ہے، گویا لباس انسانوں کی اہم اور بنیادی ضرورت ہے۔

شیطان کا پہلا حملہ لباس پر

شیطان نے سب سے پہلا حملہ دنیا کے سب سے پہلے انسان پر جو کیا ہے اسی لباس پر کیا ہے، قرآن مجید کی اس آیت پر توجہ دیجئے، اللہ تعالیٰ آدم کی اولاد کو متنبہ اور چوکنا کر رہے ہیں کہ:

یبنی آدم لایفتننکم الشیطٰن کما اخرج ابویکم من الجنة ینزع عنھما لباسھما لیبد یھما سوٰاتھما O

اے آدم کی اولاد! شیطان تم کو دھوکہ نہ دینے پائے اور گمراہ کر کے جنت سے محروم نہ کردے جیسا کہ تمہارے ماں باپ کو یعنی آدم اور حوا کو دھوکہ دے کر جنت سے نکلوانے کا سبب بنا اس حالت میں کہ ان کا لباس بھی ان کے جسم سے اتروادیا تا کہ ان کو ان کے پردہ کا بدن دکھائی دینے لگے۔

ہم اس آیت سے یہ سمجھ سکتے ہیں کہ شیطان نے آدم وحوا پر جو حملہ کیا ہے اس کا سب سے پہلا اثر یہی ہوا کہ ان کے جسم سے جنت کا لباس اتر گیا، تقویٰ سے محروم ہونے کا سب سے بڑا سبب یہی بے حیائی ہے، جب تک آدمی تقویٰ کے دائرہ میں ہوتا ہے باحیا اور باشرم رہتا ہے اور جب آدمی تقویٰ کے دائرہ سے نکل جاتا ہے تو پھر بے حیا اور بے شرم بن جاتا ہے۔

بزرگان محترم! قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں اگر تقویٰ سے متعلق گفتگو کرنی ہو تو اس کے کئی پہلو ہیں، سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ متقی کسے کہتے ہیں؟ پھر یہ دیکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس انداز سے تقویٰ کا حکم دیا ہے، اس کے بعد ہمیں اس بات پر توجہ دینی چاہئے کہ تقویٰ کی فضیلت اور اہمیت کیا ہے اور متقیوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کس قسم کی جزاء دی جائے گی اور ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ تقویٰ کے دنیوی اور اخروی فوائد کیا کیا ہیں؟ قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت سورۂ بقرہ ہے جس کی پہلی آیت ہی میں اللہ تعالیٰ نے متقیوں کا تذکرہ فرمایا ہے کہ:

قرآن مجید متقیوں کیلئے ہدایت ہے

الم ذالک الکتب لا ریب فیه ھدی للمتقین O

قرآن مجید وہ عظیم کتاب ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں اور یہ کتاب متقیوں کے لئے ہدایت ہے۔

اس کے بعد متقیوں کے اوصاف بیان کئے گئے کہ:

الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰة ومما رزقنٰھم ینفقون O

متقی یعنی اللہ سے ڈرنے والے وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ انہیں دے رکھا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

اس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تقویٰ کے لئے ایمان بالغیب بھی ضروری ہے اور اس ایمان کے تقاضہ کے مطابق بدنی عبادت یعنی نماز کا قائم کرنا بھی ضروری ہے اور مالی عبادت یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بھی ضروری ہے۔

متقیوں کے اوصاف

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۱۷۷) میں متقیوں کے اوصاف تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں

لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللّٰہ والیوم الآخر والملٰئکۃ والکتب والنبیین و اٰتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ و الیتمیٰ والمسکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصبرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولٰئک الذین صدقوا واولئک ھم المتقون O

اس آیت میں یہ بات بتلائی گئی ہے کہ سارا کمال اسی میں نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کرلو یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ اصل کمال تو یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے صفات پر ایمان ویقین رکھے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور آسمانی کتابوں اور پیغمبروں پر بھی ایمان ویقین رکھے اور اسی کے ساتھ ساتھ اللہ کی محبت میں اپنا مال ضرورتمندوں پر، رشتہ داروں پر، تیموں پر اور محتاج مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور غلاموں کی گردن چھڑانے پر خرچ کرے اور نماز کی پابندی رکھے اور زکوٰۃ ادا کرے اور اپنے عہد کو پورا کرے اور صبر وتحمل سے کام لے تنگدستی میں بھی اور بیماری میں بھی اور جنگ وجدال میں بھی۔ ایسے ہی لوگ سچے اور متقی ہوتے ہیں

یہ سارے اوصاف جو اس آیت میں بیان کئے گئے ہیں متقیوں اور سچے لوگوں کے ہیں۔

صرف حقوق اللہ ادا کرنے کا نام تقویٰ نہیں ہے

اس آیت سے معلوم یہ ہوا کہ ایک متقی کو کن کن اوصاف کا حامل ہونا چاہئے، ایک آدمی کے متقی بننے کیلئے صرف اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرلینا کافی نہیں کہ پانچ وقت کی نماز پڑھ لے اور تہجد

کا پابند ہو جائے بلکہ ایک آدمی کے متقی ہونے کے لئے ایمان کی سلامتی، اعمال کی درستگی، معاشرتی زندگی کی صفائی اور معاملات میں ایثار و ہمدردی کی بھی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے والا ہی متقی اور پرہیزگار ہے، جس آدمی کا تقویٰ اللہ کے حقوق اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کا پابند بنا دے اور حقوق تلفی سے روک دے وہی شخص اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں حقیقی متقی اور پرہیزگار ہے۔

متقی کی ذمہ داری صرف پنج وقتہ نماز پڑھنا ماہِ رمضان کے روزے رکھنا اور کعبۃ اللہ کا حج ادا کرنا ہی نہیں ہے بلکہ ان اعمال و افعال کے ساتھ ساتھ بندوں کے حقوق کا پورا پورا لحاظ رکھنا بھی متقیوں کی ذمہ داری ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۱۸۱) میں اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص پر جس کو اپنی موت قریب محسوس ہو یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ اپنے چھوڑے ہوئے مال کے بارے میں اپنے ماں باپ اور دوسرے رشتہ دار و متعلقین کے حق میں وصیت کر دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كتب عليكم اذا حضر احدكم الموت ان ترك خيرا ۨالوصية للوالدين والا قربين بالمعروف حقا على المتقين O (البقرہ/۱۸۰)

اے لوگو! تم پر یہ بات فرض کی گئی ہے جب کہ کسی کو موت نزدیک معلوم ہو اور مال بھی چھوڑ کر جا رہے ہو تو اس مال کے بارے میں وصیت کریں۔

اس آیت کے آخری ٹکڑے پر آپ حضرات غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے **حقاً على المتقين** فرمایا کہ متقیوں پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے چھوڑے جانے والے مال کے بارے میں وصیت کریں تا کہ حقدار کو حق پہنچے، معلوم ہوا کہ تقویٰ کا تعلق حقوق اللہ سے بھی ہے اور حقوق العباد سے بھی ہے۔

تمام آسمانی کتابیں متقیوں کی ہدایت کیلئے اتری ہیں

بزرگانِ محترم! آسمانی کتابیں اس لئے نازل کی گئیں تا کہ یہ آسمانی کتابیں متقیوں کے لئے ہدایت اور نصیحت کا ذریعہ بن جائیں اسی لئے تورات جیسی مقدس آسمانی کتاب کا تذکرہ کرتے ہوئے سورۂ انبیاء کی آیت نمبر (۴۸) میں فرمایا گیا:

ولقد اٰتینا موسیٰ وھٰرون الفرقان وضیاء وذکراً للمتقین O

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہ السلام کو ایک فیصلہ کرنے والی اور روشنی کی چیز عطا کی جو حق اور باطل کے درمیان فیصلے کرتی ہے اور باطل کی تاریکی میں حق کی راہ بتلاتی ہے اور راہِ حق پر چلنے والوں کے لئے روشنی فراہم کرتی ہے اور اس آسمانی و آفاقی کتاب کو " ذکراً للمتقین متقیوں کے لئے نصیحت کی چیز بنادیا"۔

متقیوں کے لئے خوشخبری

اور قرآن مجید کا تعلق بھی متقیوں کے ساتھ خاص ہے چنانچہ سورۂ مریم کی آیت نمبر (۹۷) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فانما یسرنہ بلسانک لتبشر بہ المتقین و تنذر بہ قوماً لدا O

اے پیارے پیغمبر! ہم نے اس قرآن حکیم کو آپ کی زبان میں اس لئے آسان بنا کر پیش کیا تا کہ آپ اس کتاب کے ذریعہ متقیوں کو خوشخبری سنائیں اور جھگڑالو آدمیوں کو اس سے خوف دلائیں۔

بزرگانِ محترم! آپ اس آیت سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آسمانی کتابوں سے متقیوں کا خاص تعلق اور گہرا ربط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورۂ طہٰ کی آیت نمبر (۱۱۳) میں بھی اللہ تعالیٰ نزول قرآن کا مقصد بیان فرماتے ہیں:

و کذالک انزلنہ قراٰناً عربیا و صرفنا فیہ من الوعید لعلھم یتقون او یحدث لھم ذکراً O

ہم نے اسی طرح قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل کیا اور ہم نے اس قرآن مجید میں طرح طرح کی وعیدیں بیان کیں تا کہ لوگ ان وعیدوں کے ذریعہ متقی بن جائیں یا یہ قرآن مجید ان کے اندر سمجھ بوجھ پیدا کردے۔

قرآن مجید میں تقویٰ کا حکم

حاضرین کرام! قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بار بار تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، بیسیوں آیتیں آپ کو ایسی ملیں گی جن میں اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے اور بطور خاص ایمان والوں سے

تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۱۸۹) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

واتقوا اللّٰہ لعلکم تفلحون O

لوگو! اللہ سے ڈرتے رہو امید ہے کہ تم اس تقوی کی وجہ سے کامیاب ہو جاؤ۔

معلوم یہ ہوا کہ کامیابی کا دار و مدار تقویٰ پر ہے، جس شخص نے تقویٰ کی روش اختیار کی اس نے دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل کی۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۱۹۴) میں فرمایا:

واتقوا اللّٰہ و اعلموا ان اللّٰہ مع المتقین O

لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کے ساتھ یعنی متقیوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔

بزرگانِ محترم! اگر اللہ تعالیٰ نے خود یہ اعلان فرمایا ہے کہ ہم متقیوں کے ساتھ ہیں تو وہ کون بدنصیب ہوگا جو یہ چاہے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ نہ رہیں، بلکہ ہر مومن و مسلمان کی یہ آرزو، طلب، تڑپ اور تمنا ہوگی کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوں اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہوتے ہیں جن میں تقویٰ ہوتا ہے۔ اسی لئے اس آیت میں کہہ دیا گیا کہ:

واعلموا ان اللّٰہ مع المتقین . یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔

اسی سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۱۹۷) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

و اتقون یا ولی الالباب . اے عقل مندو! مجھ سے ہی ڈرتے رہو۔

اس مختصر سے آفاقی جملہ پر آپ غور فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ نے اشارتاً یہ بات بیان کر دی کہ جو عقلمند ہوتا ہے وہ تقویٰ اختیار کرتا ہے اور جو نادان ہوتا ہے وہ تقویٰ و پرہیزگاری سے اپنا تعلق توڑ لیتا ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۲۰۳) میں فرمایا گیا:

و اتقوا اللّٰہ و اعلموا انکم الیہ تحشرون O

اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور یہ بات جان لو کہ تم سب اسی رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کی طرف جمع کئے جاؤ گے

ڈرو اللہ سے جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے

سورۂ آل عمران کی آیت نمبر (۲۰۳) میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ حق تقتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حق ہے۔

اس آیت میں بطور خاص اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے بارے میں یہ واضح حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو **حق تقتہ** جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اب سوال یہ ہے کہ تقویٰ کا حق کیا ہے جس سے آدمی واقعی متقی بن جائے؟ اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے نبی کریم ﷺ سے اس کی وضاحت نقل کی ہے۔

حق تقتہ ھو ان یطاع فلا یعص و یذکر فلا ینسی ویشکر ولا یکفر

تقویٰ کا حق یہ ہے کہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے اور کوئی کام اطاعت کے خلاف نہ کیا جائے، اور اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ یاد رکھا جائے کبھی نہ بھولیں، اور اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ شکر ادا کریں اور کبھی ناشکری نہ کریں۔

حق تقویٰ کی یہ تعریف واقعی جامع تعریف ہے، ہم اگر زندگی کے ہر گوشہ میں اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور کوئی بھی کام اطاعت کے خلاف نہ کریں اور اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، آتے جاتے، سوتے جاگتے، پڑھتے لکھتے، غرض ہر وقت اگر اللہ تعالیٰ کی یاد دل میں رہے اور اس کو نہ بھولیں تو ظاہر ہے کہ آدمی گناہ کہاں کرے گا؟ اور ہر وقت اللہ کا شکر کرنے کی عادت جب ہو جائے تو پھر آدمی واقعی متقی اور پرہیزگار بن جائے گا۔

سورۂ تغابن کی آیت نمبر ۱۶ میں **واتقوا اللّٰہ ما استطعتم** بھی آیا ہے جس قدر تم اللہ تعالیٰ سے ڈر سکتے ہو ڈرو' اس کا مطلب یہ ہے کہ گناہوں سے اور نافرمانیوں سے بچنے میں اپنی جس قدر طاقت اور توانائی صرف کر سکتے ہو صرف کرو تو ایسی صورت میں تقویٰ کا حق واقعی ادا ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے مختلف انداز سے تقویٰ کا حکم اپنے بندوں کو دیا ہے چنانچہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر (۴) میں فرمایا:

واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ سریع الحساب O

لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرواور یہ بات یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والے ہیں۔

اس آیت سے یہ نکتہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ اگر انسان آخرت کے دن کے حساب کو ہمیشہ ذہن میں رکھے گا تو پھراس کے لئے متقی بننا آسان ہوجائے گا، تجربہ سے ہم اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ جن لوگوں کے دل میں آخرت کا یقین، نامۂ اعمال کا تصور، مرنے کے بعد جی اٹھنے کا احساس، پلصراط پر سے گزرنے کی فکر، میدانِ محشر کی ہولنا کی کا شعور ہوتا ہے ایسے لوگوں کے دل میں تقویٰ کی کیفیت زیادہ محسوس ہوتی ہے اور ایسے لوگ جن کو صرف موت سے پہلے کی زندگی کا تصور ہواور موت اور موت کے بعد والی زندگی سے غافل اور لاپرواہ ہوں ایسے لوگوں سے تقویٰ کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

بہرحال ایمان کے لئے تقویٰ کا ہونا انتہائی ضروری ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ کی آیت نمبر (۵۷) میں فرمایا:

واتقوا اللّٰہ ان کنتم مومنین . اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر واقعی تم مومن ہو۔

معلوم یہ ہوا کہ ایمان والے کے لئے تقویٰ سے خالی رہنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔

سورۂ مائدہ کی آیت نمبر (۱۰۰) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فاتقوا اللّٰہ یا ولی الالباب لعلکم تفلحون O

اے عقلمندو! اگر تم واقعی مومن ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

تقویٰ اور ایمان

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس کے دل میں ایمان داخل ہوجاتا ہے اور وہ عقلمند ہوتا ہے تو وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، دنیا کی ساری چیزوں کے خوف سے وہ بالکل بے نیاز ہوجاتا ہے، ایمان اور تقویٰ ایسی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے اللہ کے بندے اس کی رحمت کے دائرہ میں آجاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف کی آیت نمبر (۱۵۶) میں فرمایا:

و رحمتی وسعت کل شیئی فساکتبھا للذین یتقون ویوتون الزکوٰۃ والذین ھم باٰیتنا یومنون O

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی وسعت وکشادگی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ **ورحمتی وسعت کل شیئی** میری رحمت تمام چیزوں پر بھاری ہے اور میں اس رحمت کو ان لوگوں کے نام ضرور لکھوں گا جو مجھ سے ڈرتے ہیں، اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

تقویٰ کے لئے سچوں کی صحبت

اللہ تعالیٰ نے بار بار ایمان والوں کو پکار کر اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ تقویٰ اختیار کریں اور تقویٰ کے لئے جن اعمال کے اختیار کرنے کی ضرورت ہے ان اعمال کو اپنا وظیفہ بنالیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ کی آیت نمبر (۱۱۹) میں فرمایا:

یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ و کونوا مع الصدقین O

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

اس آیت سے یہ نکتہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ تقویٰ کے لئے یہ ضروری ہے کہ سچے لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے، تجربہ سے اس آیت کی تصدیق ہوسکتی ہے کہ اگر ہم چند دن کے لئے جھوٹے لوگوں کی صحبت اختیار کریں تو ہمارے دل سے تقویٰ کی کیفیت کم ہوتی ہے یا ختم ہی ہوجاتی ہے اور جب ہم سچے لوگوں کے ساتھ رہیں گے تو اس کے اثرات ہم محسوس کرسکیں گے کہ ہمارے دل میں اللہ کا خوف چھا جاتا ہے۔

تقویٰ کے لئے حلال روزی لازمی ہے

سورۂ انفال کی آیت نمبر (٦٨) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فکلوا مما غنمتم حللاً طیباً و اتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ غفور رحیم O

جو کچھ تم نے بطورِ غنیمت پایا ہے اس کو حلال پاک سمجھ کر کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔

اس آیت پر آپ غور کریں کہ حلال اور پاکیزہ مال کھانے کا حکم دیتے ہوئے تقویٰ کا حکم دیا گیا جس سے یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ جو لوگ حرام مال کھاتے ہیں وہ متقی نہیں ہوسکتے۔

ہر نبی نے تقویٰ کا حکم دیا

بزرگانِ محترم! اب تک جن آیات کے سہارے میں نے آپ کے سامنے تقویٰ سے متعلق

گفتگو کی ہے ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ تقویٰ اختیار کریں، ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے پیغمبروں کو اس دنیا میں مبعوث فرمایا تمام پیغمبروں نے اپنی اپنی قوموں کو جہاں ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا وہیں تقویٰ اختیار کرنے کا بھی انہوں نے اپنی قوموں کو حکم دیا، چنانچہ بیسیوں آیتیں اس کی گواہی دیتی ہیں۔

چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں سورۂ مومنون کی آیت نمبر (۲۳) میں یوں کہا گیا:

ولقد ارسلنا نوحا الیٰ قومه فقال یقوم اعبدوا اللّٰه مالکم من اله غیره افلا تتقون O

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا انہوں نے فرمایا:

اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا کوئی تمہارے لئے معبود بنانے کے لائق نہیں **افلا تتقون** کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟

قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا گیا انہوں نے بھی اپنی برادری سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اذ قال لهم اخوهم هود الا تتقون O (الشعراء / ۱۲۳)

اس وقت کو یاد کرو جب کہ قوم عاد کے بھائی حضرت ہود نے ان سے کہا، **الا تتقون** کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟، قوم ثمود کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تو انہوں نے اپنی قوم کو اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا۔

کذبت ثمود المرسلین اذ قال لهم اخوهم صالح الا تتقون O

قوم ثمود نے پیغمبروں کو جھٹلایا جب کہ ان سے ان کے بھائی حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا، **الا تتقون** کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟

حضرت لوط علیہ السلام کو قوم لوط کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تو انہوں نے کہا، **فاتقوا اللّٰه واطیعون** اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔

حضرت شعیب علیہ السلام کو اصحاب مدین کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تو انہوں نے فرمایا

فاتقوا اللّٰہ و اطیعون O تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مان لو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

و جئتکم بآیۃ من ربکم فاتقوا اللّٰہ و اطیعون O

میں تمہارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں تم اللہ سے ڈرو اور میری بات مان لو۔

نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ اپنی اُمت کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیں۔

قل افلا تتقون اے پیارے پیغمبر! آپ ان سے کہیے کہ کیا تم لوگ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟

قرآن مجید نے تو آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں ایک مقصد یہ بھی بتلایا کہ آپ اپنی اُمت کو ڈرائیں اور لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے لگ جائیں اور متقی بن جائیں۔

چنانچہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر (٦٣) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

او عجبتم ان جاء کم ذکر من ربکم علی رجل منکم لینذرکم ولتتقوا و لعلکم ترحمون O

کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آ گئی تا کہ وہ شخص تم کو ڈرائے اور تا کہ تم ڈر جاؤ اور تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس آیت پر آپ غور فرمائیے کہ اس میں یہی بات بتائی گئی ہے کہ آپ ﷺ کو اس لئے نبی بنا کر بھیجا گیا تا کہ لوگ متقی اور پرہیزگار بن جائیں۔

تقویٰ کے فوائد

بزرگانِ محترم! اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ تقویٰ اختیار کرنے والے کو دنیا اور آخرت میں کیا فائدہ ملتا ہے؟ انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ ایسی چیز کا حریص ہوتا ہے جس میں اس کو نفع اور فائدہ ہوتا ہے دنیا دار آدمی دنیوی نفع کو بنیاد بناتا ہے اور دیندار آدمی اخروی نفع کو بنیاد بناتا ہے، ہم

مومن ومسلمان ہیں ہمیں دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو ترجیح دینا چاہئے ،اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے سورۃ الضحیٰ میں فرمایا:

وللآخرۃ خیرلک من الاولیٰ O

اے پیارے پیغمبر! آخرت آپ کے لئے دنیا کے مقابلہ میں بہتر ہے۔

دینی اعمال کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے دنیوی فائدہ بھی ہوتا ہے اور اخروی فائدہ بھی ہوتا ہے، یعنی دینی اعمال میں مصروف ومشغول رہنے والا دنیا میں بھی فائدہ میں ہے اور آخرت میں بھی فائدہ میں رہے گا۔تقویٰ بھی ایک ایسا جامع عمل ہے جس کا فائدہ ہم دنیا میں بھی محسوس کرسکتے ہیں اور آخرت میں بھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا:

ومن یتق اللّٰہ یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب O

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور تقویٰ والی زندگی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے راہیں کھول دیتے ہیں۔اور اس کو اس طرح رزق دیتے ہیں کہ اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔

آج ہر شخص چاہے وہ امیر ہو کہ غریب، مرد ہو کہ عورت، بچہ ہو کہ بوڑھا، سب کو رزق کی فکر ہے، روزی روٹی کی فکر ہے، معاش کی تلاش میں آج ہر شخص حیران پریشان ہے اور اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ وعدہ فرمارہے ہیں کہ جو تقویٰ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی مشکلات کو آسانیوں میں بدلیں گے۔چنانچہ فرمایا:

ومن یتق اللّٰہ یجعل له من امره یسراً O

جو کوئی اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے کاموں کو آسان کردیں گے۔

ویرزقه من حیث لا یحتسب O اور اس کو بے گمان رزق عطا فرمائیں گے۔

ظاہر ہے کہ تقویٰ کا یہ نقد فائدہ ہے،اور دنیا ہی میں اس کا بہترین صلہ اور اس کی جزاء ہے۔

بزرگانِ محترم! تقویٰ کی بنیاد پر آسمان سے برکتیں نازل ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف کی آیت نمبر(۹۶) میں پچھلی قوموں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

ولو ان اهل القریٰ امنوا واتقوا لفتحنا علیهم برکت من السماء O

اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور نافرمانی سے پرہیز کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔

برکت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر طرف سے برکت کے دروازے کھول دیتے، آسمان سے پانی ضرورت کے مطابق وقت پر برستا، زمین سے ہر چیز خواہش کے مطابق پیدا ہوتی، پھر ان چیزوں سے نفع اٹھانے اور راحت حاصل کرنے کے سامان جمع کر دیئے جاتے کہ کوئی پریشانی اور فکر لاحق نہ ہوتی۔

بزرگانِ محترم! آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ تقویٰ سے ہماری زندگیاں خالی اور عاری ہو چکی ہیں جس کے نتائج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ نہ وقت پر آسمان سے بارش ہو رہی ہے اور نہ خواہش کے مطابق زمین سے پیداوار ہو رہی ہے، یہ حالات کیوں پیش آرہے ہیں؟ اس لئے کہ آج ہمارے اندر تقویٰ نہیں ہیں، اگر ہمارا ایمان مضبوط ہو، عقیدہ درست ہو اور تقویٰ ہماری زندگیوں میں آجائے تو ہم اپنی آنکھوں سے برکتوں کے نزول کے منظر دیکھ سکیں گے۔

تقویٰ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس صفت کو اختیار کرنے کی وجہ سے اللہ کا بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے، چنانچہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر (۷۶) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بلیٰ من اوفیٰ بعهده واتقی فان اللّٰه یحب المتقین O

جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے بیشک اللہ تعالیٰ متقیوں کو محبوب بنا لیتے ہیں

کس قدر خوش نصیب ہے وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جائے، یہ تو دنیوی فائدہ ہے اور متقیوں کے لئے قرآن مجید نے جو اخروی فائدے بیان کئے ہیں اس سے متعلق بیسیوں آیتیں ہیں۔

میں چاہوں گا کہ آیاتِ قرآنی کی روشنی میں یہ بتلاؤں کہ متقیوں کے لئے اخروی فائدے کیا کیا ہیں؟

سورۂ آل عمران کی آیت نمبر (۱۵) گواہی دے رہی ہے کہ جو لوگ متقی ہوتے ہیں وہ جنتی ہوتے ہیں۔

للذین اتقوا عند ربهم جنت تجری من تحتها الانهر خلدین فیها وازواج مطهرة و رضوان من اللّٰه O

ایسے لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں ان کے مالک حقیقی کے پاس ایسے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں وہ متقی ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کے لئے ایسی بیویاں ہوں گی جو صاف ستھری ہوں گی اور اس سے بڑھ کر یہ نعمت ہوگی کہ ایسے متقیوں سے اللہ تعالیٰ راضی اور خوش رہیں گے۔

صرف اس ایک آیت سے متقیوں کے لئے نعمتوں کی کس قدر بارش محسوس ہو رہی ہے کہ جنت کے باغات بھی مہیا ہیں، اس کے نیچے نہریں بھی ہیں، پاکیزہ بیویاں بھی میسر ہیں، پھر اللہ کی رضا مندی بھی مل رہی ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر (۱۳۳) میں جنت کے ساتھ مغفرت کا اعلان بھی متقیوں کے لئے ہے۔

وسارعوا الیٰ مغفرة من ربکم و جنة عرضها السمٰوٰت والارض اعدت للمتقین O

مغفرت کی طرف دوڑو جو مغفرت تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی اور لمبائی آسمان زمین جیسی ہے اور **اعدت للمتقین** یہ جنت متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے، معلوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت حاصل کرنے اور جنت پانے کا ذریعہ یہ ہے کہ آدمی تقویٰ والی زندگی اختیار کر لے۔

سورۂ آل عمران کی آیت نمبر (۱۹۸) میں بھی کہا گیا:

لکن الذین اتقوا ربهم لهم جنت تجری من تحتها الانهر O

لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈریں ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی

سورۂ مائدہ کی آیت نمبر (۶۵) سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور تقویٰ کا صلہ اللہ تعالیٰ اس طرح عطا فرما دیتے ہیں کہ ان مومنوں اور متقیوں کے گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں اور انہیں **جنت النعیم** نعمتوں والی جنت میں داخل فرما دیتے ہیں، چنانچہ فرمایا:

ولو ان اهل الکتب اٰمنوا واتقوا لکفرنا عنهم سیاتهم ولا دخلنهم جنت النعیم O

اگر یہ اہل کتاب ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور ان کی تمام برائیاں معاف کردیتے اور ضرور ان کو نعمتوں کے باغوں میں داخل کردیتے، معلوم یہ ہوا کہ تقویٰ وہ عظیم طاقت ہے جس کے ذریعہ آدمی جنت جیسی نعمت حاصل کرسکتا ہے۔

اور موت کے بعد کی ابدی ودائمی زندگی انہی لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اس دنیا میں تقویٰ والی زندگی بسر کرتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام کی آیت نمبر (۳۲) میں فرمایا:

وللدار الآخرة خير للذين يتقون O

اور آخرت کا گھر متقیوں کے لئے بہتر ہے۔

اور جو لوگ متقی ہوتے ہیں ان کے لئے آخرت میں نہ کوئی خوف رہے گا اور نہ غم ان کے قریب آئے گا، چنانچہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر (۳۵) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فمن اتقیٰ واصلح فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون O

جو شخص تقویٰ اختیار کرے گا اور اپنی زندگی درست رکھے گا ایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

یعنی متقیوں کے لئے امن، چین، اطمینان، خوشی، آرام اور راحت نصیب ہوگی۔

بزرگانِ محترم! ہر مومن ومسلمان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کا انجام اچھا ہو اور قرآن مجید نے یہ اعلان کیا ہے کہ نیک انجام انہی لوگوں کا ہوگا جو متقی اور پرہیزگار رہوں، چنانچہ سورۂ ھود کی آیت نمبر (۴۶) میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

فاصبر ان العاقبة للمتقين پیغمبر! آپ صبر کیجئے یقیناً نیک انجامی تو متقیوں کے لئے ہی ہے

وہ جنت جس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے لاکھوں نعمتوں سے اور ہزاروں قسم کی راحتوں سے بھر دیا ہے اس کا وعدہ قرآن مجید کے ذریعہ متقیوں کے لئے ہی کیا گیا ہے، چنانچہ سورۂ رعد کی آیت نمبر (۳۵) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مثل الجنة التی وعدالمتقون تجری من تحتها الانهر O

جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی

اکلها دائم و ظلها . جنت کے پھل اور جنت کا سایہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

حاضرین کرام! دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ درخت پر پھل صرف اس کے موسم پر ظاہر ہوتا ہے اور جیسے جیسے لوگ اس درخت سے پھل توڑتے جاتے ہیں پھل ختم ہوتے جاتے ہیں لیکن متقیوں کے لئے جو جنت دی جائے گی اس جنت میں میووں اور پھلوں کے جو درخت ہوں گے ان درختوں میں ہمیشہ ہمیشہ پھل موجود ہوں گے، جب کبھی کوئی جنتی اس درخت سے پھل توڑے گا اس جگہ دوسرا پھل آ موجود ہوگا۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ سورج کے طلوع وغروب کی وجہ سے سایہ بڑھتا اور گھٹتا رہتا ہے جس کے نتیجہ میں ہمیں کبھی سایہ ملتا ہے کبھی سایہ نہیں ملتا، مگر جنت میں متقیوں کے لئے جو سایہ ہوگا وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا جنت کی روشنی سورج کی روشنی سے بے نیاز ہوگی۔

اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے تاکید کے طور پر فرمایا:

تلک عقبی الذین اتقوا . یہ انجام ہے متقیوں کا

بزرگانِ محترم! سورۂ نحل کی آیت نمبر (۳۰) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

للذین احسنوا فی هذه الدنیا حسنة ولدار الآخرة خیر ولنعم دار المتقین O

جن لوگوں نے نیک کام کئے ان کے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور عالم آخرت تو اور زیادہ بہتر ہے اور متقیوں کے لئے آخرت کا گھر بہترین گھر ہے۔

بزرگانِ محترم! اگر ہم اور آپ واقعی یہ چاہتے ہیں کہ ہم جنت کے وارث بن جائیں تو یہ جنت مفت میں نہیں ملے گی بلکہ اس کے لئے اس دنیوی زندگی میں محنت وریاضت کرنی ہوگی، عبادتِ خداوندی کرنی ہوگی، ایمان کامل اور یقین کامل کے ساتھ جینا ہوگا، اللہ تعالیٰ کے اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے ہوں گے، اعمال صالحہ کرنے ہوں گے اعمال سیئہ چھوڑنے ہوں گے، اچھی اور سچی معاشرتی زندگی اختیار کرنی ہوگی، معاملات میں صفائی رکھنی ہوگی، اخلاقِ حسنہ اختیار کرنے ہوں گے، برے اخلاق چھوڑنے ہوں گے اور تقویٰ والی زندگی کے دائرہ میں ہمیں

آنا ہوگا اسی وقت ہم اس جنت کے وارث بن سکیں گے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مریم کی آیت نمبر (٦٣) میں فرمایا:

تلک الجنة التی نورث من عبادنا من کان تقیا O

یہ جنت ایسی ہے کہ ہم اپنے بندوں میں سے اس کا مالک صرف ایسے لوگوں کو بنائیں گے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہوں۔

اگر ہم واقعی متقی ہیں تو ہمارے لئے یہ بڑی خوشخبری کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہم معزز مہمان بن کر قیامت کے دن جمع ہوں گے، چنانچہ سورۂ مریم کی آیت نمبر (٨٥) میں اللہ تعالیٰ نے یہ خوشخبری متقیوں کو دی۔

یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفداً O

ہم متقیوں کو رحمان کی طرف مہمان بنا کر حشر کے دن جمع کریں گے۔

بزرگانِ محترم! اگر دنیا میں ہم مال و دولت کے اعتبار سے پیچھے ہوں، اونچے محلات میں رہنے سے محروم ہوں تو ہمیں افسوس کرنے کی یا رنجیدہ وملول ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اگر ہم میں تقویٰ ہوگا اور واقعی ہم متقی ہوں گے تو پھر چند روزہ زندگی کے بعد جب ہم موت کے اسٹیشن سے پار ہو جائیں گے اور میدان محشر قائم ہوگا اور ہمارے تقویٰ کی بنیاد پر ہمارے حق میں جنت کا فیصلہ ہوگا (اللہ کرے کہ ہم اس کے فضل وکرم سے جنتی بن جائیں) تو اس جنت میں ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اونچے اونچے محلات میں ضرور رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ زمر کی آیت نمبر (١٠) میں فرمایا:

قل یعباد الذین اتقوا ربهم لهم غرف من فوقها غرف مبنية تجری من تحتها الانهر O

اے پیغمبر! آپ فرما دیجئے اے وہ بندو! جنہوں نے تقویٰ والی زندگی اختیار کی اور اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے تمہارے لئے جنت کے بالا خانے ہوں گے اور جن کے اوپر اور بالا خانے ہوں گے جو بنے ہوئے تیار ہوں گے ان کے نیچے نہریں چل رہی ہوں گی۔

دنیا میں بڑے بڑے بنگلوں کے سامنے غلاظت کی نہریں بہتی ہیں، ڈرینج کا پانی بہتا ہے، لیکن جو لوگ واقعی متقی ہوں گے ان کو جنت میں ایسے ایسے بنگلے دیئے جائیں گے کہ ان بنگلوں کے نیچے صاف وشفاف پانی کا نہریں جاری ہوں گی۔

حاضرین کرام! جولوگ تقویٰ کی روش پر چلتے ہیں ان کے لئے کامیابی کے ساتھ ساتھ دوزخ سے نجات کا وعدہ بھی قرآن مجید میں کیا گیا ہے، چنانچہ سورۂ زمر کی آیت نمبر (٦١) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وینجی اللّٰہ الذین اتقوا بمفازتھم لایمسھم السوء ولاھم یحزنون

جولوگ متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں، کفر وشرک اور معصیت ونافرمانی سے دور رہتے ہیں ان خوش نصیب اور سعادتمند لوگوں کو اللہ تعالیٰ کامیابی کے ساتھ دوزخ سے نجات دیں گے، **لایمسھم السوء** ان متقیوں کو نہ کوئی تکلیف پہنچے گی، **ولاھم یحزنون** اور نہ وہ لوگ غمگین ہوں گے۔

قیامت کے دن متقیوں کا جو اعزاز ہوگا اور ان کے ایمان اور تقویٰ کی پختگی کے اعتبار سے ان کی جو مختلف جماعتیں بنیں گی اور انہیں جس شاہانہ استقبال کے ساتھ جنت کی طرف لے جایا جائے گا ان کے لئے جنت کے دروازے کھولے جائیں گے اور ان کے لئے معزز اور محافظ فرشتوں کی طرف سے سلامتی کی جو گونج اٹھے گی اور انہیں جو خوشخبریاں دی جائیں گی اس کی تفصیل اسی سورۂ زمر کی آیت نمبر (٧٣) اور (٧٤) میں یوں بیان کی گئی ہے۔

وسیق الذین اتقوا ربھم الی الجنۃ زمراً حتیٰ اذاجاء وھا و فتحت ابوابھا وقال لھم خزنتھا سلم علیکم طبتم فادخلوھا خلدین O

اور جولوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے وہ گروہ گروہ ہوکر جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس جنت کے پاس پہنچیں گے اور اس کے دروازے پہلے سے کھلے ہوئے ہوں گے تاکہ ذرا بھی دیر نہ لگے۔

مفتحۃ لھم الابواب یہ متقی اہل جنت جس وقت جنت کے دروازوں پر پہنچیں گے اس وقت ان کے استقبال میں پہلے سے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے، ایسا نہیں ہوگا کہ آنے کے

بعد دروازے کھولے جائیں، اور جنت کے دروازوں کے پاس محافظ فرشتے ان متقیوں سے اکرام واعزاز کے طور پر کہیں گے کہ السلام علیکم تم مزہ میں رہو اور **خلاین فیھا** ''اس جنت میں متقی'' جنت میں چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو دیکھ کر یوں کہیں گے۔

وقالوا الحمد للّٰہ الذین صدقنا وعدہ و اورثنا الارض نتبوا من الجنۃ حیث نشاء O

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم کو اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور ہم کو اس سرزمین جنت کا مالک بنادیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں۔

اللہ تعالیٰ نے خود یہاں فرمایا:

فنعم اجر العملین . نیک عمل کرنے والوں کا یہ اچھا بدلہ ہے۔

حاضرین کرام! قرآن مجید کی اس آیت پر بھی آپ غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے متقیوں کے اعزاز میں سورۂ ق کی آیت نمبر (۳۱) میں فرمایا:

وازلفت الجنۃ للمتقین غیر بعید O

جنت متقیوں کے قریب لائی جائے گی کہ کچھ دور نہ رہے گی۔

قرآن مجید میں متقیوں کے لئے جنت اور جنت کی نعمتوں کے دیئے جانے کے وعدے بار بار کئے گئے ہیں، چنانچہ سورۂ **ذاریٰت** کی آیت نمبر (۱۵) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان المتقین فی جنت وعیون O

متقی لوگ جنت کے باغوں میں اور چشموں میں ہوں گے۔

اٰخذین ما اٰتھم ربھم O

ان کے پروردگار نے ان کو جو اجر وثواب عطا کیا ہوگا وہ اس کو خوشی خوشی لے رہے ہوں گے

سورۂ طور کی آیت نمبر (۱۷) میں فرمایا:

ان المتقین فی جنت و نعیم O

متقی لوگ باغوں میں اور عیش وراحت کے سامان میں ہوں گے۔

رب ذوالجلال ﷺ کی طرف سے متقیوں کے لئے ہر قسم کا عیش اور ہر قسم کی راحت اور ہر قسم کا آرام دیا جائے گا اور اس عیش و آرام اور راحت کے لئے جس قسم کے ساز و سامان کی ضرورت ہوتی ہے وہ قدرت کے خزانہ سے خوب سے خوب تر دیا جائے گا۔

سورۂ قمر کی آیت نمبر (۵۴) میں فرمایا گیا:

ان المتقین فی جنت و نهر O متقی اور پرہیزگار لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے

متقیوں کا مقام

بزرگو اور دوستو! میں نے تقویٰ سے متعلق جو آیتیں تھیں ان کی روشنی میں تفصیل سے آپ کے سامنے مختلف پہلو رکھے ہیں، تقویٰ کی جس قدر فضیلت ہے اور متقیوں کے جس قدر بلند رتبے اور درجے ہیں اس کے باوجود آج ہمارے دلوں میں تقویٰ کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے، اور متقیوں کا کوئی درجہ ہمارے ذہنوں میں نہیں ہے، ہم جس کو عزت و اکرام کے قابل سمجھتے ہیں جو حکومتی سطح پر کسی بڑے عہدے پر فائز ہو، ہم ان لوگوں کو بڑے رتبہ اور درجہ والا سمجھتے ہیں جن کے پاس مال و دولت بے انتہاء ہو۔

حالانکہ عزت و اکرام کے لئے نہ مال و دولت معیار ہے اور نہ عہدہ وسلطنت معیار ہے، عزت و اکرام کے لئے جو چیز معیار ہے وہ آدمی کے دل کا تقویٰ ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ حجرات کی آیت نمبر (۱۳) میں فرمایا:

ان اکرمکم عنداللّٰہ اتقاکم O

اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں سب سے بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو

قرآن کریم جب متقی اور پرہیزگار کو سب سے زیادہ عزت سب سے زیادہ قابل اکرام و احترام، اور سب سے زیادہ شریف قرار دیتا ہو تو ہمیں اس بات کا کیا حق ہے کہ ایسے متقی لوگوں کو گھٹیا اور بے کار سمجھیں۔

جو لوگ بظاہر پھٹے حال رہتے ہیں، مال و دولت میں پیچھے ہوتے ہیں، علم و ہنر حسن و جمال، قد بقامت میں بھی وہ کسی فہرست میں نہیں ہوتے لیکن ان کا تقویٰ اس قدر اونچا ہوتا ہے کہ لوگوں

میں اگر چہ ان کا کوئی مقام نہیں ہوتا مگر اللہ کے نزدیک وہ بہت اونچے درجے کے ہوتے ہیں۔

ہمیں قرآن حکیم کی اس آیت کو پیش نظر رکھنا چاہئے اور جس انسان کو بھی تولنے کی بات آئے تو اسی کسوٹی پر تولنا چاہئے کہ کیا یہ شخص متقی اور پرہیزگار ہے، اگر واقعی وہ تقویٰ کی تمام تر علامتوں اور پرہیزگاری کے تمام تر اوصاف میں پورے اتر رہا ہے تو پھر وہی شخص یقیناً ہماری نگاہ میں بھی قابلِ اکرام واعزاز ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کے دلوں میں تقویٰ کی کیفیت پیدا کردے اور قیامت کے دن ہم سب کو متقیوں کی فہرست میں شامل کردے۔

آمین و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین .

■ ■ ■

توکل علی اللہ کا معنی کیا ہے؟

- ظاہری اسباب
- ہر چیز کے پیچھے اللہ تعالیٰ کا اِرادہ کارفرما ہے
- توکل کی حقیقت کیا ہے؟
- متوکلین جنت میں
- اسباب اختیار کرنے کی اجازت ہے
- مدد صرف اللہ سے مانگو
- آج اہم ترین مسلہ
- متقیوں کے لئے نجات کی شکل
- متوکلین کے لئے اللہ کافی ہے
- غور کرو چھوٹی بڑی مخلوقات پر
- پرندوں پر غور کرو
- مقدر کا رزق مل کر رہے گا
- اطاعت سے رزق حاصل کرو
- ایک سبق آموز واقعہ
- اللہ تعالیٰ ہی روزی کے ذمہ دار
- ہمارے لئے ہمارا رب ہی کافی ہے
- ایمان والے اللہ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں
- صحابہ کا توکل سب کے لئے نمونہ
- کامل مومن کا توکل بھی کامل ہوتا ہے
- آج ہماری حالت کیا ہے
- رب کی عطا پر بندہ راضی ہو جائے
- سارے ہی انبیاء متوکل تھے
- حضور ﷺ کو توکل کا حکم
- مادہ پرست لوگوں کا حال

■ ■ ■

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی یحی و یمیت وھو علی کل شیئی قدیر و الصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد و آلہ وصحبہ اجمعین . اما بعد فقال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ فی القرآن المجید . اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم .

قل لن یصیبنا الا ماکتب اللّٰہ لنا ھو مولٰنا وعلی اللّٰہ فلیتوکل المومنون O (التوبۃ / ۵۱)

انی توکلت علی اللّٰہ ربی و ربکم مامن دابۃ الا ھو اٰخذبنا صیتھا ان ربی علی صراط مستقیم O (ھود/ ۵۶)

انما المومنون الذین اذا ذکر اللّٰہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم اٰیتہ زادتھم ایمانا و علی ربھم یتوکلون O (الانفال / ۲)

وان جنحوا للسلم فاجنح لھا و توکل علی اللّٰہ انہ ھو السمیع العلیم O (الانفال / ۶۱)

فاذا عزمت فتوکل علی اللّٰہ ان اللّٰہ یحب المتوکلین O (آل عمران/ ۱۵۹)

وقال موسیٰ یقوم ان کنتم اٰمنتم باللّٰہ فعلیہ توکلوا ان کنتم مومنین فقالوا علی اللّٰہ توکلنا O (یونس / ۸۴)

وتوکل علی الحی الذی لایموت وسبح بحمدہ وکفی بہ بذنوب عبادہٖ خبیراً O (الفرقان / ۵۸)

ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر O (الممتحنہ / ۴)

وعن ابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ یدخل الجنۃ من امتی سبعون الفا بغیر حساب ھم الذین لا یسترفون ولا یتطیرون وعلی ربھم یتوکلون O (بخاری و مسلم)

وعن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لو انکم تتوکلون علی اللّٰہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصاً وتروح بطانا O (ترمذی ، ابن ماجہ)

حاضرین کرام! زمین وآسمان اوران کے درمیان جتنی چھوٹی بڑی چیزیں ہیں یہ سب اسی کے قبضہ میں ہیں جس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا۔

تبرک الذی بیدہ الملک وھو علی کل شیئی قدیر (الملک/۱)

بڑا عالی شان ہے وہ جس کے قبضے میں تمام سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

کائنات کا یہ سارا نظام وہی پروردگار عالم چلا رہے ہیں، اسی رب ذوالجلال ﷻ کے قبضہ میں سورج اور چاند، ستارے اور سیارے، سمندر اور پہاڑ، دریا اور تالاب، زمین اور آسمان، جمادات ونبادات، حیوانات ومعدنیات ہیں، سارے انسان اور سارے جن اسی کے قبضہ میں ہیں، دن اور رات، کامیابی اور ناکامی، عزت وذلت، ترقی وتنزل، دولت وغربت، عروج وزوال، آل واولاد، امن وسلامتی، سب اسی رب ذوالجلال کے اِرادہ میں پوشیدہ ہیں۔

اس کارخانۂ ہستی میں جو کچھ ہوا ہے اور جو کچھ ہورہا ہے اور جو کچھ ہوگا سب کچھ براہِ راست اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے فیصلہ سے ہوتا ہے۔

یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز ظاہری اسباب کے تحت دیتے ہیں، بارش اگر ہوتی ہے تو بادل ذریعہ ہے مگر بادلوں کو بکھیرنے والے اور ان سے بارش برسانے والے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔

ظاہری اسباب

انسان اگر پیدا ہوتا ہے تو ماں باپ کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے یہ ظاہری سبب ہیں حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اِرادہ فرماتے ہیں اسی وقت اولاد ہوتی ہے، صحت بظاہر ڈاکٹر کے علاج سے ہورہی ہے لیکن صحت دینے والے تو حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہیں یہی وجہ ہے کہ بہت سے بیمار ایسے ہیں کہ ڈاکٹر کے علاج کرنے کے باوجود وہ بیمار ہی رہتے ہیں۔

نفع حاصل کرنے کے لئے تجارت ذریعہ ہے مگر نفع اسی وقت ملتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نفع

دینے کا اِرادہ فرمائیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے تاجر تجارت کرنے کے باوجود نقصان میں رہتے ہیں، یہ دنیا دارالاسباب ہے یہاں ہر چیز سبب کے تحت ملتی ہے جس طرح روزانہ ہمارے گھر تازہ ترین پانی آتا ہے مگر سبب نل ہے کہ نلوں کے ذریعہ پانی ہمارے گھروں تک پہنچتا ہے ان نلوں کی حیثیت صرف سبب کی ہے یہ صرف پانی پہنچانے کے راستے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اگر ٹینک سے ان نلوں کا رابطہ منقطع ہوجائے اور تعلق ٹوٹ جائے تو پھر ہمارے گھروں تک پانی نہیں پہنچے گا۔

ہر چیز کے پیچھے اللہ کا اِرادہ کارفرما ہے

بالکل اسی طرح دنیا میں انسان کو جو کچھ ملتا ہے اسباب کے ذریعہ ملتا ہے مگر وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے اِرادہ سے ملتا ہے، قرآن مجید نے اسی حقیقت کو سورۂ توبہ کی آیت نمبر (۵۱) میں بیان فرمایا:

قل لن يصيبنا الا ما كتب الله لنا هو مولٰنا O

اے پیارے پیغمبر! آپ فرمادیجئے کہ ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑسکتا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمادیا ہے وہ ہمارا مالک ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ انسان کو جو کچھ نصیب ہوتا ہے وہی نصیب ہوتا ہے جو اس کے مقدر میں اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے۔

بزرگانِ محترم! ہماری ترقی، ہماری کامیابی، ہماری صحت، ہماری زندگی اور ہماری سلامتی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے اِرادہ پر موقوف ہے، اسی لئے ہمیں دل سے اس حقیقت پر یقین کرنا چاہئے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قل كل من عندالله . پیغمبر! آپ فرمادیجئے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے

ہمیں اپنی زندگی کے تمام مقاصد میں اور تمام کاموں میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد اور بھروسہ کرنا چاہئے اور اسی رب ذوالجلال، قادرِ مطلق، مختارِ کل، علیم وخبیر، مالکِ کل کی قدرت وطاقت اسی کی قدرت اور اسی کے فضل وکرم اور اسی کی عنایتوں اور مہربانیوں پر نظر رکھنا چاہئے، اسی رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ سے اُمید اور اسی کا خوف دل میں بٹھانا چاہئے دل میں جب یہ کیفیت جاگ جائے تو شریعت اسی کو توکل کہتی ہے۔

توکل کی حقیقت کیا ہے؟

توکل کی اصل حقیقت یہی ہے کہ ہم ہر موقع پر اپنی نظر اللہ تعالیٰ پر رکھیں اور اسی سے مانگیں۔

ہمیں سب سے بڑی طاقت پر اعتماد ہونا چاہئے، گھٹیا چیزوں سے اور کمزور مخلوقات سے ہماری تقدیر جڑی ہوئی نہیں ہے، ہماری تقدیر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے اِرادہ سے جڑی ہوئی ہے، ہماری تقدیر گھر کی چھت پر بیٹھ کر پکارنے والے کوے پر موقوف نہیں ہے یا الّو، یا بلّی کے سامنے آجانے یا سیدھی ہتھیلی کے کھجانے یا چھپکلی کے آواز کرنے یا آنکھ کے پھڑ پھڑانے پر موقوف نہیں ہے، ہماری تقدیر کا تعلق رب ذوالجلال ﷻ کے اِرادہ سے ہے، وہ لوگ یقیناً خوش نصیب ہیں جو نہ جنتر منتر کرتے ہیں اور نہ بدفالی لیتے ہیں، بلکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں۔

متوکلین جنت میں

نبی کریم ﷺ نے ایسے ہی لوگوں کے سلسلہ میں فرمایا:

بخاری اور مسلم نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا

یدخل الجنة من امتی سبعون الفا بغیر حساب هم الذین لایسترفون ولا یتطیرون وعلی ربهم یتوکلون O

میری اُمت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں چلے جائیں گے۔

بزرگانِ محترم! وہ کون خوش نصیب ہوں گے جو اس قدر بڑی تعداد میں جنت میں داخل ہوں گے، نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا، یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ منتر کرتے تھے اور نہ بدشگونی اور بدفالی لیتے تھے بلکہ اپنے پروردگار پر بھروسہ اور توکل کرتے تھے۔

اسباب اختیار کرنے کی اجازت ہے

ہم سب مسلمان اپنے مقاصد اور ضروریات کی تکمیل کے لئے اس بات کے پابند ہیں کہ ہم صرف وہی اسباب اختیار کریں جن اسباب کے اختیار کرنے کی اجازت اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے ہمیں دی ہے۔

برادرانِ ملت! ہم مسلمانوں کا یہ دینی فریضہ ہے کہ ہم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے مانگیں اور اسی سے مدد طلب کریں اور یہ یقین دل میں رکھیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں نفع دینا چاہے تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتی اور اگر اللہ تعالیٰ نقصان پہنچانا چاہیں تو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی ہمیں نفع نہیں دے سکتیں اسی حقیقت کو نبی کریم ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ سے خطاب کرتے ہوئے بطورِ خاص بیان فرمایا تھا۔

چنانچہ ترمذی نے یہ واقعہ نقل کیا ہے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک ہی سواری پر آپ ﷺ کے پیچھے سوار تھا کہ آپ ﷺ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

اے لڑکے! تو اللہ تعالیٰ کا خیال رکھ اللہ تعالیٰ تیرا خیال فرمائے گا اور دنیا و آخرت کی آفتوں اور بلاؤں سے تیری حفاظت فرمائے گا تو اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ جیسا کہ یاد رکھنا چاہئے اس کو تو اپنے سامنے پائے گا۔

مدد صرف اللہ سے مانگو

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تو کسی چیز کو مانگنا چاہے تو بس اللہ تعالیٰ سے مانگ اور جب کسی ضرورت میں تو مدد کا محتاج اور طالب ہو تو اللہ ہی سے مدد طلب کر، حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

اذا سالت فاسئل اللّٰه و اذا استعنت فاستعن باللّٰه O

جب مانگ تو اللہ سے مانگ اور جب مدد طلب کر تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس چیز سے نقصان پہنچانا چاہے اسی چیز سے تجھ کو نقصان پہنچے گا، ساری دنیا اس چیز کے علاوہ دوسری کسی چیز سے تجھ کو نقصان نہیں پہنچا سکے گی، اور اللہ تعالیٰ جس چیز سے نفع پہنچانا چاہیں اسی چیز سے تجھ کو نفع پہنچے گا، اس چیز کے علاوہ دوسری کسی چیز سے ساری دنیا کی طاقت تجھ کو نفع نہیں پہنچا سکے گی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

رفعت الاقلام وجفت الصحف O

تقدیر کے قلم اٹھ چکے ہیں اور جس پر تقدیر لکھی گئی ہے اس کے اوراق خشک ہو چکے ہیں۔

ہماری تقدیر محلّہ کے کسی غنڈہ کے اِرادہ پر موقوف نہیں ہے، ہماری تقدیر ملک کے کسی حکمران کے اِرادہ پر موقوف نہیں ہے۔ ہماری تقدیر تو صرف اللہ تعالیٰ کے اِرادہ پر موقوف ہے۔

آج کا اہم ترین مسئلہ

بزرگو اور دوستو! دنیوی امور کے لحاظ سے آج کا اہم ترین مسئلہ معاش کا مسئلہ ہے، روزی روٹی کا، کپڑے اور مکان کا مسئلہ ہے، ان مسائل سے ہر انسان دوچار ہے، صبح سے شام تک ہر ایک اسی تگ ودو میں ہے کہ کس طرح کمائے کیا کمائے؟ دن رات آج لوگ اسی فکر میں ہیں کہ وہ مکان کا کرایہ کس طرح ادا کریں، لائٹ کا بل کیسے ادا کریں؟ سودا سلف کے لئے رقم کہاں سے لائیں؟، علاج معالجہ کے لئے پیسے کہاں سے فراہم ہوں گے؟ بچوں کی فیس کس طرح ادا ہوگی؟ مہینہ بھر کا راشن کہاں سے لے آئیں گے؟

اس قسم کے سوالات کا نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں ایک ہی حل ہے کہ بندۂ مومن اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور اللہ تعالیٰ نے رزق کے حاصل کرنے کے لئے جو اسباب دنیا میں پیدا کر رکھے ہیں ان اسباب کو اختیار کرے، پھر دیکھے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی مدد آتی ہے؟

متقیوں کے لئے نجات کی شکل

اللہ تعالیٰ نے سورۂ طلاق کی دوسری آیت میں فرمایا:

ومن یتق اللّٰہ یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لایحتسب O

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تقویٰ والی زندگی گزارتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

ایک تو تقویٰ ہے جس کے ذریعہ آدمی مشکلات میں پھنسا ہو تو ان سے نجات پالیتا ہے اور رزق کے غیبی دروازے اس کے لئے کھل جاتے ہیں۔ اور دوسرا عمل یہ بتلایا گیا:

متوکلین کے لئے اللہ کافی ہے

ومن یتوکل علی اللّٰہ فهو حسبه O

جو کوئی اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہو جاتے ہیں۔ اور آخر میں فرمایا:

قد جعل اللّٰہ لکل شیئی قدراً O

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر فرما دیا ہے۔

جو لوگ واقعی اللہ تعالیٰ کے احکامات پر یقین رکھتے ہوں ان کے لئے رزق کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ اگر آدمی واقعی متقی ہو جائے اور واقعی اس کے دل میں توکل کی کیفیت ابھر جائے تو یہ بات چیلنج کے طور پر کہی جاسکتی ہے کہ رزق خود اس کے پاس آئے گا رزق کے پاس اس کو جانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔

غور کرو چھوٹی بڑی مخلوقات پر

ہمیں اس بات کا جائزہ لینا چاہئے کہ دنیا میں کتنی مخلوقات ہیں، چھوٹی مخلوقات بھی ہیں بڑی مخلوقات بھی، آبادیوں میں رہنے والی مخلوقات بھی ہیں اور جنگلوں میں رہنے والی مخلوقات بھی، زمین کی پیٹھ پر رہنے والی مخلوقات بھی ہیں اور زمین کے اندر رہنے والی مخلوقات بھی، ہواؤں میں اڑنے والی مخلوقات بھی ہیں اور پنجروں میں بسنے والی مخلوقات بھی اور ان تمام مخلوقات میں صرف انسان ہی ایک ایسی مخلوق ہے جو معاش کے لئے باقاعدہ محنت کرتا ہے، روزی روٹی کے لئے زراعت کرتا ہے، انسان کے علاوہ دوسری ایسی بڑی بڑی مخلوقات ہیں جو انسان سے کئی گنا بڑی اور قد آور ہیں مگر یہ نہ تجارت کرتی ہیں نہ ملازمت، نہ کوئی کارخانہ چلاتی ہیں اور نہ کوئی زراعت، اس کے باوجود ان کا رزق انہیں برابر مل رہا ہے، سمندروں میں رہنے والی بڑی بڑی مچھلیاں جی رہی ہیں جن کی ایک ایک وقت کی غذا منوں اور ٹنوں کے حساب سے ہے مگر ہم نے کسی دن کسی اخبار میں یہ نہیں دیکھا کہ بحیرۂ عرب کی ایک بڑی مچھلی آج اس لئے مردہ پائی گئی کہ اس کو بھوک برداشت نہ ہوئی اور اس کو غذا میسر نہ آئی، جنگلوں میں بڑی بڑی مخلوقات موجود ہیں مگر کسی دن یہ اطلاع جنگل سے نہیں آئی کہ فلاں ہاتھی اس لئے مر گیا کہ وہ بھوکا تھا، بلکہ یہ بات ضرور کہی جاسکتی ہے کہ جنگلوں میں رہنے والے آزاد درندے اور جانور جس قدر آزادی سے گھوم پھر کر جی بھر کر کھاتے ہیں اس قدر جی بھر کر وہ اس وقت نہیں کھا سکتے جب کہ ان کو حکومت کی جانب سے قائم کردہ چڑیا گھر کے پنجرے میں رکھ کر کھلایا جاتا ہے۔

چیونٹی کے پاس مہینوں کی غذا اس کی بل میں رکھی ہوئی ہے، چوہوں کے پاس برسوں کی غذا ان

کی بلوں میں رکھی ہوئی ہے، ہر ایک کو برابر غذا مل رہی ہے، مچھر سے لے کر ہاتھی تک کوئی جانور بھی بھوکا اور پیاسا نہیں ہے، دنیا کے لاکھوں کروڑوں پرندے روزانہ کھا رہے ہیں اور پی رہے ہیں۔

پرندوں پر غور کرو

اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پرندوں کی مثال دی جو صبح خالی پیٹ اپنے گھونسلوں سے نکلتے ہیں اور شام میں پیٹ بھر کر واپس ہوتے ہیں اور فرمایا کہ:

لو انکم تتوکلون علی اللّٰہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصاً وتروح بطاناً O (ابن ماجہ)

اگر تم لوگ اللہ پر ایسا توکل اور اعتماد کرو جیسا کہ اس پر توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو وہ اس طرح روزی دے گا جس طرح کہ پرندوں کو دیتا ہے وہ صبح کو بھوکے اپنے آشیانوں سے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس آتے ہیں۔

بزرگانِ محترم! آج مسئلہ پیٹ بھرنے کا نہیں ہے بلکہ آج سب سے بڑا مسئلہ توکل کی کمی کا ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات پر جس شان سے توکل کرنا چاہئے یعنی جیسا توکل کرنے کا حق ہے اگر ویسا توکل ہمارے اندر پیدا ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اسی طرح رزق دیں گے جس طرح پرندوں کو دیتے ہیں۔

مقدر کا رزق مل کر رہے گا

بزرگانِ محترم! ہمارا ایمان ویقین تو یہ ہونا چاہئے کہ جس قدر رزق اللہ تعالیٰ نے ہمارے مقدر میں لکھ دیا ہے اتنا رزق ہم جب تک نہیں کھائیں گے اس وقت تک ہمیں موت آ ہی نہیں سکتی، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ رزق کا کوئی دانہ ہمارے نام پر لکھا گیا ہو اور اس دانے کے کھائے بغیر ہم اس دنیا سے چلے جائیں۔

بیہقی کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ جبرئیل امین نے ابھی میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ:

ان نفسا لن تموت حتی تستکمل رزقھا O

کوئی بھی آدمی اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ اپنا رزق پورا نہ کرلے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مرنے سے پہلے ہر شخص کو اس کا مقدر رزق ضرور بالضرور مل جاتا ہے،

اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ، **فاتقوا اللّٰہ** ''لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو''

واجملوا فی الطلب روزی کے تلاش کرنے میں نیکی اور پرہیزگاری کا رویہ اختیار کرو

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے یہ بھی فرمایا کہ:

ولا یحملنکم استبطاء الرزق ان تطلبوہ بمعاصی اللّٰہ فانہ لا یدرک ما عنداللّٰہ الا بطاعتہ O

یہ بات یاد رکھو کہ اگر کسی وجہ سے روزی کے حاصل ہونے میں کچھ تاخیر ہوجائے تو تم اللہ کی نافرمانی اور ناجائز طریقوں سے روزی حاصل کرنے کی کوشش مت کرو، اس لئے کہ جو کچھ اللہ کے قبضہ میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہی کے ذریعہ اس سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اطاعت سے رزق حاصل کرو

حاضرین کرام! آج ہماری حالت یہ ہے کہ اگر روزی کی تنگی محسوس ہوگئی تو فوراً روزی حاصل کرنے کے ناجائز راستے اور طریقے اختیار کرنے لگتے ہیں نبی کریم ﷺ کے اس مبارک جملہ پر آپ غور فرمایئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

فانہ لا یدرک ما عنداللّٰہ الا بطاعتہ O

جو کچھ اللہ کے پاس رزق کے خزانے ہیں وہ خزانے صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعہ حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جو کچھ اپنے بندوں کو عطا کرتے ہیں وہ اسباب کے تحت عطا فرماتے ہیں یہ اور بات ہے کہ بعض مرتبہ اسباب کے بغیر بھی آدمی کو رزق مل جاتا ہے، اگر بندہ غیر معمولی توکل اور غیر معمولی تقویٰ کی روش پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ غیر معمولی مدد و نصرت فرماتے ہیں۔

ایک سبق آموز واقعہ

حضرت ابو ہریرہؓ نے زمانۂ رسالت کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ اپنے اہل وعیال کے پاس پہنچا جب اس نے ان کو فقر و فاقہ کی حالت میں دیکھا تو جنگل کی طرف چل دیا جب اس کی نیک بیوی نے دیکھا کہ شوہر اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے لئے گیا ہوا ہے تو اس عورت نے

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر بھروسہ کر کے تیاری شروع کر دی کہ اب ضرور روٹی کا انتظام ہوگا چنانچہ وہ اٹھ کر چکی کے پاس آئی اور اس کو تیار کیا تا کہ غلہ آتے ہی پکانا شروع کر دے، پھر وہ تنور کے پاس آئی اور اس کو گرم کیا تا کہ آٹا پس جانے کے بعد پھر روٹی پکانے میں دیر نہ لگے پھر اس نے خود بھی دعاء کی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے مالک! ہمیں رزق دے اس کے بعد اس نے دیکھا کہ چکی کے اطراف آٹے کے لئے جو جگہ بنی ہوئی ہے وہ آٹے سے بھری ہوئی ہے، پھر وہ تنور کے پاس گئی تو دیکھا کہ تنور بھی روٹیوں سے بھرا ہوا ہے، اس کے بعد اس کے شوہر آئے اور بیوی سے پوچھا کہ کیا میرے جانے کے بعد تم نے کچھ پایا؟

بیوی نے کہا کہ ہاں! ہمیں اپنے پروردگار کے پاس سے یہ ملا ہے، یہ سن کر وہ بھی چکی کے پاس گئے اور تعجب سے چکی اٹھا کر دیکھا پھر یہ سارا قصہ رسول اللہ ﷺ کو سنایا تو آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا معلوم ہونا چاہئے کہ اگر یہ اس چکی کو اٹھا کر نہ دیکھتے تو قیامت تک یہ چکی یوں ہی چلتی رہتی اور ہمیشہ اس سے آٹا نکلتا رہتا۔

اللہ تعالیٰ ہی روزی کے ذمہ دار ہیں

بزرگانِ محترم! روئے زمین پر جتنی بھی مخلوقات ہیں ان تمام مخلوقات کو روزی دینے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کے اوپر ہے، سورۂ ھود کی آیت نمبر (٦) میں اللہ تعالیٰ نے یہی بات بتلائی ہے کہ:

وما من دابة فی الارض الا علی اللّٰہ رزقھا O

زمین میں چلنے پھرنے والی جو مخلوق بھی ہے اس کی روزی روٹی اللہ تعالی کے ذمہ ہے۔

سورۂ عنکبوت کی آیت نمبر (٦٠) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وکاین من دابة لا تحمل رزقھا اللّٰہ یرزقھا وایاکم O

کتنے ہی چلنے والے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے ہوئے نہیں پھرتے اللہ ہی انہیں رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی۔

انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ اِرشاد نقل کیا گیا ہے جو انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی جان کی فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائیں گے اور کیا پئیں گے اور نہ اپنے بدن کی

فکر کرنا کہ کیا پہنیں گے؟ کیا غذا جان سے بڑھ کر ہے؟ کیا لباس بدن سے بڑھ کر ہے؟ ہواؤں میں اڑنے والے پرندوں کو دیکھو کہ وہ نہ زراعت کرتے ہیں اور نہ گھروں میں غذا اور اناج جمع کرتے ہیں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ انہیں کھلاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے پاس ان سے زیادہ تمہاری قدر ہے کیا وہ تم کو بھوکا چھوڑ دے گا اس لئے فکر مند ہو کر یہ نہ کہو کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پہنیں گے؟ کیونکہ ان سب چیزوں کی تلاش میں غیر قومیں رہتی ہیں اور تمہارا رب جانتا ہے کہ تم ان سب چیزوں کے محتاج ہو تم سچائی کو تلاش کرو اور اس بادشاہ حقیقی کو تلاش کرو تو یہ ساری چیزیں تم کو مل جائیں گی، کل کے لئے فکر نہ کرو کیونکہ کل کا دن اپنے لئے خود فکر کرے گا آج کے لئے آج ہی کا دکھ کافی ہے۔

ہمارے لئے ہمارا رب ہی کافی ہے

بزرگانِ محترم! ہمیں اس دنیا میں اس یقین کے ساتھ زندہ رہنا ہے کہ ہمارے کاموں کو بنانے والے اللہ تعالیٰ ہیں وہی بہترین کام بنانے والے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ:

قل حسبی اللّٰہ علیہ یتوکل المتوکلون O (الزمر / ۲۸)

پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے میرا اللہ کافی ہے توکل کرنے والے اسی ایک اللہ پر توکل کرتے ہیں۔

بزرگانِ محترم! فوجی اس احساس کے ساتھ اپنے میدان میں کام کرتا ہے کہ میں ایک فوجی ہوں، پولیس اس احساس کے ساتھ کام کرتا ہے کہ میں ایک پولیس ہوں، ڈاکٹر اس احساس کے ساتھ ڈاکٹری کرتا ہے کہ میں ایک ڈاکٹر ہوں، انجینئر اس احساس کے ساتھ اپنا کام کرتا ہے کہ میں ایک انجینئر ہوں، ایک انسان اور پھر ایک مومن و مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ احساس ہمیشہ ہمارے ذہنوں میں رہنا چاہیے کہ ہم ایک انسان ہیں اور پھر ہم مومن و مسلمان ہیں، ہم ایک اللہ کی قدرت و طاقت پر ایمان رکھنے والے اور ایک اللہ کی بات کو تسلیم کرنے والے ہیں تو پھر ایک طاقت ہم میں پیدا ہوگی وہ یہ کہ جب ہمارا ایمان رب العالمین، قادر مطلق، مختار کل اور خالق و مالک پر ہے تو وہ رب العالمین ضرور ہماری مدد کرے گا، ہمارے کام بنا دے گا، ہماری

بگڑی بنادے گا، ہماری مرادیں پوری کردے گا، ہماری حاجتوں کو پورا کرے گا، ہماری مشکلات کو آسانیوں میں بدلے گا، ہمارے لئے نجات کی راہیں پیدا کرے گا، ہمیں نقصان سے بچا کر نفع پہنچائے گا، ہمیں بیماری سے نجات دے کر صحت کی دولت بخشے گا، ہمیں ذلت کی وادیوں سے نکال کر عزت کی سربلندیوں پر پہنچائے گا، ہمیں ناکامیوں کے خطرات سے نکال کر کامیابیاں عطا کرے گا۔

ایمان والے اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں

حاضرینِ کرام! ہمیں یہ جان لینا چاہئے کہ ایمان کا تعلق توکل سے ہے اسی لئے قرآن مجید میں بیسیوں آیتیں ایسی ہیں جن سے یہ معلوم ومحسوس ہوتا ہے کہ ایمان کا توکل سے گہرا رشتہ اور تعلق ہے۔ سورہ ٔ آل عمران کی آیت نمبر (۱۲۲) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وعلی اللّٰہ فلیتوکل المومنون O

اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنا چاہئے۔

اس آیت میں ایمان والوں کے لئے توکل علی اللہ کو ضروری اور لازمی قرار دیا گیا ہے، اسی سورت کی آیت نمبر (۱۶۰) میں بھی یہی بات کہی گئی کہ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون

یہ آیت جنگِ احد کے پس منظر میں نازل ہوئی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بیان کی ہے کہ

ان ینصرکم اللّٰہ فلا غالب لکم O

اگر اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھ دیں تو تم کو کوئی شکست نہیں دے سکتا اور تمہارے مقابلہ میں کوئی جیت بھی نہیں سکتا۔

وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ O

اور اگر اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھ نہ دیں تو اس کے بعد کس میں یہ ہمت ہے کہ وہ تمہارا ساتھ دے؟

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وعلی اللّٰہ فلیتوکل المومنون O

کہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے۔

جن لوگوں کا ایمان اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے صفات پر ہوتا ہے جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ

کی عظمت، اس کی بڑائی اور کبریائی کا احساس ہوتا ہے اور جن کے ذہنوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا احساس ہوتا ہے تو ان کی نظر صرف اللہ تعالیٰ پر ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں جتنی طاقتیں ہوتی ہیں ان طاقتوں کی ان ایمان والوں کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی، چنانچہ صحابۂ کرامؓ جو نبی کریم ﷺ کی بالراست تربیت میں تھے ان صحابۂ کرام کا عالم یہی تھا کہ انہوں نے ربانی طاقت کو ذہنوں میں ہمیشہ مستحضر رکھا اور اسی طاقت پر انہوں نے بھروسہ بھی کیا۔

بزرگانِ محترم! ہمیں اس واقعہ پر بھی نظر رکھنی چاہیئے جو غزوۂ احد میں پیش آیا تھا، جب احد کی تاریخ ساز جنگ ہوئی اور آخر میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور کافروں کا لشکر مکہ کی طرف لوٹ رہا تھا، مگر اپنی شکست پر رنجیدہ تھا اور یہ چاہتا تھا کہ مسلمانوں پر دوبارہ حملہ کرنا چاہیئے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر مسلمانوں کا رعب ڈال دیا اور مجبوراً مکہ کی طرف واپس ہوگئے، مگر واپس جاتے ہوئے بعض مسافروں کے ذریعہ یہ کہلا بھیجا کہ ہم مسلمانوں پر پھر حملہ کرنے والے ہیں، حضور ﷺ کو اس بات کی اطلاع ہوئی اور آپ ﷺ نے یہ اعلان فرمایا کہ ہمیں مشرکین کا پیچھا کرنا ہے اور اس میں وہی لوگ شریک ہوں گے جو جنگ احد میں ہمارے ساتھ رہے، چنانچہ دوسو صحابۂ کرامؓ اس محاذ کے لئے تیار ہوئے اور ان مشرکین کا پیچھا کرنے کے لئے نکل گئے، راستہ میں مسلمانوں کو ایک شخص نے یہ اطلاع دی کہ مزید لشکر جمع ہوکر تم پر حملہ کرنے کے لئے آرہا ہے ظاہر ہے کہ ایسے وقت صحابۂ کرام کا بہت بڑا امتحان تھا، ہمت ہارنے اور بزدلی کا مظاہرہ کرنے کے بجائے سارے صحابۂ کرام نے ایک زبان ہوکر پورے جذبہ کے ساتھ یہ کہا کہ:

حسبنا اللہ و نعم الوکیل O

اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہے اور وہی اللہ بہترین مددگار ہے۔

سورۂ آل عمران کی آیت نمبر (۱۷۳) میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا کہ:

الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل O

یہ صحابۂ کرامؓ ایسے مخلص ہیں کہ بعض لوگوں نے ان مسلمانوں سے آکر یہ کہا کہ مکہ والوں نے

تمہارے مقابلہ کے لئے بہت بڑا سامان جمع کرلیا ہے تم کو چاہئے کہ تم ان لوگوں سے ڈروتو صحابۂ کرامؓ نے اس کا جواب عمل اور قول سے دیا ان صحابہ نے دوٹوک انداز میں فرمایا کہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین مددگار ہے۔

صحابہ کا توکل سب کے لئے نمونہ ہے

بزرگانِ محترم! صحابۂ کرام کا یہ ایمان اور توکل ہم سب کے لئے نمونہ ہے۔موجودہ دور میں ہمارے سامنے بھی اس قسم کے چیلنج آسکتے ہیں ہمیں ان کا سامنا کرنا ہے اور کم ہمت ہونے اور ہتھیار ڈال دینے کے بجائے ہمت،قوت واستقامت سے اپنے دین پر قائم رہنا چاہے اور اپنی نظر اسی رب ذوالجلال ﷻ پر رکھنی چاہے جو بڑی قوت وطاقت والا ہے۔

چنانچہ ان صحابۂ کرام کے ایمان اور ان کے پختہ اعتماد وتوکل کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی مدد آئی اور قرآن مجید نے ان کی کامیابی کی گواہی یوں دی:

فانقلبوا بنعمة من اللّٰہ و فضل لم یمسسھم سوء واتبعوا رضوان اللّٰہ O

یہ صحابۂ کرام اللہ کے انعام اور فضل کے ساتھ واپس ہوئے اور انہیں کوئی ناگواری بھی پیش نہیں آئی اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے تابع رہے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ مصیبتوں،آفتوں اور حادثات ومشکلات میں **حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل** کا ورد رکھیں اور یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان کی مدد فرمائیں گے اور ان کی مشکلات کو آسان فرمادیں گے۔

کامل مومن کا توکل بھی کامل ہوتا ہے

حاضرین کرام! میں آیات کی روشنی میں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ ایمان سے توکل کا گہرا ربط ہے ناقص مومن کا توکل بھی ناقص اور کمزور ہوتا ہے اور کامل مومن کا توکل بھی کامل ہوتا ہے، سورۂ انفال کی دوسری آیت میں مومنوں کی علامت ہی یہ بتلائی گئی ہے کہ وہ اپنے پروردگار پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

انما المومنون الذین اذا ذکر اللّٰہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم

اٰیـتـه زادتهم ایمانا و علیٰ ربهم یـتـو کلون O

ایمان والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں ان کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ مضبوط کر دیتی ہیں اور ایمان والوں کی ایک شان یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنے پروردگار پر توکل رکھتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی تین نشانیاں بتلائی ہیں ایک نشانی ایمان کی یہ ہے کہ اللہ کی یاد سے ان کے دل لرز جائیں، اور آیاتِ قرآنی کی تلاوت سے ان کا ایمان بڑھ جائے اور ان کا ایمان ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرنے والا بنا دے۔

آج ہماری حالت کیا ہے؟

آج ہم کو اپنی دکان پر بھروسہ ہے اسی لئے نماز کے اوقات میں بھی اپنی دکانوں میں مصروف رہتے ہیں اور نماز کے اوقات میں کاروبار بند کرنے کی ہمت اسی لئے نہیں ہوتی کہ ذہن میں یہ بات موجود ہے کہ اگر دکان بند کر دیں گے تو گاہک دوسری جگہ چلا جائے گا اور نفع کے بجائے نقصان ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ کی ذات پر جس کو بھروسہ اور اعتماد ہوتا ہے وہ کبھی اس قسم کی بودے خیالات میں گم نہیں ہوتا وہ اس عزم کے ساتھ جیتا ہے کہ اگر میں نماز کے وقت میں دکان بند کر دوں اور نماز پڑھ لوں تو میرا مولیٰ نفع کے لئے اور میری تجارت میں ترقی کے لئے راستے کھول دے گا۔

آج ہم کو اپنی ملازمت پر یقین و اعتماد ہے اللہ تعالیٰ پر نہیں۔

آج ہم کو اپنی زراعت پر یقین و اعتماد ہے اللہ تعالیٰ پر نہیں۔

آج ہم کو اپنی طاقت اور اپنی قوت پر اعتماد ہے اللہ تعالیٰ کی قوت و طاقت پر نہیں۔

آج ہم کو اپنے ہنر اور اپنے فن پر اعتماد ہے اللہ تعالیٰ کی ذات پر نہیں۔

آج مردوں کو اپنی بیوی اور اپنے بچوں پر اور عورتوں کو اپنے شوہر اور سرپرستوں پر اعتماد ہے اس ذات پر اعتماد نہیں جو ہر قسم کی قدرت و طاقت رکھتا ہے۔

آج ہم کو دھوکہ باز عاملوں، جعلی مرشدوں اور شعبدہ باز جادوگروں پر بھروسہ اور اعتماد ہے

اس ذات پر بھروسہ نہیں جس کے ہاتھ میں ساری دنیا کی سلطنت وحکومت ہے۔

آج ہم کو اپنے حسن، اپنی تدبیر اور اپنی قابلیت ولیاقت پر اعتماد ہے اس ذات پر اعتماد نہیں جس نے ہم میں یہ صلاحیتیں پیدا فرمائی ہیں۔

آج ہم کو بحیثیت بیمار اپنے ڈاکٹر پر اعتماد ہے اور اس پر کوئی اعتماد نہیں جس کے ہاتھ میں ڈاکٹر کی جان ہے اور جس کے ہاتھ میں بیمار کی صحت اور اس کی بیماری ہے۔

آج غریبی و مفلسی میں ہمیں اپنا سیٹھ، اپنا مالک، اپنا کفیل اور اپنے محلّہ کا مالدار یاد آتا ہے ہم کو وہ رب یاد نہیں آتا جو مالدار و غریب، چھوٹے اور بڑے سب کو روزی دے رہا ہے۔

حالانکہ مفلسی کو مالداری میں بدلنے کی قوت وطاقت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، سورۂ توبہ کی آیت نمبر (۲۸) میں اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کا اعلان فرمایا:

وان خفتم عيلة فسوف يغنيكم اللّٰه من فضله ان شاء ان اللّٰه عليم حكيم

اور اگر تم کو مفلسی اور غریبی کا خوف واندیشہ ہے تو تم اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھو اللہ تعالیٰ تم کو اپنے فضل سے اگر چاہے گا تو محتاج نہ رکھے گا تمہاری مفلسی کو دور کرے گا اور تم کو مالدار بنادے گا بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے حالات سے باخبر ہے اور وہ حکمت والا بھی ہے۔

رب کی عطا پر بندہ راضی ہوجائے

ہمیں سب سے پہلے ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے جو کچھ ہمارے پروردگار نے ہمیں دے رکھا ہے اسی پر راضی اور خوش رہنا چاہئے۔ اور اپنے مستقبل کے بارے میں اسی کی طرف رجوع ہونا چاہئے، اور یہ یقین رکھنا چاہئے کہ ہمارا مولیٰ ہمارے لئے کافی ہے اگر یہ صفت ہمارے اندر پیدا ہوجائے گی تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں وہ سب کچھ عطا کرے گا جس کی ہمیں ضرورت ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ کی آیت نمبر (۵۹) میں فرمایا:

ولو انهم رضواما اتهم اللّٰه ورسوله وقالوا حسبنا اللّٰه سيوتينا اللّٰه من فضله ورسوله انا الى اللّٰه راغبون O

اور ان کے لئے یہی بات بہتر تھی کہ اگر وہ لوگ جو کچھ اللہ نے انہیں اور ان کے رسول نے

بطور غنیمت دیا ہے اس پر راضی رہتے اور یہ کہتے تو اچھا ہوتا کہ ہمارے لئے ہمارا رب کافی ہے تو آئندہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور دے گا اور اس کے رسول دیں گے۔

اس آیت میں دورِ رسالت کے ایک خاص واقعہ کی طرف اِشارہ کیا گیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب صدقہ کا مال تقسیم فرمایا تو منافقین نے حضور ﷺ کو طعنہ دیا، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ سبق دیا کہ اللہ اور اس کے رسول جو کچھ دیں اس پر خوش رہنا ہی ایمان اور توکل کا تقاضا ہے، ہم سب کے لئے اس میں درس یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کی شان یہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلہ پر راضی رہیں اور اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کریں۔

سارے ہی انبیاء متوکل تھے

دنیا میں جتنے پیغمبر آئے کسی نے بھی ایک اللہ کے سوا کسی اور پر اعتماد اور توکل نہ کیا، ان کے سامنے طاقتور قومیں تھیں مگر انہوں نے ان قوموں کی طاقت پر بھروسہ نہیں کیا، ان کے سامنے بڑے بڑے بادشاہ تھے مگر ان پیغمبروں نے ان بادشاہوں کی قوت و طاقت پر بھروسہ نہیں کیا بلکہ تمام پیغمبروں نے اپنی زندگی کی ہر مشکل صورت میں اسی رب ذوالجلال ﷻ کو پکارا اور اسی پر بھروسہ اور اعتماد کیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے توکل کے بارے میں سورۂ یونس کی آیت نمبر (۷۱) میں یوں فرمایا گیا:

واتل علیھم نبا نوح اذ قال لقومه یقوم ان کان کبر علیکم مقامی وتذکیری بایٰت اللّٰه فعلی اللّٰه توکلت O

اے پیارے پیغمبر! آپ لوگوں کو حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ پڑھ کر سنائیے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر تم کو میرا کہنا اور نصیحت کرنا بھاری معلوم ہوتا ہے تو میرا تو اللہ ہی پر بھروسہ ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام پوری قوم کے سامنے دوٹوک انداز میں اس بات کو واضح کر رہے ہیں کہ میرا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے تم میری مخالفت میں جو کرنا چاہتے ہو کر لو میرا اعتماد تو میرے حقیقی

پروردگار پر ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ:

وما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب O

اور مجھ کو جو کچھ توفیق ہوجاتی ہے صرف اللہ ہی کی مدد سے ہے اسی ایک اللہ پر میں بھروسہ کرتا ہوں اوراسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے یہ اعلان کردیا:

انی توکلت علی اللّٰہ ربی وربکم O

میں نے اللہ پر توکل کرلیا ہے جو میرا بھی مالک ہے اورتمہارا بھی مالک ہے۔

ما من دابۃ الاھو اٰخذبنا صیتھا O

روئے زمین پر جتنے چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اسی نے پکڑ رکھی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مشکل سے مشکل ترین حالات وخطرات میں بھی ایک اللہ پر بھروسہ کیا جب بنی اسرائیل اورفرعون کالشکر دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور بظاہر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے بچنے کی اُمید ہی نہ تھی اورموت آنکھوں کے سامنے نظر آرہی تھی تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نظر صرف اسی رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کی طرف گئی جس نے ان کو نبی بنا کر بھیجا، سورۂ شعراء کی آیت نمبر(۶۱) میں اس منظر کی تفصیل یوں بیان کی گئی:

فلما تراء الجمعن قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال ان معی ربی سیھدین O

جب دونوں جماعتیں، بنی اسرائیل اورفرعون کی ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جماعت کے ساتھی کہنے لگے کہ اے موسیٰ انا لمدرکون ہم تو فرعون کے ہاتھ میں آگئے ہم کو اب کون بچا سکے گا؟ ایسے خطرناک ماحول میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو جراتمندانہ جواب دیا ہے وہ سننے کے قابل ہے اورہم سب کے لئے سبق آموز جواب ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

کلا ان معی ربی سیھدین O

اے لوگو! ہرگز ایسی بات نہیں ہے کہ تم لوگ فرعونیوں کے قبضے میں آ گئے ہو۔

اس حقیقت کو سن لو کہ ان معی ربی میرے ساتھ میرا رب موجود ہے، سیھدین وہ مجھ کو ابھی نجات اور سلامتی کا راستہ بتلا دے گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے توکل پر غور کیجئے کہ کس قدر وثوق اور اعتماد بھرے لہجہ میں یہ جواب دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے توکل واعتماد کی لاج رکھ لی اور ان کے لئے سمندروں میں غیر معمولی راستے بنا دیئے اور سمندر پار کرا دیا اور اسی سمندر میں ان کے دشمن کی فوج کو غرق کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا اور اپنی قوم کو بھی ایک اللہ پر بھروسہ کرنے کا حکم دیا چنانچہ سورۂ یونس کی آیت نمبر (۸۴) میں ہے:

وقال موسیٰ یقوم ان کنتم اٰمنتم باللّٰہ فعلیہ توکلوا ان کنتم مسلمین فقالوا علی اللّٰہ توکلنا O

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے فرمایا، اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم مسلمان ہو۔

ان کی قوم نے کہا ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا، معلوم یہ ہوا کہ نبیوں کی بنیادی تعلیم یہ تھی کہ وہ اپنی قوموں کو توکل وایمان کی تعلیم دیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے توکل کا اندازہ لگایئے، بادشاہِ وقت نمرود نے آپ کی مخالفت پر کمر باندھ لی ہے، ساری قوم آپ کو بھڑکتی آگ میں ڈالنے پر تلی ہوئی ہے، نہ خاندان ساتھ ہے نہ دوست واحباب ساتھ ہیں، سارے لوگوں نے ایک موحد ومومن شخص اور وقت کے نبی کی مخالفت پر اتحاد کا مظاہرہ کیا ہے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام ایمان کی تازگی اور توکل واعتماد کی بھرپور قوت سے لبریز اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور بھڑکتی آگ میں اپنے آپ کو ڈالے جانے پر نہ پریشان ہیں اور نہ ان کے دل میں اضطرابی کیفیت ہے بلکہ دل میں یہ یقین کامل اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر صدفی صد بھروسہ ہے کہ وہ ضرور ان کی مدد کرے گا اور اس مشکل سے وہ انہیں نکالے گا، آگ میں ڈالا بھی گیا ہے مگر وہی اعتماد، وہی بھروسہ، وہی یقین، وہی ایمانی کیفیت سے سرشار دل ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام مخالف قوم کے سامنے ڈٹ کر یہ کہہ رہے ہیں۔

انتم و اٰباء کم الا قدمون فانھم عدولی الا رب العالمین الذی خلقنی فھو یھدین والذی ھو یطعمنی و یسقین واذا مرضت فھو یشفین والذی یمیتنی ثم یحیین والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین O

اے لوگو! تم بھی اور تمہارے بڑے یہ سب میرے دشمن ہیں سوائے ایک اللہ کے جس نے مجھے پیدا کیا۔ میرا رب تو وہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا پھر اسی نے میری رہنمائی کی وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو شفا دیتا ہے اور وہی مجھے موت دیتا ہے اور وہی مجھے زندہ کرتا ہے اسی رب ذوالجلال ﷻ سے مجھے امید ہے کہ وہ مجھے قیامت کے دن معاف کردے گا۔

پوری دشمن قوم کے سامنے حق بات کا کھل کر کہہ دینا معمولی بات نہیں ہے یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جس میں ایمان بھی کامل ہو اور یقین بھی کامل ہو اور اس کا بھروسہ بھی صرف اور صرف ایک ہی ذات پر ہو۔

دشمن قوم کے مقابلہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس بلند ذات کو پکارا تھا وہ وہی رب العالمین ہے جس پر ہم سب کو توکل کرنا چاہئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسے وقت فرمایا:

ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر O

اے ہمارے پروردگار! ہم نے آپ ہی پر بھروسہ کیا اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف ہمیں لوٹنا ہے۔

پیغمبروں نے قوموں کی اذیتوں اور ایذارسانیوں کے جواب میں یہی کہا کہ ہم کو کیا ہوا کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں جبکہ اسی رب ذوالجلال ﷻ نے ہم کو ہمارا راستہ بتلایا ہے۔ ہم تمہاری تکلیفوں پر صبر کرتے ہیں۔ بھروسہ کرنے والے اللہ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر (۱۲) میں یہی بات بیان کی گئی۔

وما لنا الا نتوکل علی اللّٰہ وقد ھدانا سبلنا ولنصبرن علی ما اٰذیتمونا وعلی اللّٰہ فلیتوکل المتوکلون O

حضور ﷺ کو توکل کا حکم

تمام نبیوں کے سردار نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے بار بار توکل کرنے کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ سورۂ فرقان کی آیت نمبر (۵۸) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وتوکل علی الحی الذی لایموت وسبح بحمدہ O

اے پیارے پیغمبر! آپ اس نہ مرنے والے زندہ پروردگار پر بھروسہ کیجئے۔

سورۂ شعراء کی آیت نمبر (۲۱۷) میں حکم دیا گیا:

و توکل علی العزیز الرحیم

قدرت رکھنے والے رحم کرنے والے رب پر آپ توکل کیجئے

سورۂ احزاب کی آیت نمبر (۳) میں فرمایا:

و توکل علی اللّٰہ و کفیٰ باللّٰہ وکیلا O

اور آپ اللہ پر بھروسہ رکھئے اور اللہ کافی کارساز ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی قرآنی تعلیمات کے مطابق یہ اعلان بھی فرما دیا:

علیہ توکلت و الیہ متاب O (الرعد/ ۳۰)

میں نے اسی ایک اللہ پر بھروسہ کیا اور اسی کے پاس مجھ کو جانا ہے۔

حضور ﷺ کا توکل

بزرگانِ محترم! انبیاء کرام علیہم السلام نے مصیبتوں اور مخالفت کے ماحول میں ایک اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے زندگی گزاری اور اللہ تعالیٰ کی حمایت اور مدد ان انبیاء کرام علیہم السلام کی کامیابی کے لئے کافی ہوگئی، یہ ایک حقیقت ہے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہو اس کو بڑی بڑی طاقتیں بھی شکست نہیں دے سکتیں۔

غارِ ثور کے اس منظر کو نگاہوں میں لائیے کہ مکہ کے بڑے بڑے سردار غار ثور کے دہانے پر پہنچے ہیں اور غار ثور میں نبی کریم ﷺ اپنے رفیق غار حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ہیں اور بظاہر ان دونوں کے بچنے کے

آ ثار نہیں ہیں اور حضرت ابوبکرؓ آپ ﷺ سے کہہ رہے ہیں کہ یا رسول اللہ! دشمن غار کے دہانے پر پہنچ چکے ہیں مگر نبی کریم ﷺ کی نظر خالق و مالک، غالب و فاطر رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ پر لگی ہوئی ہے۔

اذ قال لصاحبه لا تحزن ان اللّٰه معنا O

اس وقت کو یاد کرو جبکہ نبی رحمت ﷺ نے اپنے رفیق غار حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا کہ اے ابوبکر! غم نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے یہ اہم ترین واقعات ہماری زندگی کے لئے یقیناً نمونہ ہیں، ہمیں اس قسم کے واقعات سے سبق حاصل کرنا چاہئے اور مشکل ترین حالات وحادثات میں ہمت ہارنے یا غیر اللہ کی طرف نظریں ڈالنے کے بجائے ایک اللہ کی طرف نظر رکھنی چاہئے اور اسی پر اعتماد اور بھروسہ کرنا چاہئے۔

مادہ پرست لوگوں کا حال

مادہ پرست لوگوں کا دل اس وقت مطمئن ہوتا ہے جبکہ کوئی مادی چیز ان کے سامنے ہو، ایسے لوگ پستول، رائفل، بندوق، تیر وتلوار، نیزہ وخنجر، بم وایٹم بم پر بھروسہ کرتے ہیں مگر ایمان والے اس سے زیادہ طاقتور ذات پر بھروسہ کرتے ہیں جس کے سامنے ان تمام مادی چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔

ہم سب مسلمانوں کو ایک اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے اور اسی کی طرف رجوع ہونا چاہئے، اسی سے ہر مشکل اور ہر آسان وقت میں مانگنا چاہیے اور اسی کو پکارنا چاہیے، تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اسی رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کو پکارا اور کامیابی پائی ہمیں بھی انہی کی طرح صرف اسی ایک پروردگار کو پکارنا چاہئے اور کامیابی حاصل کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ حقیقی معنی میں ہمارے اندر توکل پیدا کردے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العالمين .

■ ■ ■

صبر کی اہمیت وفضیلت
دنیوی واخروی نتائج وفوائد

- بندۂ مومن کا معاملہ ہی عجیب ہے
- ترقی مل جائے تو مغرور نہ ہوں
- مصیبت میں نا اُمیدی کے بادل نہ چھا جائیں
- مصیبت کے آغاز پر صبر کا آغاز
- تکلیف کی تشہیر نہ ہو
- قرآن مجید صبر کی تلقین کرتا ہے
- صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو
- تمام پیغمبر صابر تھے
- حضرت ایوب صابر علیہ السلام بہترین بندے ہیں
- حضرت یعقوب علیہ السلام اور صبر جمیل
- قوموں کی ایذا رسانی اور نبیوں کا صبر
- حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرمانبردار بیٹے کا صبر
- ذمہ دار آدمی صبر سے کام لے
- دینی خدام کا فریضہ
- نبی رحمت ﷺ کو صبر کا حکم
- صابر اور متقی پر مخالفین کی تدبیروں کا اثر نہیں ہوتا
- صبر کرنا ہی بہتر ہے
- صابرین اللہ کے محبوب ہیں
- صبر کرنے والے کامیاب ہیں
- صابرین کا صلہ
- نبی رحمت ﷺ کا صبر
- حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو صبر کی تلقین
- حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو صبر کی تلقین
- صبر کرنے والوں کو طاقت ملتی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی خلق الانسان من طین والصلوٰۃ والسلام علی النبی الامی الامین محمد و آلہ وصحبہ اجمعین . اما بعد . قال اللّٰہ تعالیٰ .

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم . بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم یایھا الذین اٰمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللّٰہ لعلکم تفلحون O(آل عمران / ۲۰۰)

ولقد کذبت رسل من قبلک فصبروا علی ماکذبوا واوذوا حتی اتھم نصرنا O (الانعام / ۳۴)

واطیعوا اللّٰہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللّٰہ مع الصبرین O (الانفال / ۴۶)

والدین صبروا ابتغاء وجہ ربھم واقاموا الصلوٰۃ وانفقوا مما رزقنھم سرا وعلانیۃ ویدرء ون بالحسنۃ السیئۃ اولٰئک لھم عقبی الدار O (الرعد/ ۲۲)

و اصبر علی مایقولون واھجرھم ھجراً جمیلاً O (مزمل / ۱۰)

فاصبر لحکم ربک ولا تکن کصاحب الحوت O (القلم / ۴۸)

وقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عجبا لامر المومن ان امرہ کلہ لہ خیر ولیس ذالک لاحد الا للمومن ان اصابتہ سراء شکر فکان خیراً لہ وان اصابتہ ضراء صبر فکان خیراً لہ O (رواہ مسلم عن صھیب)

عن ابن عباس رفعہ من اصیب بمصیبۃ فی مالہ او فی نفسہ فکتمھا ولم یشکھا الی الناس کان حقا علی اللّٰہ ان یغفرلہ O (الطبرانی)

حاضرین کرام! ہماری زندگی کا اگر جائزہ لیں تو ہم اس حقیقت کومحسوس کرسکتے ہیں کہ ہماری زندگی کبھی غم والم سے دوچار ہوتی ہے تو کبھی خوشی اور مسرت میں جھوم جاتی ہے، کبھی تکلیف اور درد میں ہماری زندگی گزرتی ہے تو کبھی آرام و راحت میں گزرتی ہے، زندگی میں کبھی خوشگوار لمحات آتے ہیں تو کبھی دردناک لمحات آتے ہیں، کبھی امن وسکون کی کیفیت دلوں پر طاری ہوتی ہے تو کبھی اضطراب اور بےچینی کی کیفیت سے ہم دوچار ہوتے ہیں، کبھی موافق حالات آتے ہیں تو کبھی ناموافق حالات آتے ہیں، کبھی خوشخبری سے دلوں کوخوشی ملتی ہے تو کبھی دکھ اور درد میں مبتلا کرنے والی خبر کانوں میں گونجتی ہے ۔

سوال یہ ہے کہ ان حالات میں ایک مسلمان کو کیا کرنا چاہئے؟ ان حالات میں ایک مسلمان کا بحیثیت مسلمان کیا کردار ہونا چاہئے؟ اسلامی تعلیمات ہمیں ایسی صورتحال میں کیا پیغام دیتی ہیں؟ قرآن مجید ہمیں کیا کرنے کا حکم دیتا ہے اور نبی رحمت ﷺ کے اِرشادات ہمیں ایسے موقعوں پر کیا کردار ادا کا حکم دیتے ہیں؟

بندۂ مومن کا معاملہ ہی عجیب ہے

اس سلسلہ میں مسلم کی ایک روایت ہمارے لئے رہنما و رہبر ثابت ہوسکتی ہے، حضرت صہیبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

عجبا لامر المومن ان امر کله له خیر O

بندۂ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے اس کے ہر معاملہ میں اور ہر حال میں اس کے لئے بھلائی اور خیر ہے

ان اصابته سراء شکر مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ اگر اس کوخوشی، راحت اور آرام پہنچتا ہے تو وہ اپنے رب کا شکرادا کرتا ہے اور یہ اس کے لئے خیر ہی خیر ہے کہ شکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرتا ہے، اس کی نزدیکی حاصل کرتا ہے اور آخرت کے اعتبار سے اجر وثواب سے بھی نوازا جاتا ہے **وان اصابته ضراء صبر فکان خیر اله** اور اگر مومن ومسلمان کو کوئی دکھ اور رنج پہنچتا ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے یہ صبر بھی اس کے لئے سراسر خیر اور بھلائی ہے۔

حاضرین کرام! اس دنیا میں صرف مومن ومسلمان ہی کو تکلیف، دکھ اور مصیبت نہیں ہے بلکہ

تکلیف اور آرام سب کے لئے ہیں، مسلمان بھی تکلیف کے مراحل سے گزرتا ہے اور کافر بھی، مسلمان کو بھی آرام ملتا ہے اور کافر کو بھی، مسلمان کو بھی خوشی ملتی ہے اور کافر کو بھی، لیکن ان دونوں صورتوں میں نفع اور فائدہ میں صرف مسلمان ہے اس لئے کہ کافر آدمی کو جب نعمت ملتی ہے، آرام ملتا ہے، راحت ملتی ہے، خوشی محسوس ہوتی ہے تو مال ودولت، نعمت وراحت، آرام وخوشی میں وہ اس قدر مست رہتا ہے کہ بجائے مسرور ہونے کے مغرور ہوجاتا ہے اور اگر غرور نہ بھی کرے تو اس کے لئے اجر اس لئے نہیں ہے کہ اس کی زندگی رب ذوالجلال ﷻ کے شکر سے خالی ہے، لیکن حقیقی مومن ومسلمان کی شان یہ ہوتی ہے کہ جب اس کو خوشی، آرام وراحت جیسی نعمتیں نصیب ہوتی ہیں تو اس کو اپنے حقیقی رب کے احسانات وانعامات یاد آتے ہیں اور وہ اپنے پروردگار کا شکر ادا کرتا ہے اور جب اس کو بجائے آرام، خوشی اور راحت کے کوئی تکلیف، مصیبت، دکھ، درد، رنج، غم والم جیسی چیزیں ملتی ہیں تو وہ ان تمام حالات کے بارے میں یہ تصور کرتا ہے کہ یہ میرے رب کا فیصلہ ہے، میرے رب کے اِرادہ سے یہ تکلیف اور یہ مصیبت آئی ہے اس لئے وہ اپنے رب کے فیصلہ پر راضی ہوجاتا ہے اور جو بھی ناموافق حالات آتے ہیں صبر سے کام لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ایسے مومنوں اور مسلمانوں کے دونوں عمل یعنی نعمتوں پر شکر اور مصیبتوں پر صبر اس قدر پسند ہیں کہ ان دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ ایسے بندوں سے خوش ہوتے ہیں اور ایسے بندوں کو اپنا مقرب اور محبوب بنالیتے ہیں اور ان کے لئے بھلائی اور خیر لکھ دیتے ہیں۔

ترقی مل جائے تو مغرور نہ ہوں

بزرگانِ محترم! آج ہم مسلمانوں میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جن کی حالت یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں آرام وراحت کے ساز وسامان عطا کرتے ہیں، عہدہ اور کرسی دے دیتے ہیں، آل واولاد عطا کرتے ہیں، مال ودولت بے شمار دیتے ہیں، اونچے بنگلے اور عمارتیں عطا کرتے ہیں، عزت وشہرت کی بلندی پر انہیں پہنچا دیتے ہیں تو وہ اس قدر مغرور ہوجاتے ہیں کہ اپنے گزرے ہوئے دن بھول جاتے ہیں، ان کی رفتار وگفتار سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے غربت کے دن ہی نہیں دیکھے ہیں، مجبوری ولاچاری کا سامنا ہی انہوں نے نہیں کیا ہے، ایسے

لوگ جو خوشی اور مسرت میں اور آرام و راحت میں ڈینگیں مارتے ہیں، شیخی بازی کرتے ہیں، غرور و گھمنڈ کرتے ہیں، تکبر اور فخر کرتے ہیں، ان کا یہ گھمنڈ ان کے زوال کا ذریعہ اور نعمتوں کے چھن جانے کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

مصیبت میں نا اُمیدی کے بادل نہ چھا جائیں

اسی طرح آج بہت سے ایسے مسلمان بھی ہیں جن پر کوئی مصیبت کی گھڑی آجاتی ہے یا کسی حادثہ سے وہ دوچار ہو جاتے ہیں، کسی دکھ، رنج اور تکلیف میں گِھر جاتے ہیں تو صبر اور برداشت کرنے کے بجائے واویلا مچانے لگتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی کی شکایت کرنے لگ جاتے ہیں اور اپنے آپ پر ملامت کرنے اور اپنے لئے موت و تباہی کی بد دعاء کرنے لگ جاتے ہیں اور ہمت سے کام لینے کے بجائے مایوسی اور نا امیدی میں مبتلا ہو جاتے ہیں حالانکہ ایسا کرنا کسی مسلمان کے لئے بالکل زیبا نہیں دیتا، جب کوئی مسلمان ایسا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو ان کی بے صبری اچھی نہیں لگتی۔ ایسے لوگ نہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے راضی اور خوش ہوتے ہیں، مومن و مسلمان کی شان تو یہ ہونی چاہئے کہ جوں ہی کوئی صدمہ پہنچے یا کوئی تکلیف آجائے فوراً اپنی توجہ اپنے حقیقی خالق و مالک کی طرف لے جائے اور یہ سوچ لے کہ اس مصیبت کے بھیجنے والے بھی اللہ تعالیٰ ہی ہیں، میں اپنے رب کی بھیجی ہوئی مصیبت پر پہلے ہی مرحلہ میں صبر کرتا ہوں، اگر آدمی صدمہ پہنچتے ہی صبر کرلے اور دل میں یہ نیت ہو کہ میرے اس صبر سے میرا مولیٰ خوش ہو جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ملے گی اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی جنت بھی نصیب ہوگی۔ حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مصیبت کے آغاز پر صبر کا آغاز

اے فرزندِ آدم! اگر تو نے شروع صدمہ میں صبر کیا اور میری رضا اور ثواب کی نیت کی تو میں تیرے لئے بدلہ اور ثواب دینے میں جنت سے کم بدلہ پر راضی نہیں رہوں گا۔

اس حدیث قدسی سے صاف ظاہر ہے کہ صدمہ ہوتے ہی یا تکلیف آتے ہی اور حادثہ سے دوچار

ہوتے ہی صبر کی جو کیفیت دل میں پیدا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کو یہی کیفیت مطلوب اور پسندیدہ ہے۔

آج کل لوگوں کی حالت یہ ہے کہ مصیبت آنے کے بعد جی بھر کر واویلا مچاتے ہیں، جی بھر کر روتے بلبلاتے ہیں، چیختے چلاتے ہیں، بیان کرتے اور ماتم کرتے ہیں اور جب غم کی پوری بھڑاس نکل جاتی ہے تو اب کہتے ہیں کیا کریں گے صبر کر لیں گے، صبر کا جو وقت تھا وہ سارا وقت بے صبری میں کٹ گیا اب کیا صبر ہوگا؟

اس حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ براہِ راست بندے سے خطاب کرتے ہوئے یہ خوشخبری دے رہے ہیں کہ اگر میری رضا پانے اور اجر وثواب کی اُمید سے جو کوئی صدمہ اور تکلیف کا استقبال صبر سے کرے گا تو میں جنت سے کم چیز نہیں دوں گا۔

تکلیف کی تشہیر نہ ہو

حاضرین کرام! آج ہماری حالت یہ ہے کہ جب آرام ملتا ہے تو کسی کے سامنے اپنے آرام کا اظہار نہیں کرتے، لیکن جب تکلیف پہنچتی ہے تو ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ یہ تکلیف آگئی اور وہ تکلیف آگئی، جب آدمی صحت وتندرستی کے ساتھ ہوتا ہے تو لوگوں سے یہ نہیں کہتا کہ الحمد للہ صحت بہت اچھی ہے، تندرستی کی حالت میں ہوں، مہینہ کے انتیس دن صحت سے گزرتے ہیں تو شکر کے چند کلمات نہیں نکلتے لیکن اگر ایک دن بیمار ہو گئے تو جس سے بھی گفتگو ہو رہی ہے یہی کہا جا رہا ہے کہ آج طبیعت ٹھیک نہیں ہے جس کو بھی فون کیا جا رہا ہے یہی کہا جا رہا ہے کہ آج صحت ٹھیک نہیں ہے، جس کا بھی فون آ رہا ہے سب سے پہلے یہ بتلایا جاتا ہے کہ آج طبیعت ٹھیک نہیں ہے، جب آدمی کاروبار کرتا ہے اور کاروبار اچھے چلتے ہیں تو کبھی کسی سے اس کا تذکرہ نہیں ہوتا کہ آج کاروبار بہت اچھا ہوا ہے لیکن جب تھوڑا سا نقصان ہو جاتا ہے تو ہر ایک سے گفتگو کرتے ہوئے یہی کہا جاتا ہے کہ آج یہ نقصان ہو گیا، بندۂ مومن کی شان تو یہ ہونی چاہئے کہ وہ کسی جانی یا مالی مصیبت کا اظہار خواہ مخواہ ہر ایک کے سامنے نہ کرے اور نہ لوگوں کے سامنے اپنی مصیبت کی شکایت کرے، فضیلت اسی میں ہے کہ آدمی اپنی مصیبت کا اعلان واظہار نہ کرے یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

من اصیب فی ماله اوفی نفسه فکتمها ولم یشکها الی الناس کان حقا علی اللّٰہ ان یغفرله O

جو بندہ کسی جانی یا مالی مصیبت میں مبتلا ہو اور وہ کسی سے اس کا اظہار نہ کرے اور نہ لوگوں سے شکوہ شکایت کرے تو اللہ تعالیٰ کا ذمہ یہ ہے کہ وہ اس کو بخش دیں گے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی مصیبت اور تکلیف کا کسی سے اظہار نہ کرنا اور صبر سے کام لینا اپنی ہی مغفرت کا سبب اور ذریعہ ہے۔

قرآن مجید صبر کی تلقین کرتا ہے

اسی لئے قرآن مجید میں بار بار صبر کی تلقین کی گئی ہے، ایمان والوں کو عموماً اور انبیاء کرام علیہم السلام کو خصوصاً اور بالخصوص پیارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کرنے کا حکم دیا گیا، سورۂ آل عمران کی آیت نمبر (۲۰۰) میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

یایها الذین اٰمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللّٰہ لعلکم تفلحون O

اے ایمان والو! خود صبر کرو اور جب مقابلہ پیش آئے تو جب بھی صبر کرو اور مقابلہ کے لئے تیار رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پوری طرح کامیاب ہو جاؤ۔

سورۂ انفال کی آیت نمبر (۴۶) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

واطیعوا اللّٰہ ورسوله ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ریحکم واصبروا ان اللّٰہ مع الصبرین O

اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو اور آپس میں جھگڑے مت کرو ورنہ تم کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر سے کام لو اور یہ بات یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔

اس آیت میں جہاں صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہیں یہ خوشخبری بھی دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتے ہیں۔

جس طرح ایمان والوں کو صبر کرنے کا حکم دیا گیا وہیں صبر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل

کرنے کا حکم بھی قرآن مجید میں بار بار دیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۴۵) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ وانھا لکبیرۃ الاعلی الخشعین O

اور مدد لو صبر اور نماز سے، بے شک نماز دشوار ضرور ہے مگر ان لوگوں کے لئے دشوار نہیں جن کے دلوں میں خشوع اور خوفِ خداوندی ہوتا ہے۔

صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۱۵۳) میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

یایھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللّٰہ مع الصبرین O

اے ایمان والو! صبر اور نماز سے سہارا حاصل کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتے ہیں۔

جس طرح آدمی نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی مدد مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد کا مستحق ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتے ہیں بالکل اسی طرح جو کوئی بندہ مصیبتوں میں صبر سے کام لیتا ہے، اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور گڑگڑاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کی مدد فرماتے ہیں۔

تمام پیغمبر صابر تھے

دنیا میں جتنے پیغمبر آئے ہیں ان پیغمبروں نے ناموافق حالات میں صبر سے کام لیا اور کبھی بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا، سورۂ احقاف کی آیت نمبر (۳۵) میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیتے ہوئے گزرے ہوئے جلیل القدر اور اولوالعزم پیغمبروں کے بے مثال صبر کی مثال دی:

فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل O

اے پیارے پیغمبر! آپ صبر کیجئے جیسے دوسرے ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا۔

معلوم یہ ہوا کہ پیغمبروں نے کبھی بے صبری سے کام نہیں لیا۔ سورۂ انبیاء میں مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے تذکرہ کے بعد فرمایا گیا کہ یہ سارے پیغمبر صبر کرنے والے تھے۔

و اسمعیل و ادریس و ذا الکفل کل من الصبرین O

اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو یاد کرو یہ سب صبر کرنے والوں میں سے تھے۔

سورۂ ص کی آیت نمبر (۴۴) میں حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

انا وجدنه صابراً نعم العبد انه اواب O

ہم نے حضرت ایوب علیہ السلام کو صابر پایا وہ بہترین بندے ہیں اور اپنے رب کی طرف بہت رجوع کرنے والے ہیں۔

حضرت ایوب صابر علیہ السلام بہترین بندے ہیں

بزرگانِ محترم! اس جملہ پر غور کیجئے کہ رب العالمین حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کی اس خوبی کی بنیاد پر کہ مصیبتوں پر صبر کرتے تھے یہ فرمایا کہ **نعم العبد** وہ بہترین بندے ہیں، عربی زبان میں **نعم** کا لفظ کسی کی مدح اور تعریف کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے یہی لفظ استعمال کیا اور فرمایا کہ **نعم العبد** حضرت ایوب بہترین بندے ہیں اور بہترین بندے بننے کی وجہ پہلے ہی بتلادی کہ ''**انا وجدنه صابراً** کہ ہم نے ان کو صبر کرنے والا پایا'' معلوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین وہ شمار کئے جاتے ہیں جو صبر کرتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اور صبر جمیل

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اس وقت صبر کیا جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے کنویں میں ڈال دیا اور جھوٹ موٹ کا خون ان کے کرتے پر لگا لائے اور یہ کہنے لگے کہ یوسف کو بھیڑیئے نے کھالیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی جدائیگی پر صبر کیا اور اپنے بیٹوں سے یہ کہا''**بل سولت لکم انفسکم امرا** تم نے اپنے دل سے یہ بات بنائی ہے کہ یوسف کو بھیڑیئے نے کھالیا ہے'' پس میرے لئے تو صبر کرنا ہی بہتر ہے۔

فصبر جمیل واللّٰہ المستعان علی ما تصفون O

جو باتیں تم بنارہے ہو اس میں اللہ ہی میری مدد کرنے والا ہے۔

اور جب برادرانِ یوسف مصر سے اپنے بھائی بنیامین کے بغیر لوٹے اور بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام نے کسی بہانے اپنے پاس روک لیا تھا تو برادرانِ یوسف اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے

پاس آکر کہنے لگے کہ بنیامین نے شاہی پیانہ چوری کرلیا جس کی سزا میں اس کو روک لیا گیا ہے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے پہلے بیٹے کی جدائی پر بھی صبر کیا اب دوسرے بیٹے کی جدائیگی کی اطلاع ملی تو اب بھی وہی جملہ اِرشاد فرمایا۔

قال بل سولت لکم انفسکم امرا O

تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے حقیقت یہ ہے کہ میرے بیٹے بنیامین نے کوئی چوری نہیں کی ہے۔

فصبر جمیل پس میں تو صبر ہی سے کام لیتا ہوں، میرے لئے صبر ہی بہترین عمل ہے، میں نہ جزع فزع کروں گا نہ شکوہ شکایت کروں گا، نہ واویلا مچاؤں گا اور نہ ماتم کروں گا، میرا کام یہ ہے کہ میں اللہ کے ہر فیصلہ پر راضی رہوں اور صبر سے کام لوں۔

عسی اللّٰہ ان یاتینی بھم جمیعاً O

میرے پروردگار سے مجھے امید ہے کہ وہ میرے تمام بیٹوں کو میرے پاس لے آئے گا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا مثالی صبر ہم سب کے لئے نمونہ ہے آج ہماری اولاد گم ہو جاتی ہے یا ہماری اولاد پر کوئی حادثہ پیش آجاتا ہے تو ہم چہرہ پیٹنے لگ جاتے ہیں، واویلا مچانے لگ جاتے ہیں، ایک ہنگامہ کھڑا ہو جاتا ہے، اپنی نصیب پر کوسنے لگ جاتے ہیں، اپنی قسمت پر رونے بلبلانے لگ جاتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی شکایت لوگوں سے کرنے کی جرأت کر بیٹھتے ہیں اور بعض مرتبہ تو اللہ تعالیٰ ہی کو ظالم قرار دے دیتے ہیں نعوذ باللہ۔ یہ ساری حرکتیں غیر اسلامی حرکتیں ہیں، اللہ کے مومن بندوں کا شعار یہ ہونا چاہئے کہ وہ صبر سے کام لیں اور جو تکلیف بھی آئے برداشت کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوں، انبیاء کرام علیہم السلام مصیبتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتے تھے۔

قوموں کی ایذا رسانی اور نبیوں کا صبر

آج ہم مصیبتوں میں سارے رشتہ داروں کو یاد کریں گے، سارے دوستوں کو بلالیں گے سارے محلّہ والوں کو جمع کریں گے اور سب کو یاد کریں گے مگر اللہ تعالیٰ کو بھول جائیں گے، ہم کو

چاہئے کہ ہم نبیوں کے اس صابرانہ طرز کو اختیار کریں، اللہ تعالیٰ کے جتنے پیغمبر اس دنیا میں مختلف قوموں میں آئے سب کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا کہ ہر قوم نے اپنے پیغمبروں کی مخالفت کی، انہیں جھٹلایا، انہیں بُرا بھلا کہا، ہر جگہ ان نبیوں اور رسولوں کے منہ بند کرنے کی قوموں نے کوشش کی مگر ان پیغمبروں نے ان قوموں کو یہی جواب دیا:

ومالنا الا نتوکل علی اللّٰہ وقد ھدانا سبلنا O

ہم کیوں نہ اللہ پر بھروسہ کریں جب کہ اس نے ہم کو ہمارے راستے بتلا دیئے اور رہنمائی کی

ولنصبرن علی ما اٰذیتمونا O

اے لوگو! جو تکلیف تم ہمیں پہنچا رہے ہو ہم تو اس پر صبر ہی کریں گے۔

غور فرمایئے کہ ان انبیاء کرام علیہم السلام نے دوٹوک انداز میں مخالف قوموں کو اس قدر واضح جواب دے دیا اور یہ اعلان کر دیا کہ ہم تمہاری ایذاؤں کو برداشت کریں گے اور صبر سے کام لیں گے۔

سورۂ انعام کی آیت نمبر (۳۴) میں فرمایا گیا:

ولقد کذبت رسل من قبلک فصبروا علی ماکذبوا و اوذوا حتی اتھم نصرنا O

اور بہت سے پیغمبروں کو جھٹلایا گیا جو آپ سے پہلے آئے ان پیغمبروں نے صبر کیا جب کہ ان کو جھٹلایا گیا اور ان کو ایذائیں دی گئیں یہاں تک کہ ہماری مدد آ پہنچی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرمانبردار بیٹے کا صبر

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے صبر کا اندازہ لگایئے کہ باپ ابراھیم علیہ السلام بیٹے سے خطاب کرتے ہوئے اپنا خواب بیان کر رہے ہیں کہ:

یبنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ O

بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں تم بھی خوب سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟

فرمانبردار اور صابر بیٹے کی زبان سے جو تاریخی جملہ نکلا ہے قرآن مجید نے اس جملہ کو قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔

یابت افعل ماتوء مر ستجدنی ان شاء اللّٰہ من الصابرین O

ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے وہ آپ کر گذریئے۔ اللہ نے اگر چاہا تو آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی گردن اپنے باپ کے ہاتھوں کٹوانے کے لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام بخوشی تیار ہوتے ہیں اور صبر سے کام لیتے ہیں ہمیں ان بے مثال اور سبق آموز واقعات سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

ذمہ دار آدمی صبر سے کام لیں

عام آدمی کے مقابلہ میں ایک ذمہ دار آدمی پر دوہری ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ صبر سے کام لے، خصوصاً جو لوگ دین کی دعوت کا کام کرتے ہیں یا دینی امور کے نگران و ذمہ دار ہوتے ہیں ان کا طرۂ امتیاز ہی یہ ہونا چاہئے کہ وہ مخالف ماحول میں صبر سے کام لیں، لوگوں کی ناموافق باتوں اور حرکتوں کو برداشت کریں، اسی لئے نبی کریم ﷺ کو بار بار صبر کی تلقین کی گئی آپ سے کہا گیا کہ مخالفین کی اذیتوں کو برداشت کریں، چنانچہ سورۂ ص کی آیت نمبر (۱۷) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اصبر علی ما یقولون واذکر عبدنا داود ذاالاید انہ اواب O

اے پیارے پیغمبر! آپ ان لوگوں کی باتوں پر صبر کیجئے اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کیجئے جو بڑی قوت اور ہمت والے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے والے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کے ذریعہ یہ تعلیم دی گئی کہ ناموافق حالات میں آپ کو بھی صبر سے کام لینا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا چاہئے۔

دینی خدام کا فریضہ

بزرگانِ محترم! آج اللہ تعالیٰ ہم سے دین کی خدمت کا کوئی کام لے رہے ہیں تو ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ مخالفین کی مخالفت کا جواب صبر سے دیں اور مخالف ماحول میں لوگوں کی طرف رجوع ہونے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوں اور اسی کے سامنے اپنی مشکلات بیان کریں، اللہ کے جو

بندے مشکلات میں اپنے رب کو اضطرابی کیفیت میں پکارتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے پریشان حال بندوں کی پریشانی کو اپنے فضل سے دور فرما دیتے ہیں۔

نبی رحمت ﷺ کو صبر کا حکم

نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ:

واصبر علی ما یقولون واھجرھم ھجراً جمیلا O

پیارے پیغمبر! یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جایئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ طور کی آیت نمبر (۴۸) میں یہ بھی حکم دیا گیا کہ:

واصبر لحکم ربک فانک باعیننا O

آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر سے بیٹھے رہئے اور آپ ہماری حفاظت میں ہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ومفہوم ہوا کہ جو شخص صبر سے کام لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی حفاظت میں رکھتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہو اس کو کون تباہ کر سکتا ہے؟ دنیا کی کوئی طاقت اس کو مٹا نہیں سکتی اور یہ بھی جان لینا چاہئے کہ ہم جب بھی صبر کریں تو اس کا مقصد اللہ کو راضی کرنا ہو۔ جس طرح نماز پڑھنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہوتا ہے، روزہ رکھنے کا مقصد اللہ کی رضا و خوشنودی ہوتی ہے اسی طرح جب بھی ہم صبر کریں تو دل میں یہ داعیہ ہو کہ ہم اس لئے صبر کر رہے ہیں تا کہ اس صبر سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو سورہ مدثر میں صبر کا حکم دیا:

ولربک فاصبر . آپ اپنے رب کی خوشنودی و رضامندی کے لئے صبر کیجئے

صبر کا مقصد ہی یہی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ راضی اور خوش ہو جائیں۔

صابر اور متقی پر مخالفین کی تدبیروں کا اثر نہیں ہوتا

بزرگان محترم! اگر ہمارے اندر تقویٰ، توکل اور صبر جیسی خصلتیں پیدا ہو جائیں تو ہماری مخالفت میں کی جانے والی ساری تدبیریں ہم کو ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچا سکتیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران کی آیت نمبر (۱۲۰) میں فرمایا:

وان تصبروا وتتقوا لا یضرکم کیدھم شیئًا O

اگرتم صبر سے کام لواورتقویٰ کے ساتھ رہو تو لوگوں کی مخالفانہ تدبیریں اور سازشیں تم کو ذرہ برابر بھی ضرر اور تکلیف نہیں پہنچاسکیں گی۔

حاضرینِ کرام! جب تک ہم صبر و ثابت قدمی سے اپنے دین پر جمے رہیں گے اور اگر باطل کے مقابلہ میں حق کی تائید میں ڈٹ کر پوری طرح مستعد اور تیار رہیں گے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں گے تو کامیابی ہمارے قدم چومے گی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران کی آیت نمبر (۲۰۰) میں ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

یایھا الذین اٰمنوا اصبروا و صابروا و رابطوا واتقوا اللّٰہ لعلکم تفلحون

اے ایمان والو! خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لئے مستعد اور تیار رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پورے پورے کامیاب ہو جاؤ۔

صبر کرنا ہی بہتر ہے

بزرگانِ محترم! ہمارا صبر کرنا خود ہمارے لئے بہتر ہے سورۂ نساء کی آیت نمبر (۲۵) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وان تصبروا خیرلکم . تمہارا برداشت کرنا خود تمہارے لئے بہتر ہے۔

صابرین اللہ کے محبوب ہیں

اور اللہ کے جو بندے صبر سے کام لیتے ہیں وہ ایک طرف بھلائی میں ہوتے ہیں اور شر سے محفوظ رہتے ہیں تو دوسری طرف وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاتے ہیں، چنانچہ قرآن مجید میں بار بار یہ اعلان کیا گیا ہے کہ:

واللّٰہ یحب الصبرین . اور اللہ صبر کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

صبر کرنے والے کامیاب ہیں

اور کامیاب وہی لوگ ہیں جو صبر سے کام لیتے ہیں ایسے لوگ جو صبر سے کام لیتے ہیں دنیا میں بھی کامیاب ہوتے ہیں کہ ان کے صبر کا پھل انہیں ملتا ہے، اور آخرت کے دن بھی یہ لوگ اپنے صبر کی وجہ سے کامیاب رہیں گے چنانچہ سورۂ مومنون کی آیت نمبر (۱۱۱) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

انی جزیتھم الیوم بما صبروا انھم ھم الفائزون O

میں نے ان کو آج ان کے صبر کا یہ بدلہ دیا ہے کہ وہی کامیاب لوگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ یہ جملہ ان لوگوں کے بارے میں بیان فرمائیں گے جن کا دنیا میں اس لئے مذاق اُڑایا گیا کہ وہ دینِ حق کی باتیں لوگوں کے سامنے بیان کرتے تھے مگر ان کی اس دعوتِ حق کا جواب ہنسی مذاق کے ذریعہ دیا گیا اور ان لوگوں نے اس پر صبر سے کام لیا اللہ تعالیٰ ان کے صبر کا بدلہ قیامت کے دن عطا فرمائیں گے اور مذاق کرنے والے ناکام اور جن کا مذاق اُڑایا گیا وہ کامیاب ہوجائیں گے، کامیابی اس میں نہیں ہے کہ آدمی ناموافق حالات میں غصہ سے بے قابو ہوجائے بلکہ کامیابی اس میں پوشیدہ ہے کہ آدمی ان ناموافق حالات میں صبر سے کام لے۔

صابرین کا صلہ

اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والے متقیوں کے بارے میں سورۂ فرقان کی آیت نمبر (۷۵) میں فرمایا:

اولٰئک یجزون الغرفۃ بما صبروا ویلقون فیھا تحیۃ وسلاما خلدین فیھا حسنت مستقرا و مقاماً O

ان لوگوں کو جنت میں بالاخانے ملیں گے اور یہ نیک بدلہ انہیں اس لئے دیا جائے گا کہ انہوں نے دنیا میں صبر سے کام لیا اور ان صابر و متقی بندوں کا استقبال دعاء اور سلام سے کیا جائے گا اور جب ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا تو ہمیشہ ہمیشہ اس جنت میں وہ رہیں گے اور یہ ان کے حق میں بہترین ٹھکانہ ہوگا اور بہترین جگہ ہوگی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ صبر کے بدلہ اللہ تعالیٰ جنت کی نعمتیں عطا فرمائیں گے سورۂ زمر کی آیت نمبر (۱۹) میں اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا:

انما یوفی الصبرون اجرھم بغیر حساب O

صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر و ثواب دیا جائے گا۔

سورۂ دہر کی آیت نمبر (۱۲) میں فرمایا گیا:

وجزینٰھم بما صبروا جنۃ و حریرا O

اور ان کی ثابت قدمی اور دین میں پختگی کی وجہ سے ہم نے ان کو جنت اور ریشمی لباس عطا کیا۔

نبی رحمت ﷺ کا صبر

حاضرین کرام! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کلام الٰہی نازل ہوا اس کلامِ الٰہی میں بار بار صبر کی تلقین کی گئی ہے اور صابرین کے دنیوی اور اخروی فضائل وفوائد بتلائے گئے ہیں اور نبی کریم ﷺ نے اپنی عملی زندگی میں ہر اعتبار سے صبر سے کام لیا ہے، آپ ﷺ کو مکہ میں ہر طرح ستایا گیا مگر آپ نے صبر کیا اور ثابت قدمی سے دین کی دعوت کا کام کیا اور ہر مصیبت، ہر رنج، ہر دکھ اور ہر پریشانی کا مقابلہ صبر وثابت قدمی سے کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہر معاملہ میں رجوع ہوئے اور غصہ کو قابو میں رکھا بلکہ غصہ کو پی گئے۔ اور دشمنوں کے ساتھ دوستوں کی طرح برتاؤ کیا، سخت سے سخت دشمنوں کو معاف کر دیا اور برائی سے پیش آنے والوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آتے رہے اور اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہ لیا اور سب کو معاف کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی حادثہ یا رنج یا تکلیف سے بھرا ہوا کوئی واقعہ پیش آیا تو آپ ﷺ نے صبر و برداشت سے کام لیا، معاملہ کو اللہ کے حوالہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی رجوع ہوئے۔

حضرت زینبؓ کو صبر کی تلقین

حضرت اسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بیٹی حضرت زینبؓ نے نبی کریم ﷺ کے پاس کہلا بھیجا کہ میرے بچے کا آخری دم ہے اور دنیا سے جانے کا وقت ہے آپ اسی وقت تشریف لے آئیں، نبی کریم ﷺ نے اس کے جواب میں سلام کہلا بھیجا اور یہ پیام دیا کہ بیٹی! اللہ تعالیٰ کسی سے جو کچھ لے وہ بھی اسی کا ہے اور کسی کو جو کچھ دے وہ بھی اسی کا ہے، ہر چیز ہر حال میں اسی کی ہے اور ہر چیز کے لئے اس کی طرف سے ایک مدت اور وقت مقرر ہے۔

بیٹی! تم کو چاہئے کہ تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے اس صدمہ کے بدلہ اجر وثواب طلب کرو، یہ جواب سن کر پھر بیٹی زینبؓ نے کہلا بھیجا کہ آپ ضرور تشریف لے آئیں، چنانچہ نبی کریم ﷺ اُٹھ کر بیٹی زینبؓ کے ہاں چلے گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ اور دوسرے صحابہؓ بھی تھے، حضرت زینبؓ نے اس بچہ کو آپ ﷺ کی گود میں دیا اور اس بچہ کی زندگی کے

یہ آخری لمحات تھے، روح قبض ہو رہی تھی اور سانس اکھڑ رہی تھی، بچہ کی اس حالت کو دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، یہ منظر دیکھ کر حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا۔

اے اللہ کے رسول! یہ کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ رحمت کے اس جذبہ کا اثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دیا ہے اور اللہ کی رحمت انہی بندوں پر ہوگی جن کے دلوں میں رحمت کا یہ جذبہ ہو۔

اس واقعہ سے ہم اور آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹی کی اس مصیبت کے وقت کس طرح تربیت فرمائی اور کس طرح ذہن سازی کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف ان کے دل کو موڑا اور صبر کرنے کی تلقین فرمائی، جہاں تک طبعی اور فطری طور پر کسی کی موت پر دل متاثر ہوتا ہے وہ الگ بات ہے، کسی دکھ، تکلیف اور رنج پر آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں تو یہ اس جذبہ کی وجہ سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں میں رکھا ہے، یہ فطری اور طبعی غم ہے جو ہر نرم دل انسان کے دل سے ابھرتا ہے لیکن ایسی مصیبت کے موقع پر ہر بندہ کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلہ کو قبول کرے اور اس کے ہر فیصلہ پر راضی رہے۔

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ کسی کی موت پر دل اگر متاثر ہوا اور آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑیں تو یہ صبر کے منافی نہیں ہے، ہم کو چاہئے کہ ہم ایسی مصیبتوں پر صبر کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوں۔

حضرت معاذؓ کو صبر کی تلقین

حضرت معاذ بن جبلؓ کے ایک لڑکے کا انتقال ہوگیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کو یہ تعزیت نامہ لکھوا کر روانہ فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...... اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے معاذ بن جبل کے نام میں پہلے اس اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس صدمہ کا اجر عظیم دے اور تمہارے دل کو صبر عطا فرمائے اور ہم کو اور تم کو نعمتوں پر شکر کی توفیق دے، حقیقت یہ ہے کہ ہماری جانیں، ہمارے مال اور ہمارے اہل وعیال یہ سب اللہ تعالیٰ کے

مبارک عطیے ہیں اور اس کی سونپی ہوئی امانتیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے جب تک چاہا خوشی اور عیش کے ساتھ تم کو اس سے نفع اٹھانے اور جی بہلانے کا موقع دیا اور جب اس کا اِرادہ ہوا اس امانت کو تم سے واپس لے لیا اور وہ تم کو اس کا بڑا اجر دینے والا ہے، اللہ کی خاص مہربانی اور اس کی رحمت اور اس کی طرف سے ہدایت کی تم کو بشارت ہو، اگر تم نے ثواب اور رضاء الٰہی کی نیت سے صبر کیا۔

پس اے معاذ! صبر کرو اور ایسا نہ ہو کہ جزع فزع اور شکوہ شکایت تمہارے اجر کو ضائع کردے، پھر تمہیں ندامت اور شرمندگی ہو کہ صدمہ بھی پہنچا اور اجر سے بھی محرومی ہوئی اور یقین رکھو کہ جزع فزع سے کوئی مرنے والا واپس نہیں آتا اور نہ اس سے دل کا رنج وغم دور ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم اترتا ہے وہ ہو کر رہنے والا ہے بلکہ یقیناً ہو چکا ہے۔

بزرگانِ محترم! ہم اور آپ نبی کریم ﷺ کے اس مبارک تعزیت نامہ سے سبق حاصل کر سکتے ہیں اور جب کبھی ہم پر اس قسم کی مصیبت آجائے تو یہ خط ہمارے ایمان میں اضافہ کا ذریعہ اور صبر کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔

صبر کرنے والوں کو صبر کی طاقت ملتی ہے

ہمیں مصیبتوں کے وقت مایوس اور شکستہ دل نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہر موقع پر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا چاہئے ،اللہ کی پناہ میں اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دینا چاہئے اور جو حالات بھی آئیں اس پر صبر سے کام لینا چاہئے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ انصار میں سے چند لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ طلب کیا تو نبی کریم ﷺ نے انہیں عطا فرمایا انصار نے پھر طلب کیا تو نبی کریم ﷺ نے پھر انہیں عطا کیا، انصار نے پھر طلب کیا تو نبی کریم نے انہیں پھر عطا کیا، یہاں تک کہ جو کچھ نبی کریم ﷺ کے پاس تھا سب ختم ہوگیا، اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا، میرے پاس جو مال بھی ہوگا میں تم سے بچا کر اسے نہیں رکھوں گا اور جو کوئی سوال سے بچنا چاہتا ہے اللہ اسے مانگنے کی ذلت سے بچا دیتا ہے اور جو کوئی استغناء چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مستغنی کردیتا ہے اور جو شخص صبر اختیار کرنا چاہتا ہے اللہ اسے صبر کی طاقت بخشتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے سب سے بہتر عطا اور کشادہ بخشش صبر ہی ہے۔

بزرگانِ محترم! صبر کی دولت اگر کسی کو مل جائے تو وہ سب سے بڑی اور سب سے اچھی چیز کا مالک بن گیا ہے، اگر کسی کو صبر کی طاقت حاصل ہو جائے تو پھر ہر قسم کی خوبیاں اس میں آسکتی ہیں۔

آخر میں ہمیں وہی دعاء کرنا چاہئے جو دعاء قرآن مجید میں ہمیں سکھائی گئی ہے:

ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکفرین O

اے ہمارے پروردگار! ہم پر صبر کا فیضان فرما اور ہمارے قدموں کو جما دے اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرمایا۔

اور یہ دعاء بھی کرنا چاہئے:

ربنا افرغ علینا صبرا وتوفنا مسلمین O

اے ہمارے پروردگار! ہم پر صبر کا فیضان جاری فرما اور ہم کو اسلام کی حالت میں موت دے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کے دکھ درد اور رنج و مصیبت میں صبر کرنے اور ہر مصیبت کے وقت اسی رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی اور اسی سے مدد مانگنے اور اس کے ہر فیصلہ پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

■ ■ ■

شکر خداوندی

- اللہ کا شکر بھی ادا کرو
- نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا
- کیا میں شکر گزار بندہ نہ ہوں؟
- شکر سے نعمتوں میں اضافہ
- شکر گزار بندے عذاب سے محفوظ
- انسان بڑا ہی ناشکرا ہے
- سارے ہی انبیاء شکر گزار تھے
- نعمتیں کیوں دی جاتی ہیں؟
- شاکرین کا مقام
- شاکر بننے کا نسخہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی ھدنا لھذا وما کنا لنھتدی لو لا ان ھدانا اللّٰہ والصلوٰۃ والسلام علی النبی و آلہ و صحبہ اجمعین . اما بعد . فقال اللّٰہ تعالیٰ .

یایھا الذین اٰمنوا کلوا من طیبٰت ما رزقنکم واشکروا لہ ان کنتم ایاہ تعبدون O (البقرۃ / ۱۶۸)

ما یفعل اللّٰہ بعذابکم ان شکرتم و اٰمنتم وکان اللّٰہ شاکراً علیماO(النساء/۱۴۷)

ان ابراھیم کان امتا قانتا للّٰہ حنیفا ولم یک من المشرکین شاکراً لانعمہ اجتبہ وھداہ الی صراط مستقیم O (النحل / ۱۲۰)

ومن شکر فانما یشکر لنفسہ ومن کفر فان ربی غنی کریم

وقال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی و علیٰ والدی وان اعمل صالحا ترضہ وادخلنی برحمتک فی عبادک الصلحین O ( )

اعملوا آل داود شکراً وقلیل من عبادی الشکور O (سبا / ۱۳)

وعن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لابی بکر وعمر رض والذی تقسی بیدہ لتسئلن عن ھٰذا النعیم یوم القیمۃ اخرجکم من بیوتکم الجوع ثم لم ترجعوا حتی اصابکم ھٰذا النعیم O (مسلم)

وعن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الطاعم الشاکر کالصائم الصابر O (ترمذی)

وعن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انظروا الی من ھو اسفل منکم ولا تنظروا الی من ھو فوقکم فھوا جدران لا تزدروا نعمۃ اللّٰہ علیکم O (مسلم)

حاضرین کرام! اللہ تعالیٰ نے ہم انسانوں کو زندگی عطا کی اور ہمارے اندر احساس وشعور بھی پیدا کیا، یہ زندگی اور احساس وشعور، عقل ودانائی، سمجھ بوجھ، فہم وفراست، یہ ساری نعمتیں جو انسان کو دی گئی ہیں اس لئے دی گئی ہیں تا کہ ان نعمتوں اور ان احسانات کے جواب میں ہم اللہ تعالیٰ کا شکرادا کریں، زندگی کی ان نعمتوں کو پانے کے بعد ہمارا یہ پہلا فرض ہے کہ ہم اپنے اس منعم ومحسن کو پہچانیں جس نے ہم پر یہ انعامات واحسانات فرمائے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ان بے شمار نعمتوں کی بارش خود اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان نعمتوں کا بخشنے والا بڑا مہربان ہے، انتہائی برکتوں والا ہے، ہمارے پروردگار نے ہم پر بے حساب نعمتوں کی بارش فرما کر یہ بتلادیا ہے کہ اس کو ہم سے کس قدر پیار ہے اور کس قدر محبت والفت ہے؟ ہمارا تعلق جس قدر ہماری جان اور ہمارے جسم سے ہے اس سے زیادہ ہمارا تعلق اس پروردگار سے ہے جس نے ہمیں زندگی کی یہ دولت اور زندگی گزارنے کی یہ بے شمار نعمتیں بخشی ہیں اور اس کی نعمتیں اتنی ہیں کہ انسانی طاقت نعمتوں کو گننے سے قاصر ہے اور اللہ تعالیٰ ہم سے اس قدر گہرا تعلق اور ربط رکھتے ہیں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی وہ ہم سے دور نہیں ہوتے، بیوی شوہر سے گھنٹوں، مہینوں بلکہ بعض صورتوں میں سالوں دور ہو جاتی ہے، باپ اپنے بیٹوں سے برسوں دور ہوتا ہے، بیٹی اپنی ماں سے مہینوں دور ہو جاتی ہے مگر ہم سب کے پالنہار پروردگار ہم سے ایک لمحہ کے لئے بھی دور نہیں ہوتے، اگر ہمارے پروردگار ہم سے ایک لمحہ کے لئے بھی اپنا تعلق توڑ لیں، ہمارے اور ہمارے پروردگار کے درمیان ربط وتعلق ایک لمحہ کے لئے بھی منقطع ہو جائے تو ہم ہلاکت کی وادیوں میں گر جائیں گے، ہم اس لئے صحیح سالم زندہ ہیں کہ ہمارے پروردگار کی رحمتوں اور برکتوں کا سایہ ہمیشہ ہم پر پڑتا رہتا ہے۔ ہمارا وجود خود بتاتا ہے کہ ہمارے پروردگار ہمارے ساتھ ہیں۔

اللہ کا شکر بھی ادا کرو

حاضرین کرام! اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اگر ہمارا کوئی دوست ہم کو ایک مرتبہ کھانا کھلاتا ہے یا چائے پلادیتا ہے یا پان کھلادیتا ہے تو ہم بیسیوں مرتبہ اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں، بس یا ٹرین میں اگر کوئی شخص گھنٹہ دو گھنٹہ کے سفر میں تھوڑی سی جگہ بیٹھنے کو دے دیتا ہے تو خوشی اور مسکراہٹ سے اس کی

اس مہربانی کا جواب دیتے ہیں اور بار بار Thank You اور شکریہ جیسے کلمات ادا کرتے ہیں، یقیناً اخلاق کا یہ مظاہرہ قابل تقلید ولائقِ تحسین ہے لیکن ہم وقتی طور پر احسان کرنے والوں کے وقتی احسان اور معمولی احسان پر بار بار شکریہ ادا کرنے لگ جاتے ہیں تو وہ رب العالمین جو ہم پر احسانات کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں اور ہم پر اپنی نعمتوں کی بارش برسا رہے ہیں اور اپنے انعامات سے ہمیں نواز رہے ہیں، ہر لمحہ اور ہر گھڑی ہم پر اپنی نگاہِ رحمت رکھے ہوئے ہیں، افسوس یہ ہے کہ اس کے باوجود ہم اپنے پروردگار کا شکر ادا نہیں کرتے اور اس کی نعمتوں کا ذکر تک نہیں کرتے۔

اگر راستہ چلتے ہوئے کوئی شخص اپنی سواری پر ہمیں سوار کر لیتا ہے اور لفٹ دے دیتا ہے تو ہم دل کی گہرائی سے خوش ہو جاتے ہیں اور گھر آ کر لفٹ دینے والے کے احسان کو یاد کر کے اس کی تعریف کرتے ہیں مگر وہ رب العالمین جنہوں نے ہمیں زندگی بخشی، صحت عطا کی، زندگی کی تمام ضرورتیں پوری کیں، مال دیا دولت دی، طاقت دی، ہنر دیا، علم عطا کیا، صلاحیتیں بخشیں، شہرت عطا کی، عہدے عطا کئے، لوگوں کے دلوں میں ہماری محبت پیدا کی اس کے باوجود ہم اپنے حقیقی محسن کے احسانات کو نہ یاد کرتے ہیں اور نہ کسی کے سامنے ان احسانات وانعامات کا اعتراف و اقرار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمارے اندر احساس وشعور پیدا کیا، اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے شاکر بندے بن جائیں۔

نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا

جو نعمتیں ہمیں دی گئی ہیں ان نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا، سورۂ تکاثر کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اسی لئے ہم انسانوں کو تنبیہ فرمائی کہ:

ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم O

پھر ضرور تم سے قیامت کے دن عیش ونعمت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

ان اول ما یسال العبد یوم القیمة من النعیم ان یقال له الم نصح جسمک و نروک من الماء البارد O

قیامت کے دن نعمتوں کے متعلق جو پہلا سوال ہوگا وہ یہ ہوگا کہ اس سے کہا جائے گا کیا ہم نے تیرے جسم کو صحت عطا نہیں کی تھی اور تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا؟

جو تندرست جسم اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کیا ہے اس کی قدر و قیمت اس شخص سے پوچھئے جس کو ایسا تندرست جسم نصیب نہیں ہے؟ کسی اندھے سے پوچھیئے کہ تو آنکھ جیسی نعمت سے محروم ہے اس کی وجہ سے تجھے کس قدر تکلیف ہوتی ہے؟ ہر کام میں وہ دوسروں کا محتاج اور دستِ نگر ہوتا ہے، ہر وقت وہ اس احساس کے ساتھ جیتا ہے کہ دنیا کے سارے لوگوں میں دیکھنے کی قوت و طاقت ہے اور میں اس طاقت سے محروم ہوں، ہم نے اپنے پروردگار سے اپنی پیدائش سے قبل اپنے لئے آنکھ کی یہ نعمت و دولت نہیں مانگی تھی مگر پروردگار عالم نے ہمیں یہ آنکھ اور اس کی بینائی عطا کی، کان کی قدر و قیمت اس شخص سے پوچھئے جو بہرہ ہو، لوگوں کے اِشاروں کے سمجھنے میں اس کو کس قدر دشواری ہوتی ہے اور کانوں میں سننے کی صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے اس کو کتنے مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمارے کانوں میں بغیر مانگے سننے کی صلاحیت عطا کی، اس گونگے سے پوچھئے جو اپنے دل کی تمنا کو بیان نہیں کرسکتا اور دل کی آرزوؤں کو زبان سے ظاہر نہیں کرسکتا، کس قدر اس کو دقت اور تکلیف ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے ہماری زبان میں بولنے کی قوت عطا کی یہ اس کا احسان ہے اور اس کا فضل ہے، آج ہم جو بول پا رہے ہیں یہ بولنے کی طاقت اسی کی دی ہوئی ہے اگر وہ بولنے کی طاقت چھین لے تو کیا دنیا کے یہ ماہر ترین ڈاکٹر ہماری اس گئی ہوئی طاقت کو واپس لاسکیں گے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

پیروں کی قدر اس لنگڑے سے پوچھئے جس کو چلنے میں دشواری ہورہی ہے اور وہ دوسروں کے سہارے یا بیساکھی پر چل رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے مانگے یہ پیر، یہ ہاتھ، یہ انگلیاں اور دوسرے سارے اعضاء و جوارح عطا کئے ہیں۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے ہم سب کی ضرورتوں کی ساری چیزیں پیدا کیں اور یہ چیزیں ہمارے لئے نعمت بن گئیں۔

کیا میں شکر گزار بندہ نہ ہوں؟

انہی نعمتوں کا احساس تھا کہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اس قدر مصروف ومشغول ہو جاتے کہ آپ کے مبارک قدم پھول جاتے اور پیروں پر ورم آ جاتا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھتے یہاں تک کہ آپ کے قدم ورم کر جاتے یا پھول جاتے، اس بارے میں آپ ﷺ سے گذارش کی جاتی کہ آپ نماز اس قدر لمبی پڑھتے ہیں کہ آپ کے مبارک قدم پھول جاتے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے یہ جواب دیا۔

افلا اکون عبداً شکوراً . کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

شکر سے نعمتوں میں اضافہ

بزرگانِ محترم! ہمارا اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لانا اور اس کی نعمتوں پر شکر کرنا خود ہمارے لئے فائدہ مند ہے اس لئے کہ شکر کرنے سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے، چنانچہ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر (۷) میں اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا:

واذ تاذن ربکم لئن شکرتم لا زیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید

اس وقت کو یاد کرو جب کہ تمہارے پروردگار نے تم کو اس بات کی خوشخبری دی کہ اگر تم شکر کرو گے تو تم کو اور زیادہ نعمت دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس دل میں پیدا کرنے اور دل کی گہرائی سے اپنے حقیقی مولیٰ و آقا کا شکر ادا کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو نعمت اللہ تعالیٰ نے دی ہے اس میں اور اضافہ کیا جائے گا۔

شکر گزار بندے عذاب سے محفوظ

اور نعمتوں کے مقابلہ میں اگر کوئی بندہ بجائے شکر ادا کرنے کے ناشکری کرتا ہے تو پھر اس کی ناشکری اس کے لئے عذاب شدید کا ذریعہ بن سکتی ہے، اس لئے کہ ناشکری سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں اور یہی ناراضگی عذاب کا ذریعہ بھی ثابت ہوسکتی ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء کی آیت نمبر (۱۴۷) میں فرمایا:

ما یفعل اللّٰہ بعذابکم ان شکرتم و اٰمنتم O

اگرتم شکرگذار بن جاؤاور ایمان لالوتو اللہ کوتمہیں عذاب دے کر کیا کرنا ہے؟

اس کا مطلب یہ نکلا کہ اللہ کے جو بندے شکرادا کرتے ہیں اور ایمان کی حالت میں زندگی گزارتے ہیں وہ اللہ کے عذاب سے محفوظ ہوجاتے ہیں۔

انسان بڑاہی ناشکرا ہے

یہ انسان کی کمزوری اورنادانی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے اور بے انصافی کرتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی اس پر بے حساب نعمتیں ہوتی ہیں۔

و ان تعدوا نعمة اللّٰہ لا تحصوھا ان الانسان لظلوم کفار O

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اگرشمار کرنے لگوتو تم شمار میں لانہیں سکتے مگر سچ بات تو یہ ہے کہ انسان بڑاہی بے انصاف اور بڑاہی ناشکرا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکراور حضرت عمرؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لتسئلن عن ھٰذا النعیم یوم القیمة اخرجکم من بیوتکم الجوع ثم لم ترجعوا حتی اصابکم ھٰذا النعیم O

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم سے ضرور اس نعمت کے بارے میں قیامت کے روزسوال ہوگا تمہیں بھوک نے اپنے گھروں سے نکلنے پر مجبور کیا پھر گھر لوٹنے سے پہلے تمہیں نعمت حاصل ہوگئی۔

بزرگانِ محترم! ہمیں غورکرنا چاہئے اِس حقیقت پر کہ ہم میں سے کتنے لوگ روزی روٹی کی تلاش میں اپنے گھر سے نکلتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہم پر کس قدر ہوتی ہے کہ گھر لوٹنے سے پہلے ہم اپنے مسئلہ کو حل کر لیتے ہیں، کروڑوں انسانوں کی روزی روٹی کا مسئلہ اللہ تعالیٰ حل فرمارہے ہیں اور گھر لوٹنے سے پہلے وہ اپنی روزی روٹی کے اسباب اپنے ہاتھ میں لے چکے ہوتے ہیں۔

روزانہ کی ان مسلسل نعمتوں کے جواب میں ہماری زبان سے شکر کے بھی اگر کلمات نہیں نکلتے

تو پھر یہ ہماری اپنی بدبختی اور نادانی ہے، جتنی چیزیں ہمیں صبح وشام اور دن رات مل رہی ہیں یہ سب اللہ کے فضل کی وجہ سے ہے۔

ذالک من فضل اللّٰہ علینا و علی الناس o

یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا فضل ہے۔

ولکن اکثر الناس لا یشکرون o

لیکن اکثر لوگ ان بے شمار نعمتوں پر کوئی شکر ادا نہیں کرتے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار انسانوں کی اس کمزوری کا تذکرہ کیا ہے کہ انسان کس قدر ناشکرے ہوتے ہیں۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۱۴۳) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان اللّٰہ لذوفضل علی الناس و لکن اکثر الناس لا یشکرون O

بے شک اللہ تعالیٰ بڑا فضل کرنے والے ہیں لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

سورۂ اعراف کی دسویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا کہ تم لوگ بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو۔

ولقد مکنکم فی الارض وجعلنا لکم فیھا معایش قلیلا ما تشکرون

ہم نے تم کو زمین پر رہنے کو جگہ دی اور ہم نے تمہارے لئے اس میں تمہاری زندگی کا سامان پیدا کیا تم لوگ بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو۔

سورۂ ملک کی آیت نمبر (۲۳) میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر کئے گئے احسانات بتلا کر کہ ہم نے تم کو سننے کے لئے دل دیئے مگر تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔

وھو الذی انشاکم وجعل لکم السمع والابصار و الافئدہ قلیلا ماتشکرون O

اور سورۂ سبا کی آیت نمبر (۱۳) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وقلیل من عبادی الشکور O

اور میرے بندوں میں شکر گزار بندے کم ہی ہوتے ہیں

اس آیت سے معلوم یہ ہوا کہ جس طرح دنیا میں بدکار زیادہ اور نیکوکار کم ہوتے ہیں، بے نمازی زیادہ اور نمازی کم ہوتے ہیں، خیانت کرنے والے زیادہ اور امانتدار کم ہوتے ہیں، جھوٹے زیادہ اور سچے کم ہوتے ہیں، حق مارنے والے زیادہ اور حق ادا کرنے والے کم ہوتے ہیں، اسی طرح دنیا میں ناشکری کرنے والے زیادہ اور شکر گزاری کرنے والے کم ہوتے ہیں۔

سارے ہی انبیاء شکر گزار تھے

اللہ تعالیٰ نے جن نبیوں کو اس دنیا میں مبعوث فرمایا یہ سارے ہی انبیاء اپنے رب کے شکر گزار رہے، ان نبیوں نے نعمتوں کی ناشکری نہیں کی، جس حالت میں بھی رہے اللہ کی تعریف بیان کی، اس کی تسبیح بیان کی، اس کی عبادت واطاعت کی اور اس کی شکر گزاری کی مگر کبھی ان نبیوں نے اللہ تعالیٰ کی ناشکری نہ کی۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں سورۂ بنی اسرائیل کی تیسری آیت میں فرمایا گیا:

انہ کان عبداً شکوراً O

حضرت نوح علیہ السلام بڑے شکر گزار بندے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر سورۂ نحل میں کیا گیا تو ان کے دیگر اوصاف کے ساتھ یہ وصف بھی بیان کیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔

اِن ابراھیم کان امتا قانتا للّٰہ حنیفا ولم یک من المشرکین شاکراً لانعمہ اجتبہ وھداہ الی صراط مستقیم O

بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام مقتدا تھے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے بالکل ایک اللہ کی طرف جھکے ہوئے تھے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو منتخب کرلیا تھا اور ان کو سیدھے راستہ پر ڈال دیا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے نعمتوں پر شکر ادا کرنے کی توفیق مانگی ہے، چنانچہ سورۂ نحل کی آیت نمبر (۱۹) میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی وہ دعاء ذکر کی گئی ہے:

وقال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلیٰ والدی وان اعمل صالحا ترضه وادخلنی برحمتک فی عبادک الصلحین O

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا! اے میرے رب! مجھ کو اس عمل کی پابندی کی توفیق دیجئے کہ میں آپ کی نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمایا ہے، اور مجھے ایسے نیک عمل کی توفیق عطا فرما جس سے آپ خوش ہوں اور مجھ کو اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل رکھئے۔

حضرت لقمان علیہ السلام کو دی گئی حکمت کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولقد اٰتینا لقمان الحکمة ان اشکر للّٰه O

ہم نے لقمان علیہ السلام کو حکمت عطا فرمائی تا کہ اللہ تعالیٰ کا وہ شکر ادا کرتے رہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے خاندان والوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر میں نیک اعمال کرو۔

اعملوا اٰل داود شکراً O

اے داؤد کے خاندان کے لوگو! تم سب شکر یہ میں نیک اعمال انجام دو

نعمتیں کیوں دی جاتی ہیں؟

بزرگانِ محترم! اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو یہ نعمتیں اس لئے دی ہیں کہ ہم ان نعمتوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، اگر آپ قرآن مجید کی آیات پر غور کریں گے تو آپ کو محسوس ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں اس لئے دی ہیں تا کہ اس کے بندے اس کا شکر ادا کریں اور اس کی فرمانبرداری کریں، ایک دو آیات نہیں بلکہ بیسیوں آیتیں ایسی ہیں جن سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۱۸۵) میں فرمایا گیا:

یرید اللّٰه بکم الیسر ولا یرید بکم العسر O

اللہ تعالیٰ احکامات نافذ کرنے میں تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے اور تم کو دشواری میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

آ گے اس آیت کے اختتام پر فرمایا گیا کہ یہ آسانی اس لئے دی گئی ولعلکم تشکرون تا کہ تم اللہ کا شکرادا کرو۔

سورۂ انفال کی آیت نمبر (۲۶) میں اللہ تعالیٰ نے دور رسالت جیسے پیارے دور میں رہنے والے پیارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب کرتے ہوئے انہیں مکی زندگی کا وہ دور اور اس دور میں کئے گئے احسانات یاد دلائے ہیں۔

واذکروا اذانتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فاواکم وایدکم بنصرہ و رزقکم من الطیبٰت لعلکم تشکرون O

اے ایمان والو! اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم تھوڑے تھے اور تم کمزور شمار کئے جاتے تھے تم اس خوف میں رہتے تھے کہ تم کو تمہارے دشمن نوچ کھسوٹ لیں گے اللہ تعالیٰ نے ایسے خوف و دہشت کے دنوں میں تم کو مدینہ میں رہنے کی امن والی جگہ دی اور تم کو اپنی نصرت سے طاقت و قوت دی اور تم کو پاکیزہ چیزیں عطا کیں، ان ساری نعمتوں سے ہم نے تم کو اس لئے نوازا تا کہ تم نعمتوں کے ملنے پر ہمارا شکرادا کرو۔

معلوم یہ ہوا کہ دنیا میں انسانوں کو یہ نعمتیں اس لئے نہیں دی گئیں کہ انسان ان نعمتوں کے ملتے ہی نافرمانی کرنے لگ جائے، عیاشی کرنے لگ جائے، اسراف اور فضول خرچی کرنے لگ جائے اور اللہ کی زمین پر غرور و گھمنڈ کرنے لگ جائے بلکہ یہ نعمتیں اس لئے دی ہیں تا کہ اس روئے زمین پر عاجزی وانکساری کے ساتھ چلیں پھریں اور اللہ تعالیٰ کا شکرادا کریں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبۃ اللہ کی تعمیر کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتے ہیں۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون O

اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو ایک بے آب و گیاہ میدان میں تیرے محترم گھر کے پاس بسایا ہے، اے ہمارے رب! یہ کام میں نے اس لئے کیا ہے تا کہ یہ لوگ نماز قائم کریں پس

اے اللہ آپ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دیجئے۔ اوران کو پھلوں کی روزی عطا فرمائیے تاکہ یہ لوگ شکرادا کریں۔

آپ حضرات غور کریں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک ایسی قوم کو کعبۃ اللہ کے اطراف بسانا چاہتے ہیں جو نمازی بھی ہو اور شکر گزار بھی ہو۔

سورۂ نحل کی آیت نمبر (۱۴) میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کی تفصیل بیان کی اوراس کا مقصد شکر خداوندی قرار دیا۔

وھو الذی سخر البحر لتاکلوا منه لحما طریا وتستخرجوا منه حلیه تلبسونھا و تری الفلک مواخر فیه ولتبتغوا من فضله ولعلکم تشکرون

اور وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے دریا کو مسخر کر دیا کہ اس میں سے تازہ تازہ گوشت کھاؤ اوراس میں سے موتیوں کا گہنا نکالو جس کو تم پہنتے ہو اور تم کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ اس میں پانی چیرتی ہوئی چلی جاتی ہیں یہ سب نعمتیں اس لئے دی ہیں تاکہ تم اللہ کی روزی تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرو۔

بزرگانِ محترم! آیاتِ ربانی سے محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نعمتیں اس لئے نہیں دیتے کہ ان نعمتوں کے استعمال کرتے ہوئے نعمتوں کے دینے والے سے غافل اور لاپرواہ ہو جائیں بلکہ یہ نعمتیں اس لئے دی جاتی ہیں تاکہ ان نعمتوں کا شکرادا کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کو اس شکر کے ذریعہ راضی اور خوش کیا جائے۔

شاکرین کا مقام

بزرگانِ محترم! اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ پسند نہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھا جائے اور اللہ تعالیٰ کو بھول جائے بلکہ اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ محبوب ہے جو اس کی نعمتوں کو استعمال کرے اوراس کا شکر بجالائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

الطاعم الشاکر کالصائم الصابر O

شکر گزار غیر روزہ دار بندہ صابر روزہ دار کے جیسا ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی ہے جو روزہ رکھتا ہے اور روزہ کی حالت میں صبر کرتا ہے اور دوسرا آدمی وہ ہے جو روزہ تو نہیں رکھتا مگر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں استعمال کرتے ہوئے اس کا شکر

ادا کرتا ہے یہ دونوں یعنی صبر کرنے والا روزہ دار اور شکر کرنے والا غیر روزہ دار دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اجر وثواب میں برابر ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک آدمی رمضان میں روزے رکھ کر صبر کرے اور دوسرا آدمی دن بھر خوب کھا کر شکر کرے اور دونوں کو برابر اجر مل جائے یہاں روزہ سے نفل روزہ مراد ہے۔

شاکر بننے کا نسخہ

حاضرین کرام ! آج ہماری حالت یہ ہے کہ دولت زیادہ ہونے کے باوجود، مال زیادہ ہونے کے باوجود، اسبابِ زندگی زیادہ ہونے کے باوجود، ہم اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتے ہیں اور یہ ناشکری ہمارے اندر اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ ہم دنیا کی دولت کے سلسلہ میں اپنے سے زیادہ دولت رکھنے والوں کو دیکھتے ہیں، جب ہماری نگاہ کسی بڑے بنگلہ پر پڑتی ہے اور ہم اس کے مقابلہ میں اپنے گھر کو دیکھتے ہیں تو دل میں یہ بات آتی ہے کہ ہمارا گھر چھوٹا ہے اور فلاں صاحب کا بنگلہ بہت بڑا ہے، جب ہم کسی کی سواری کو دیکھتے ہیں کہ فلاں کی گاڑی دس لاکھ کی ہے اور ہماری گاڑی پچیس تیس ہزار کی ہے تو دل میں یہ خیال آتا ہے کہ فلاں کے پاس ہم سے زیادہ قیمتی گاڑی ہے، اس طرح دنیوی ساز وسامان میں ہم دوسروں پر نگاہ کرتے ہیں جو ہم سے زیادہ ساز وسامان رکھنے والے ہوتے ہیں تو ہمارے دل میں ناشکری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اگر اس کے برعکس ہم اگر اپنے سے چھوٹے آدمی کو دیکھیں تو شکر کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

انظروا الی من هوا اسفل منکم ولا تنظروا الیٰ من هو فوقکم فهو اجدران لاتزدروا نعمة اللّٰه علیکم O (مسلم)

تم ان کی طرف دیکھو جو مال ودولت اور مرتبہ میں تم سے کم تر ہیں ان لوگوں کی طرف مت دیکھو جو مال ودولت اور مرتبہ میں تم سے بڑھ چڑھ کر ہیں یہ طریقہ اس بات کے حصول کے لئے زیادہ مناسب ہے کہ تم پر اللہ کی جو نعمت ہے وہ تمہاری نگاہ میں حقیر نہ ہو۔

ہمیں یہ بات جان لینی چاہئے کہ اگر ہم کو بہت کم دولت ملی ہے یہ کم دولت بھی اتنی ہے کہ اس کا شکر ادا کرنا ہمارے لئے آسان نہیں ہے، اگر ہم دولت مندوں اور صاحب ثروت لوگوں کی دولت و

ثروت پر اپنی نگاہ جمائیں گے تو اس بات کا خوف اور اندیشہ ہے کہ ہم اس نعمت کو حقیر سمجھنے لگ جائیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دے رکھی ہے، اور اگر ہم اللہ کی دی ہوئی اس نعمت کو جو ہمارے پاس ہے حقیر سمجھیں گے تو شکر کے جذبات نہیں بلکہ ناشکری کے جذبات پیدا ہوں گے اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے احسانات کا احساس چھین لے وہ چیز ہماری، ذلت، گراوٹ اور ہماری تباہی کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے۔

ترمذی کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا، دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں وہ پائی جائیں گی اسے اللہ تعالیٰ نہ شاکر لکھے گا اور نہ صابر جو شخص اپنے دین کے معاملہ میں اس شخص کو دیکھے جسے اس سلسلہ میں اس پر فوقیت حاصل ہو، پس اس کی پیروی کرے اور اپنی دنیا کے معاملہ میں اس شخص کو دیکھے جو اس سلسلہ میں اس سے کم تر ہو، پس اس فضیلت پر وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے جو اس نے اسے اس شخص پر عطا کیا ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں دین کے معاملہ میں اپنے سے زیادہ مرتبہ والے کو دیکھنا چاہئے تاکہ دل میں نیک عمل کرنے کی حرص پیدا ہو اور اس بلند مرتبہ تک پہنچنے کی آرزو ہو اور دنیا کے معاملہ میں اپنے سے کم مرتبہ والے کو دیکھنا چاہئے تاکہ دل میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ان نعمتوں پر شکر کرنے کا داعیہ اور جذبہ پیدا ہو۔

قرآن مجید کی چند آیات اور نبی کریم ﷺ کے چند ارشادات کے ذریعہ شکر کی اہمیت وفضیلت پر چند باتیں آپ حضرات کے سامنے میں نے رکھی ہیں، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کی دی ہوئی نعمتوں کا استحضار اور ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین .

■ ■ ■

ذکر خداوندی

- ذاکرین کے لئے خوشخبری
- جو اللہ کو یاد کرتا ہے اللہ اسے یاد کرتے ہیں
- زبان کے ساتھ دل بھی شریک ہے
- ذکر کرنے والے عقلمند ہیں
- ایک اہم واقعہ
- ذکر کے ساتھ فکر
- کثرت سے ذکر کرنے کا حکم
- شیطان ذکر الٰہی سے روکتا ہے
- مال اور اولاد ذکر الٰہی سے نہ روکیں
- ذکر کی مجلسوں کا انتخاب
- ذکر الٰہی کے لئے بھی وقت نکالا جائے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدالمرسلین محمد وآلہ و صحبہ اجمعین . اما بعد .

قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ فی القرآن المجید اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم .

ان فی خلق السمٰوٰت والارض و اختلاف اللیل و النہار لآیات لاولی الالباب الذین یذکرون اللّٰہ قیاما و قعوداً وعلی جنوبہم ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض ربنا ما خلقت ھٰذا باطلاً سبحنک فقنا عذاب النار O (آل عمران ۱۹۱ /)

انما المومنون الذین اذا ذکر اللّٰہ وجلت قلوبہم واذا تلیت علیہم اٰیٰتہ زادتہم ایمانا و علی ربہم یتوکلون O (الانفال ۲ /)

الذین اٰمنوا و تطمئن قلوبہم بذکر اللّٰہ الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوبO (الرعد ۲۸ /)

الم تران اللّٰہ یسبح لہ من فی السمٰوٰت والارض والطیر صفت کل قد علم صلاتہ و تسبیحہ واللّٰہ علیم بما یفعلون O (النور ۴۱ /)

ولذکر اللّٰہ اکبر و اللّٰہ یعلم ما تصنعون O (العنکبوت ۴۵ /)

یایہا الذین اٰمنوا اذکروا اللّٰہ ذکراً کثیراً وسجوہ بکرۃ واصیلا O

وعن انس بن مالکؓ ان النبی ﷺ قال من ذکر اللّٰہ ففاضت عیناہ من خشیۃ اللّٰہ حتی یصیب الارض من دموعہ لم یعذبہ اللّٰہ تعالیٰ یوم القیمۃ O (حاکم)

وعن ابی امامۃؓ عن النبی ﷺ قال لیس شیئی احب الی اللّٰہ من

قطرتين واثرين قطرة من دموعٍ من خشية اللّٰه وقطرة دم تهراق فى سبيل اللّٰه واما الاثران فاثر فى سبيل اللّٰه واثرفى فريضة من فرائض اللّٰهO (ترمذى)

عن ابن عباس رضؓ ان النبى صلی اللہ علیہ وسلم قال اربع من اعطيهن فقد اعطى خير الدنيا والآخرة قلبا شاكراً ولسانا ذاكراً وبدنا على البلاء صابراً وزوجة لاتبغيه خونا فى نفسها ولا فى ماله O (طبرانى)

حاضرین کرام! ایک مومن و مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا یہ فریضہ ہے کہ ہم اس حقیقی محسن کو ہر لمحہ یاد رکھیں جس کے احسانات کی وجہ سے ہم زندگی کی یہ سانسیں راحت و اطمینان کے ساتھ لے رہے ہیں جس کے دل میں ایمان ہوتا ہے اس کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد میں لرز اُٹھتا ہے، اسی لئے سورۂ انفال کی دوسری آیت میں ایمان والوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے یہ کہا گیا کہ:

انما المومنون الذين اذا ذكر اللّٰه وجلت قلوبهم O

ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔

ذاکرین کے لئے خوشخبری

جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے اور اس محبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عظمت بھی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا نام آتے ہی دل میں ہیبت اور خوف کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، ایسے ہی دل رکھنے والوں کو قرآن مجید میں بشارت اور خوشخبری دی گئی کہ:

وبشر المخبتين الذين اذا ذكر اللّٰه وجلت قلوبهم O

اے پیارے پیغمبر! آپ ان فرمانبردار، متواضع اور نرم خصلت رکھنے والے لوگوں کو خوشخبری دیجئے جن کے دل اس وقت ڈر جاتے ہیں جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

دل میں جو ڈر کی کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ تو کسی درندے کے تذکرے پر بھی پیدا ہو جاتی ہے یا دشمن کے خوف سے بھی دل میں خوف کی کیفیت طاری ہوتی ہے، تو پھر سوال یہ ہے کہ اللہ کی یاد کی

وجہ سے بھی دل میں خوف پیدا ہو اور چیر پھاڑ کرنے والے درندے کے تذکرہ سے بھی دل میں خوف پیدا ہو تو پھر اللہ تعالیٰ میں اور درندوں میں کیا فرق رہے گا؟

اس کا جواب ہمیں قرآن مجید کی دوسری آیت سے ملتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب O

خبردار! اللہ کی یاد سے دلوں میں اطمینان پیدا ہوتا ہے۔

اب آپ اس حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں کہ درندے یا دشمن کا خوف دل کے سکون کو برباد کر دیتا ہے جبکہ اللہ کا ذکر دلوں میں خوف کے ساتھ اطمینان پیدا کر دیتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ **وجلت قلوبھم** دل ڈر جاتے ہیں سے مراد وہ خوف نہیں جو کسی درندے کے تصور سے پیدا ہوتا ہے بلکہ خوف سے مراد وہ ہیبت ہے جو بڑوں کی عظمت اور ان کی بڑائی کے احساس کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کو ہم یاد کریں یا کوئی شخص ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے تو ہمارے دل کی کیفیت بدل جانی چاہئے، اللہ تعالیٰ کی یاد سے پہلے دل کی جو کیفیت تھی وہی کیفیت اگر اللہ تعالیٰ کی یاد کے بعد بھی برقرار رہے اور کوئی انقلاب دل میں پیدا نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان ویقین میں کمی، نقص اور جھول ہے ہمیں فوراً ایسے موقع پر اپنے ایمان کا محاسبہ کرنا چاہئے اور جو کمزوری ہے اس کو دور کرنے کی فکر کرنی چاہئے۔

جو اللہ کو یاد کرتا ہے اللہ اسے یاد کرتے ہیں

بزرگانِ محترم! اگر ہم اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہوں تو اس میں ہمارے لئے سعادت کی بات ہے اس لئے کہ اگر چھوٹا آدمی بڑے آدمی کو یاد کرتا ہے تو یہ بڑے آدمی کے لئے فخر اور ناز کی بات نہیں ہے بلکہ ناز کی بات تو اس وقت ہوسکتی ہے جبکہ بڑا آدمی چھوٹے آدمی کو یاد کرے۔

اگر اللہ تعالیٰ ہم کو یاد کر لیں تو پھر یہ ہماری کامیابی اور نجات کی دلیل ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کب اور کس وقت ہمیں یاد کرتے ہیں؟ اس سوال کا جواب ہمیں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۱۵۲) میں ملتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فاذکرونی اذکرکم . تم مجھے یادکرو میں تمہیں یادکرتا ہوں۔

معلوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اس وقت یادکرتے ہیں جبکہ ہم اللہ تعالیٰ کو یاد کریں۔

ابوعثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں اس وقت کو جانتا ہوں جس وقت اللہ تعالیٰ مجھے یاد فرماتے ہیں، ظاہر ہے کہ اس جملہ سے آپ بھی چونک جائیں گے، کوئی بندہ یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ میں اس وقت کو جانتا ہوں جس وقت اللہ تعالیٰ مجھے یادکرتے ہیں، اس لئے کہ غیب کا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے لیکن جب حضرت ابوعثمان نہدیؒ سے پوچھا گیا کہ حضرت! آپ کو یہ کیسے معلوم ہوسکتا ہے؟ تو فرمایا تم لوگ قرآن مجید کی اس آیت پر غورکرو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فاذکرونی اذکرکم . تم مجھے یادکرو میں تمہیں یادکرتا ہوں۔

اس لئے جب میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کرتا ہوں تو اس وقت اللہ تعالیٰ بھی مجھے یادکرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوب کر بات کرنے والوں کی باتیں ہی ایسی ہوتی ہیں یہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان نصیب ہوگئی۔

زبان کے ساتھ دل بھی شریک ہے

بزرگانِ محترم! اللہ تعالیٰ کی یاد کا مطلب صرف زبان سے رسمی طور پر اللہ اللہ کہہ لینا نہیں ہے بلکہ ذکر کے اصلی معنی یادکرنے کے ہیں اور یاد کا تعلق دل و دماغ سے ہوتا ہے صرف زبان سے نہیں، ہم اگر کسی کے بارے میں یہ کہیں کہ کل ہی میں نے آپ کو یادکیا تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ آپ کا نام کل ہی ہم نے اپنی زبان سے لیا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے دل میں آپ کی یاد آگئی، اگرچہ کہ زبان سے یادکرنے کو بھی ذکر کہا جاتا ہے وہ بھی اس لئے کہ زبان دل کی ترجمانی کرتی ہے کہ دل میں جو بات آتی ہے آدمی زبان سے کہتا ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ زبان کا ذکر اسی وقت معتبر ہے جس کے ساتھ دل بھی اللہ کی یاد میں لگا ہوا ہو۔

مولانا رومی نے اسی لئے اپنے شعر میں آج کل کے لاپرواہ لوگوں کا ذکر کے منظر کھینچا ہے کہ:

برزبان تسبیح در دل گاوخر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

اس شعر میں لوگوں کی حالت بیان فرمائی کہ زبان پر تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح ہے اور دل کی حالت یہ ہے کہ دل میں کبھی گائے کا خیال ہے تو کبھی گدھے کا خیال......مولانا رومی نے فرمایا کہ ایسی تسبیح کیا اثر رکھتی ہے، اسی لئے ایسی تسبیح سے نہ آنکھوں میں آنسو آتے ہیں اور نہ دل میں خوف، ہیبت وعظمت کی کوئی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ دل میں اگر اللہ کی یاد نہیں آرہی ہے تو زبان کی تسبیح بھی چھوڑ دیں، حضرت ابوعثمانؒ سے کسی نے اپنی یہی حالت بیان کی کہ ہم زبان سے ذکر کرتے ہیں مگر دلوں میں کوئی حلاوت محسوس نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا تم لوگ اس بات پر بھی شکر ادا کرو کہ اس نے تمہاری زبان کو اپنی اطاعت میں لگا رکھا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ زبان کا ذکر کرتے کرتے اس بات کی کوشش بھی کرتے رہیں کہ اس ذکر میں دل بھی مشغول ہو جائے اور جب دل مشغول ہو جائے گا تو ایسے ہی ہوگا جیسے جسم میں روح داخل ہو جائے، جب زبان کے ذکر کے ساتھ دل بھی شامل ہو جائے گا تو آدمی ذکر کا حقیقی لطف اور اس کی لذت ضرور محسوس کرے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا، میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب تک وہ مجھے یاد کرتا رہتا ہے اور میرے ذکر میں جب تک اس کے ہونٹ ہلتے رہتے ہیں۔

ذکر کرنے والے عقلمند ہیں

حاضرینِ کرام! ہم دنیا میں عقلمند اس شخص کو تصور کرتے ہیں جو مال و دولت حاصل کرنے میں ہوشیار اور شاطر ہو، قرآن مجید نے ان لوگوں کو عقلمند قرار دیا ہے جو اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اللہ کو یاد کرتے ہیں، سورۂ آل عمران کی آیت نمبر (۱۹۱) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل والنھار لاٰیٰت لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاما وقعوداً و علی جنوبھم O

آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور دن اور رات کے یکے بعد دیگرے آنے میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں اور عقلمند وہ لوگ ہیں جو **یذکرون اللّٰہ قیاما و قعوداً وعلی جنوبھم** اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے بھی، بیٹھے بھی، لیٹے بھی

یعنی ہر حالت میں ان کا دل اللہ کی یاد میں مصروف اور زبان اللہ کے ذکر میں تر رہتی ہے۔

بزرگانِ محترم! میں نے جس آیت کی تلاوت کی ہے:

ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الیل والنھار لآیٰت لاولی الالباب O

ایک اہم واقعہ

اس آیت کو ہم بڑے آرام اور اطمینان سے بیٹھ کر سن رہے ہیں ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ جس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں اس وقت نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کیا تھی، مشہور محدث ابن عساکرؒ نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ صحابی رسول حضرت عطا بن ابی رباحؓ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہاں تشریف لے گئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے حالات میں جو سب سے زیادہ عجیب چیز آپ نے دیکھی ہو وہ مجھے بتلائیں، اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا، تم آپ ﷺ کی کس شان کو پوچھتے ہو؟ آپ ﷺ کی ہر شان عجیب تھی، ہاں ایک واقعہ سناتی ہوں، وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ ایک رات میرے پاس تشریف لائے اور بستر پر آرام کرنے لگے، پھر فرمایا کہ عائشہ! مجھے اجازت دو کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کروں، آپ ﷺ بستر سے اُٹھے وضو فرمایا پھر نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اور قیام میں اس قدر روئے کہ آپ ﷺ کے آنسو سینۂ مبارک پر بہہ گئے، پھر رکوع فرمایا اور اس میں بھی روئے پھر سجدہ کیا اور سجدہ میں بھی اسی قدر روتے رہے پھر سر اُٹھایا اور مسلسل روتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی، حضرت بلال حبشیؓ تشریف لے آئے اور آپ ﷺ کو نماز کی اطلاع دی، حضرت بلال حبشیؓ نے آپ ﷺ کی حالت دیکھی تو عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ اس قدر کیوں روتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف فرما دیئے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں اور میں اللہ کے شکر میں کیوں نہ روؤں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آج کی رات مجھ پر یہ مبارک آیتیں نازل کی ہیں۔

ان فی خلق السمٰوٰت والارض .... الخ

آپ ﷺ نے فرمایا بڑی تباہی ہے اس شخص کے لئے جس نے ان آیتوں کو پڑھا اور ان میں غور نہیں کیا۔

ذکر کے ساتھ فکر

بزرگانِ محترم! ذرا غور فرمایئے کہ نبی کریم ﷺ اس شخص کے بارے میں جس نے ان آیتوں پر غور نہیں کیا بڑی تباہی کی اطلاع دے رہے ہیں، ہمیں چاہئے کہ ان آیات پر غور وفکر کریں، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان اور ان کی پیدائش اور ان میں موجود تمام چھوٹی بڑی جاندار اور بے جان مخلوقات کی تخلیق پر غور وفکر کرنے اور اس فکر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی قدرت وطاقت کو اور اس کی عظمت کو ذہنوں میں بٹھانے کی ترغیب دی ہے، جو لوگ کائنات کی ان محیر العقول چیزوں کو دیکھتے ہیں اور پھر ان چیزوں کے پیدا کرنے والے کی طرف اپنا دل لے جاتے ہیں انہیں کائنات کی ہر چیز میں رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ نظر آتے ہیں، روئے زمین کا ہر پتہ اپنے وجود سے رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کے وجود کی نشاندہی کر رہا ہے، کیا خوب کہا کہنے والے نے......

ہر گیا ہے کہ از زمین روید

وحدہ لاشریک لہ گوید

زمین سے اُگنے والی ہر گھاس جب اُگتی ہے تو **وحدہ لاشریک لہ** کہتی ہے۔

اس لئے کہ جو گھاس زمین سے اُگتی ہے ویسی گھاس صرف وہی ذات اُگا سکتی ہے جو اپنی ذات میں **وحدہ لاشریک لہ** ہے، دنیا کے لوگ پلاسٹک کی گھاس بنا کر اپنے دفتر کو سنوارتے ہیں اور اپنا کمال بتلاتے ہیں کہ دیکھو پلاسٹک کی ایسی گھاس ہم نے بنائی ہے جو ہو بہو قدرتی گھاس کی طرح ہے مگر اس بنانے والے سے پوچھو تم اپنی اس پلاسٹک کی گھاس کو رفتہ رفتہ بڑھنے اور لحہ بہ لحہ ترقی کرنے والی گھاس کیوں نہیں بناتے۔

دنیا کے لوگ پلاسٹک کے پھول تو بنا سکتے ہیں مگر خوشبودار پھول بنانے والی ذات تو وہ تنہا ذات ہے جو **وحدہ لاشریک لہ** ہے۔

کائنات کی ان ساری چیزوں کو دیکھ کر حقیقی پروردگار کو یاد کرنے والے ہی اس دنیا کے عقلمند ترین انسان ہیں۔

آج لوگوں نے جس چیز کو عقل اور جس کام کو عقلمندی کا معیار سمجھ لیا ہے وہ محض ایک دھوکہ اور

فریب ہے، لوگ مال و دولت سمیٹنے والے کو عقلمند کہتے ہیں، مشینوں کے پرزے بنانے کو عقلمندی سمجھتے ہیں، چاند پر قدم رکھنے کو عقلمندی اور نئی نئی چیزیں ایجاد کرنے والے کو عقلمند سمجھتے ہیں، عقلمندی تو یہ ہے کہ آدمی اس ذات کو پہچانے جس نے ان حیرتناک چیزوں کا وجود بخشا اور وہ دماغ پیدا کئے جو ان محیر العقول چیزوں کی ایجاد میں لگے ہوئے ہیں۔

کثرت سے ذکر کرنے کا حکم

حاضرین کرام! قرآن مجید میں نماز کا بھی حکم ہے اس کی حد بتلائی گئی کہ ان اوقات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات کے ذریعہ سے یہ بھی بتلا دیا گیا کہ بعض اوقات نماز کا پڑھنا حرام ہے، سورج طلوع ہو یا زوال کا وقت ہو یا غروب کا وقت ہو تو حکم ہے کہ ان اوقات میں نماز پڑھنا حرام ہے۔

روزہ کا حکم دیا گیا تو **ایاما معدودات** کہا گیا کہ گنتی کے چند دن روزہ رکھنا ہے اور عید الفطر اور عید الضحیٰ وغیرہ میں روزہ رکھنے سے احادیث میں منع کیا گیا کہ ان دنوں میں روزہ حرام ہے۔ زکوٰۃ کا حکم دیا گیا تو ضرورت سے زائد مال خرچ کرنے کا حکم دیا گیا اور احادیث میں زکوٰۃ کے نصاب کی تفصیلات بتلائی گئیں، یعنی حدود متعین کئے گئے، حج کا حکم دیا گیا تو اس کے دن متعین کئے گئے کہ ان ایام میں حج کا فریضہ ادا کرو اور یہ نہیں کہا گیا کہ کثرت سے نماز پڑھو کثرت سے روزے رکھو، کثرت سے زکوٰۃ دو، کثرت سے حج کرو یہ اور بات ہے کہ آدمی اپنی طرف سے کثرت سے نماز پڑھ لے اور کثرت سے روزے رکھ لے، لیکن جب اللہ کا ذکر کرنے کا حکم قرآن مجید میں دیا گیا تو بار بار یہ کہا گیا کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، خوب ذکر کرو، اللہ کی یاد کے لئے نہ وقت کی تحدید ہے اور نہ وقت کی تعیین ہے اور کہیں یہ بھی نہیں کہا گیا کہ اس وقت میں اللہ کا ذکر کرو اور اس وقت میں ذکر نہ کرو۔

ہاں! آدمی پیشاب وغیرہ سے فارغ ہوتا ہے تو چونکہ ایسے موقع پر زبان سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا عظمت اور بزرگی کے خلاف ہے اس لئے حکم دیا گیا، ورنہ جب بھی ذکر کرنے کا حکم دیا گیا تو کثرت سے ذکر کرنے کی بات کہی گئی، چنانچہ بیسیوں آیتیں آپ کو ایسی ملیں گی جن سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ذکر کثرت سے کیا جائے سورۂ آل عمران کی آیت نمبر (۴۱) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

واذکر ربک کثیراً وسبح بالعشی والابکار O

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا جا رہا ہے اور حکم دیا جا رہا ہے، اے پیارے پیغمبر! اپنے رب کو بکثرت یاد کیجئے اور دن ڈھل جائے جب بھی اللہ کی تسبیح کیجئے اور جب صبح ہو جب بھی اللہ کی تسبیح کیجئے۔

حالانکہ نبی کریم ﷺ کو رات کی نفل نمازوں کے سلسلہ میں یہ کہا گیا کہ:

قم اللیل الا قلیلا . اے پیغمبر! آپ رات میں کم ٹھہریئے۔

نماز پڑھنے کے بارے میں حدود بتلائے جا رہے ہیں اور ذکر کا حکم دیا جا رہا ہے تو کہا جا رہا ہے کہ کثرت سے ذکر کیجئے۔ سورۂ احزاب کی آیت (۴۲) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللّٰہ ذکراً کثیراً وسجوہ بکرۃ واصیلا O

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح وشام اسی کی تسبیح کرتے رہو۔

شیطان ذکر الٰہی سے روکتا ہے

حاضرین کرام! اللہ کی یاد سے غافل کرنے والی چیزوں سے بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں باخبر کر دیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے ازلی وابدی دشمن شیطان مردود کے بارے میں سورۂ مائدہ کی آیت نمبر (۹۱) میں فرمایا:

انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللّٰہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون O

لوگو! شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے ان دونوں خبیث اعمال کے ذریعہ تمہارے آپس میں بغض وعداوت یعنی دشمنی پیدا کر دے اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے۔

اس سے معلوم یہ ہوا کہ شیطان انسان کو اللہ کی یاد سے غافل رکھنا چاہتا ہے اس لئے اس شیطانی حملہ سے بچنے کی کوشش کرنا چاہئے۔

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ کہا گیا کہ:

واذکر ربک اذا نسیت ۔ جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کا ذکر کیا کیجئے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی کہا گیا کہ:

ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا O

پیغمبر! آپ ایسے شخص کا کہنا نہ مانیئے جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہشات پر چلتا ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ ہمیں ایسے لوگوں کے نقش قدم پر چلنے سے گریز کرنا چاہئے جن کے دل اللہ کی یاد سے غافل ہوں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں ایسے لوگوں کی اتباع کرنی چاہئے جن کے دل ہمیشہ ہمیشہ اللہ کے ذکر میں ہمہ تن مصروف ومشغول رہتے ہوں، اور جن کی زبانیں اللہ کی یاد سے تر رہتی ہوں۔

مال اور اولاد ذکر الٰہی سے نہ روکیں

اللہ کے ذکر سے روکنے والا ایک تو شیطان ہے اور دوسرا وہ شخص ہے جس کا دل خود غافل ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد کے بارے میں بھی ہم سب ایمان والوں کو متنبہ کیا کہ:

یایھا الذین اٰمنوا لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللّٰہ ومن یفعل ذالک فاولٰئک ھم الخسرون O (المنافقون / ۹)

اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں ایسے لوگ ناکام رہتے ہیں جو اپنی اولاد اور اپنے مال کی محبت میں اللہ کے ذکر سے غافل ہو جائیں۔

حاضرین کرام! مال واولاد یہ دو چیزیں دنیا کی سب سے بڑی چیزیں ہیں جو انسان کو اللہ سے غافل کر دیتی ہیں، آدمی صبح سے شام تک اللہ تعالیٰ کے سارے احکامات، سارے فرائض اور ساری سنتوں کو اسی لئے چھوڑ رہا ہے کہ اس کو اپنی اولاد کی روزی روٹی اور ان کی تعلیم کی فکر ہے، یا مال ودولت کے کمانے کی حرص ہے، اسی مال ودولت اور اولاد کی محبت میں آدمی اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پیٹھ پیچھے ڈال دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو آگاہ کر دیا کہ اولاد اور مال ان دونوں چیزوں کی محبت اتنی نہیں ہونی چاہئے کہ تم اللہ تعالیٰ کو بھول جاؤ، ان دونوں کی محبت میں فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے لگ

جاؤ اور حرام وحلال کی تمیز سے غافل ہو جاؤ، جو لوگ مال و دولت کی محبت میں اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا:

اولٰئک ھم الخسرون . ایسے ہی لوگ خسارہ اور نقصان میں ہیں۔

جو لوگ مال و دولت کی محبت میں اپنے حقیقی مالک کو بھول جاتے ہیں وہ لوگ دھوکہ میں ہیں ایسے غافل انسانوں سے ہی خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ انفطار میں فرمایا:

یایھا الانسان ماغرک بربک الکریم O

اے انسان! تجھ کوکس چیز نے تیرے ایسے کریم پروردگار کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے وہ کریم پروردگار **الذی خلقک فسواک فعدلک** جس نے تجھے پیدا کیا اور صرف پیدا ہی نہیں کیا بلکہ تیرے تمام اعضاء کو ایک خاص مناسبت کے ساتھ درست کر کے بنایا اور ہر عضو کو اس کی مناسب جگہ دی۔

اگر انسان خود اپنے آپ کو دیکھ لے اور بار بار اپنی پیدائش کا جائزہ لیتا رہے تو وہ اپنے حقیقی خالق کو بھول نہ سکے گا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وفی انفسکم افلا تبصرون O

لوگو! تم اپنے آپ میں غور کرو کہ قادرِ مطلق اور مختارِ کل نے تمہیں کس انداز میں پیدا کیا تمہارا وجود اللہ تعالیٰ کے وجود کی نشانی اور علامت ہے۔

کائنات کی ہر چیز ذکرِ الٰہی میں مشغول ہے

بزرگانِ محترم! اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو صرف ہم انسان ہی یاد کرتے ہیں اور ہم انسان ہی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں تو یہ ہماری غلط فہمی ہے، اس لئے کہ قرآن مجید کی بیسیوں آیتیں ایسی ہیں جن کے ذریعہ کائنات کی بے جان چیزوں کے بارے میں یہ بتلایا گیا کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں، چنانچہ سورۂ حدید کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سبح للّٰہ ما فی السمٰوٰت والارض O

آسمانوں اور زمین میں جتنی بھی مخلوقات ہیں سب اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں۔

سورۂ جمعہ کی پہلی آیت میں بیان کیا گیا کہ:

يسبح لله ما فى السمٰوٰت وما فى الارض O

سب چیزیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہیں اللہ تعالیٰ کی مقرب اور نورانی مخلوق یعنی فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں بلکہ وہ ہمیشہ اللہ کی تسبیح میں رہتے ہیں، سورۂ زمر کی آیت نمبر (۷۵) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وترى الملٰئكة حافين من حول العرش يسبحون بحمد ربهم O

اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے اطراف حلقہ باندھے ہونگے اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے ہونگے۔

حضرت داؤد علیہ السلام جب مخصوص انداز میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے تھے تو ان کے ساتھ صبح وشام پہاڑ بھی تسبیح کرتے تھے اور پرندے بھی ان کے اطراف جمع ہوجاتے اور تسبیح بیان کرتے تھے اسی کو سورۂ صٓ کی آیت نمبر (۱۹) میں یوں بیان کیا گیا:

انا سخرنا الجبال معه يسبحن بالعشى والا شراق والطير محشورة كل له اواب O

ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ شام اور صبح تسبیح کیا کریں اور پرندوں کو بھی یہ حکم دے رکھا تھا جو تسبیح کے وقت حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس جمع ہوجاتے تھے اور سب حضرت داؤد علیہ السلام کی وجہ سے ذکر میں مشغول رہتے تھے۔

سورۂ نور کی آیت نمبر (۴۱) میں کہا گیا:

الم تران الله يسبح له من فى السمٰوٰت والارض والطير صفت كل قدعلم صلاته و تسبيحه والله عليم بما يفعلون O

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب کے سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور پرندے جو پر پھیلائے ہوئے ہیں، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں، سب کو اپنی اپنی دعاء اور تسبیح معلوم ہے۔

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہر چیز آسمان، زمین، سورج، چاند، ستارے سیارے، آگ، ہوا، پانی، مٹی سب کو خاص کاموں کے لئے پیدا فرمایا ہے اور جس کو جس کام کے لئے پیدا فرمایا ہے وہ برابر اس کام پر لگا ہوا ہے، یہ چیزیں ذرہ برابر بھی اللہ تعالیٰ کی خلاف ورزی نہیں کرتیں، اسی اطاعت کو ان چیزوں کی تسبیح قرار دیا گیا ہے۔

امام زمخشری رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کے اندر اتنا شعور رکھا ہو جس سے وہ اپنے حقیقی خالق اور مالک کو پہچانیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کسی خاص قسم کی گویائی عطا فرمائی ہو اور خاص قسم کی تسبیح اللہ تعالیٰ نے انہیں سکھا دی ہو جس میں وہ مشغول رہتے ہیں۔

کل قد علم صلا ته و تسبيحه سے اسی طرف اشارہ ہے کہ سب کو اپنی اپنی دعاء اور تسبیح معلوم ہے، مگر ہر ایک کی دعاء اور ایک کی تسبیح کا طریقہ اور اس کی صورت ونوعیت الگ الگ ہے، فرشتوں کی تسبیح کا طریقہ الگ، انسانوں کی تسبیح کا طریقہ الگ اور نباتات کی تسبیح کا طریقہ الگ، جمادات کی تسبیح کا طریقہ الگ، حیوانات کی تسبیح کا طریقہ الگ الگ ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر (۴۴) میں اللہ تعالیٰ نے اور واضح انداز میں تمام مخلوقات کی تسبیح کے سلسلہ میں فرمایا:

تسبح لـه السمٰوٰت السبع والارض ومن فيهن وان من شيئ الايسبح بحمده ولكن لا تفقهون تسبيحهم انه كان حليما غفوراً O

تمام ساتوں آسمانوں اور زمین اور جتنے ان میں ہیں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کررہے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی پاکی اور تعریف بیان نہ کررہی ہو۔ یعنی سب کے سب اللہ کی تسبیح بیان کررہے ہیں، **ولكن لا تفقهون تسبيحهم** لیکن تم لوگ ان مخلوقات کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ جب آپ ﷺ نے اپنی مٹھی میں کنکریاں لیں تو صحابۂ کرامؓ نے ان کنکریوں کی تسبیح سنی، اس سلسلہ میں محدثین یہ فرماتے ہیں کہ

کنکریوں کا تسبیح پڑھنا حضور ﷺ کا معجزہ نہیں اس لئے کہ کنکریاں تو جہاں کہیں بھی ہوتی ہیں تسبیح پڑھتی ہیں بلکہ آپ ﷺ کا معجزہ یہ تھا کہ آپ ﷺ کے دست مبارک میں ان کنکریوں کے آنے کے بعد ان کی تسبیح کو صحابۂ کرامؓ نے سنا، یہ اصل معجزہ ہے کہ جس وقت آپ ﷺ کے دست مبارک میں وہ کنکریاں آئیں تو ان کی تسبیح کی آواز سنی گئی۔

قرآن مجید کی ایک آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ کے بعض پتھر اللہ کے خوف سے نیچے گر جاتے ہیں، **وان منها لما يهبط من خشية الله** یعنی پہاڑ کے بعض پتھر اللہ کے خوف سے نیچے گر جاتے ہیں، اس سے یہ معلوم ہوا کہ پہاڑوں میں بھی اس قدر شعور ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے خوف سے گر جاتے ہیں، ہمیں اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہاڑوں سے کئی گنا زیادہ شعور دیا ہے، مگر ہمارے دلوں میں اللہ کے خوف کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اِرشاد فرمایا کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ سے کہتا ہے کہ اے فلاں! کیا تیرے اوپر کوئی ایسا آدمی گزرا ہے جو اللہ کو یاد کرنے والا ہو، اگر جواب میں وہ پہاڑ کہتا ہے کہ ہاں! اللہ کا ذکر کرنے والا بندہ مجھ پر سے گزرا ہے تو وہ پہاڑ اس جواب سے خوش ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی اِرشاد فرمایا کہ جب موذن اذان دیتا ہے تو اس کی آواز کو انسانوں کے علاوہ جنات، درخت، پتھر اور ڈھیلے بھی سنتے ہیں اور یہ سب موذن کے ایمان کی گواہی قیامت کے دن دیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم کھانے کی تسبیح کی آواز سنا کرتے تھے جبکہ وہ کھانا کھایا جا رہا ہو، حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ میں مکۃ المکرّمہ کے اس پتھر کو جانتا ہوں جو میری بعثت اور نبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا اور میں اب بھی اس پتھر کو پہچانتا ہوں، بعض حضرات نے اس پتھر سے مراد حجر اسود لیا ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت سے پہلے حجر اسود آپ ﷺ کو سلام کیا کرتا تھا۔

اور تاریخی اعتبار سے یہ واقعہ کافی مشہور ہے کہ ابتدائے اسلام میں نبی کریم ﷺ مسجد کے ایک ستون پر خطبہ دیتے تھے اور بعد میں آپ ﷺ نے جب اس ستون کو چھوڑ کر منبر پر خطبہ دینا شروع کیا تو وہ ستون رونے لگا اور اس کے رونے کی آواز خود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی سنی،

بہرحال یہ چند آیتیں ہیں جن سے یہ معلوم ہوا کہ ہم انسان ہی اللہ تعالیٰ کی تسبیح نہیں کرتے بلکہ دیگر مخلوقات بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں۔

ذکر کی مجلسوں کا انتخاب

بزرگانِ محترم! ہمیں تنہائی میں بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا چاہئے اور جب ہم کسی مجلس میں بیٹھیں تو ایسی مجلس کا انتخاب کرنا چاہئے جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہو، اس لئے کہ ذکر کی مجلسوں کا اجروثواب جنت ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ ذکر کی مجلسوں کا اجروثواب کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے اِرشادفرمایا ذکر کی مجلسوں کا اجروثواب جنت ہی جنت ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشادفرمایا جب جنت کے باغوں پر گزروتو خوب چروصحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا ذکر کے حلقے، معلوم یہ ہوا کہ ایسے حلقے جہاں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے وہ جنت کے باغ ہیں۔

حاضرین کرام! آج ہماری مجلسوں میں ہم ہرایک کا حق ادا کرتے ہیں مگراس رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کا حق ادانہیں کرتے جس نے ہم کو پیدا کیا اور ہزاروں نعمتوں سے نوازا، نبی کریم ﷺ نے اِرشادفرمایا:

ادوا حق المجالس اذکروا اللّٰہ کثیراً O (طبرانی)

تم لوگ مجلسوں کا حق ادا کیا کرواوروہ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد کثرت سے کرو۔

حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوسعید خذریؓ دونوں اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اِرشادفرمایا جو جماعت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوفرشتے اس جماعت کو گھیر لیتے ہیں، رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، سکینہ ان پر نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا تذکرہ فرشتوں کی مجلس میں فرماتے ہیں۔

ہم سب مسلمانوں کو چاہئے کہ اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سفر میں اور حضر میں، مسجدوں میں اور گھروں میں، بازاروں میں راستوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہیں، حضرت عقبہ بن عامرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشادفرمایا جو سوار اپنے سفر میں دنیاوی باتوں سے دل ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رکھتا ہے تو فرشتہ اس کے ساتھ رہتا ہے اور جو شخص بیہودہ اشعار یا کسی اور بیکار کام میں لگا رہتا ہے تو شیطان اس کے ساتھ رہتا ہے۔

آج کل ہم سفر میں ایسی کیسٹیں سنتے ہیں جن میں لہو ولعب کی باتیں ہوتی ہیں، گانے ہوتے ہیں، موسیقی ہوتی ہے اور سفر میں ٹائم پاس کرنے کے لئے ہم اس قسم کی بیہودہ کیسٹیں استعمال کرتے ہیں، اگر اس کے بجائے قرآن پاک سنیں، تلاوت کریں، اللہ کا ذکر کریں یا کوئی دینی بات سنیں تو کتنا فائدہ ہوگا؟ سفر میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے ہم زیادہ محتاج ہوتے ہیں اور ذکرِ الٰہی کی برکت سے مستقل ایک فرشتہ ہماری حفاظت کے لئے ساتھ ساتھ رہتا ہے، اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم بالخصوص ایسے موقعوں پر اللہ تعالیٰ کو نہ بھولیں۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نرم نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اس ذکر کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کو جنت کے اعلیٰ درجوں میں پہنچا دیتے ہیں۔

ذکرِ الٰہی کے لئے بھی وقت نکالا جائے

حاضرین کرام! ہمیں اپنی تنہائیوں میں اپنے پروردگار کو دل کی گہرائی سے یاد کرنا چاہیے، آج ہم اپنی زندگی کا قیمتی وقت بیوی بچوں کے لئے دیتے ہیں، ماں باپ کے لئے دیتے ہیں، دوست واحباب کے لئے دیتے ہیں، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے لئے دیتے ہیں، لیکن جس رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا اس کے لئے ہماری زندگی کا کوئی خاص وقت نہیں دیتے، ہمیں روزانہ ایک وقت چند منٹ کے لئے ہی سہی متعین کر لینا چاہیے اور اس وقت تنہائی میں بیٹھ کر اپنے حقیقی مولیٰ کی عظمت، اس کی کبریائی اور بڑائی کا احساس پیدا کرنا چاہیے، پھر دل میں اس کی ہیبت اور اس کا خوف بھی پیدا ہو اور اسکو یاد کرتے کرتے ہماری آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑیں، اس کے احسانات وانعامات کو یاد کرتے ہوئے ہم رونے لگ جائیں اللہ تعالیٰ کو ایسے بندے انتہائی محبوب اور پسندیدہ ہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

من ذکر اللّٰہ ففاضت عیناہ من خشیۃ اللّٰہ حتی یصیب الارض من دموعہ لم یعذبہ اللّٰہ تعالیٰ یوم القیمۃ O

جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس کی آنکھوں سے کچھ آنسو زمین پر گر پڑیں تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں دیں گے۔ (حاکم)

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کو دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں، ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے آنکھوں سے نکلے اور دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں بہہ جائے اور دو نشانوں میں سے ایک اللہ کے راستے کا کوئی نشان جیسے کوئی زخم لگ جائے یا غبار جسم پر آجائے اور ایک وہ نشان جو اللہ تعالیٰ کے کسی فریضہ کی ادائیگی میں پڑ گیا ہو، جیسے سجدہ کرتے کرتے پیشانی پر نشان پڑ جاتا ہے۔

ہم اور آپ اس حدیث سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان آنسوؤں کی کیا قدر و قیمت ہے؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر وقت اس کا ذکر کرنے کی اور دل میں اس کی عظمت اور کبریائی کا احساس زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

■ ■ ■

غرور کی حقیقت

- کبریائی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے
- غرور کرنے والا ملعون ہو جاتا ہے
- غرور سے آدمی گناہ کرنے پر آمادہ ہوتا ہے
- غرور کفر کی طرف بھی لے جاتا ہے
- حضرت آدم علیہ السلام کی انکساری
- مغرور اللہ تعالیٰ کا محبوب نہیں
- مغرور کے شر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پناہ مانگی
- تواضع کا نتیجہ اور غرور کا انجام
- فرعون کا غرور اور اس کا انجام
- قارون کا غرور اور اس کا انجام
- ساری کنجیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں
- انسان کی کمزوری
- بھروسہ صرف رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ پر ہو
- نعمتوں میں مسرور رہیں مغرور نہ رہیں
- ہم سب کو اللہ کے حضور کھڑا ہونا ہے
- وحی الٰہی میں تواضع کی تعلیم
- عزت والا تو وہی ہے جس میں تقویٰ ہو
- مغرور جنت سے محروم
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انکساری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اما بعد . اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم .

قال ما منعک الا تسجد اذ امرتک قال انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین O (الاعراف / ۱۲)

ولا تمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولاً O (بنی اسرائیل / ۳۷)

ولا تصعر خدک للناس ولا تمش فی الارض مرحا ان اللّٰہ لایحب کل مختال فخور O (لقمان / ۱۸)

ان اللّٰہ لا یحب من کان مختالاً فخوراً O (النساء / ۳۶)

وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالو اسلاماً O

عن عمرؓ قال وھو علی المنبر یاایھا الناس تواضعوا فانی سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ فھو فی نفسہ صغیر وفی اعین الناس عظیم ومن تکبر وضعہ اللّٰہ فھو فی اعین الناس صغیر و فی نفسہ کبیر حتی لھو اھون علیھم من کلب او خنزیر O (بیھقی)

عن عبداللّٰہ بن مسعودؓ عن النبی ﷺ قال لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر O (مسلم و بخاری)

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری فمن ناز عنی واحدا منھا ادخلتہ النار O (مسلم)

حاضرین کرام! ہم سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمارے مالک و معبود ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی غلامی اور بندگی میں ہمیں جینا ہے، پولیس اگر اپنی وردی میں ہو تو اس کو ویسی ہی چال چلنی چاہیئے جو پولیس کی چال ہوتی ہے، فوجی اگر فوجی لباس میں ہو تو اس کو اسی انداز سے چلنا چاہیئے جیسا کہ فوجی کا انداز ہوتا ہے، بالکل اسی طرح ہم اللہ تعالیٰ کے بندے اور غلام ہیں اور غلام اپنے آقا کے سامنے آقا کی چال نہیں چلتا بلکہ غلام اور نوکر کی چال چلتا ہے، ہم بھی اللہ تعالیٰ کے بندے اور غلام ہیں تو ہمارا انداز غلاموں جیسا ہونا چاہیئے، غلام اور بندے کو بندگی اور غلامی کی چال چلنا ہی بہتر ہے، اسی میں اس کا حسن ہے اور اسی میں اس کا کمال ہے۔

کبریائی صرف اللہ کے لئے ہے

اور اللہ تعالیٰ کے لئے بڑائی اور کبریائی اچھی لگتی ہے، اسی لئے حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

الکبریاء ردائی والعظمة ازاری O

بزرگی میری چادر ہے اور عظمت میرا ازار ہے تہہ بند ہے۔

فمن نازعنی واحدا منھا ادخلته النار O

جو شخص میری چادر اور میری ازاران دونوں میں سے کسی ایک چیز کو بھی مجھ سے کھینچے گا تو میں اس کو دوزخ کی آگ میں جھونک دوں گا۔

بزرگانِ محترم! اس حدیثِ قدسی کا مطلب یہ ہے کہ بڑائی، کبریائی اور عظمت اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان ہے وہ اسی کے لئے لائق ہے، بڑائی اور کبریائی اللہ تعالیٰ کا لباس ہے، یہ لباس اگر ہم پہنیں گے تو پھر جنت کی خوشبو سے ہم محروم ہو جائیں گے، ہم چونکہ غلام ہیں، عاجز ہیں، کمزور ہیں محتاج ہیں، کمتر ہیں، ہمارا لباس عاجزی ہے، انکساری ہے، تواضع ہے، ہم اسی لباس میں جچتے ہیں اور اچھے لگتے ہیں، اسی لئے قرآن مجید کی متعدد آیتیں غرور و گھمنڈ، تکبر اور نخوت کی خباثت و گندگی سے ایمان والوں کو دور رہنے کی ترغیب دیتی ہیں، قرآن مجید میں فرعون جیسے گھمنڈی اور متکبر بادشاہ کے گھمنڈ اور اس کے بدترین انجام کو بیان کیا گیا، قارون جیسے وقت کے مالدار ترین

شخص کے غرور و گھمنڈ کا انجام بتلایا گیا اور روئے زمین پر عاجزی وانکساری سے چلنے کا حکم دیا گیا

غرور کرنے والا ملعون ہوجاتا ہے

حاضرین کرام ! یہ ایک حقیقت ہے کہ جو شخص بھی غرور کرتا ہے، ڈینگیں مارتا ہے، گھمنڈ کرتا ہے، شیخی بازی کرتا ہے، دوسروں پر فخر کرتا ہے، وہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور اور محروم ہوجاتا ہے اور اس گھمنڈ کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے غصہ اور غضب کا شکار ہوتا ہے اور اس کی بارگاہ میں معیوب، مبغوض اور ملعون بن جاتا ہے۔

ابلیس نے غرور کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو محض اس لئے ٹھکرا دیا کہ اس کی انا پر ضرب پڑ رہی تھی جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا سجدہ کرنے کا فرشتوں کو حکم دیا سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا، اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے اس کی وجہ پوچھی کہ:

قال یاابلیس ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی استکبرت ام کنت من العالین O

اے ابلیس! جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اس کو سجدہ کرنے سے تجھ کو کس چیز نے روکا کیا تو غرور میں آ گیا یا یہ کہ تو واقعی بڑے درجے والوں میں سے ہے۔

تو ابلیس نے اس کی وجہ یہ بیان کی:

قال انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین O

ابلیس نے کہا میں آدم سے بہتر ہوں اس لئے کہ آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس آدم کو خاک یعنی مٹی سے پیدا کیا ہے۔

غرور سے آدمی گناہ کرنے پر آمادہ ہوتا ہے

بزرگانِ محترم ! ابلیس کی اس نافرمانی کا ہم پس منظر سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے سے ابلیس کو جس چیز نے روکا تھا وہ اس کا غرور تھا معلوم یہ ہوا کہ غرور کی وجہ سے آدمی نافرمانی کرتا ہے، غرور کی وجہ سے آدمی گناہ کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے، اسی لئے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۲۰۶) میں

اخنس بن شریق نامی مغرور ومتکبر منافق کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے یہ حقیقت بیان کی گئی کہ:

واذا قیل له اتق اللّٰه اخذته العزة بالاثم O

جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو اس کا غرور اس کو گناہ کرنے پر آمادہ کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے مغرور کی سزا سنائی **فحسبه جهنم** ایسے شخص کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

ولبئس المهاد اور دوزخ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

غرور کفر کی طرف بھی لے جاتا ہے

آدمی غرور کی وجہ سے نہ صرف گنہ گار ہو جاتا ہے بلکہ بعض مرتبہ غرور کی وجہ سے کفر کی حد تک بھی پہنچ جاتا ہے۔

ہم تاریخی اعتبار سے اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ غرور کی وجہ سے آدمی کس طرح کفر کی حد تک پہنچ جاتا ہے، آپ اور ہم جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے نبی بن کر آنے سے پہلے خود اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کہا کرتے تھے کہ مکہ میں ایک آخری نبی ظاہر ہوں گے ان یہودیوں کا خیال یہ تھا کہ وہ آخری نبی بنی اسرائیل کے خاندان کے ہوں گے، مگر جب آپ ﷺ اس دنیا میں مبعوث ہوئے تو اہل کتاب حیران رہ گئے کہ آخری نبی بنی اسماعیل کے چشم و چراغ ہیں، اہل کتاب جو سارے اہل عرب کو آسمانی کتابوں کی ہدایات کی روشنی میں خوشخبری دے رہے تھے کہ آخری پیغمبر کے ظہور کا وقت قریب آ رہا ہے، مگر جب دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسماعیل کے چشم و چراغ ہیں تو ان کے غرور نے اس کو برداشت نہ کیا، آپ ﷺ کا بنی اسماعیل میں ظاہر ہونا ان کی انانیت پر مار تھی، ان کی انا جاگ اُٹھی اور آپ ﷺ کو جھٹلایا اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دینِ اسلام کو باطل قرار دیا، قرآن مجید نے ان کے اس غرور کا راز فاش کر دیا۔

وما اختلف الذين اوتوا الكتب الامن بعد ما جاء هم العلم بغياً بينهم

اہل کتاب نے جو اختلاف کیا اور اسلام کو باطل کہا جب کہ حق بات ان تک پہنچ چکی تھی ان کو یہ اندیشہ ہو گیا کہ اگر بنی اسماعیل میں آخری نبی آ جائیں گے تو ہمارا مرتبہ اور درجہ گھٹ جائے گا، اسی غرور اور گھمنڈ نے اہل کتاب کو کفر کی حد تک پہنچا دیا، اسی لئے حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ غرور کفر کی

ماں ہے کہ غرور سے کفر پیدا ہوتا ہے، آج لوگ کفر کو تو جرم اور گناہ سمجھتے ہیں مگر غرور کو گناہ ہی نہیں سمجھتے

حاضرین کرام! بات شیطان کے غرور کی چل رہی تھی ہم ذرا اس پہلو پر بھی غور کریں کہ شیطان سے ایک گناہ ہوا کہ سجدہ کا حکم دیئے جانے کے باوجود اس نے سجدہ نہ کیا اور حضرت آدم علیہ السلام سے ایک لغزش ہوگئی کہ جنت کے جس درخت کے قریب جانے سے انہیں روکا گیا وہ اس ممنوعہ درخت کے قریب گئے اور اس سے کچھ کھا لیا، ابلیس کے گناہ اور حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش دونوں میں بڑا فرق ہے، ابلیس نے ایسا گناہ کیا جس میں غرور اور گھمنڈ تھا جس کی وجہ سے اس کو اپنے گناہ کا احساس بھی نہ ہوا اور اس نے اپنے گناہ کا اعتراف بھی نہ کیا بلکہ اپنے گناہ پر وہ قائم رہا جس کی وجہ سے وہ قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ملعون بن گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی انکساری

حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی انہوں نے اپنی اس لغزش کا اعتراف کیا، اپنے گناہ کا انہیں احساس ہوا اور اس گناہ نے انہیں نادم وشرمندہ کیا وہ روئے زمین پر اترانے کے بعد روتے رہے اور گڑگڑاتے رہے، پوری عاجزی وانکساری سے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں توبہ کے کلمات ڈال دیئے، اور حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یوں معافی مانگی۔

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین O

اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے، اگر آپ ہمیں معاف نہیں کریں گے اور ہم پر رحم نہیں فرمائیں گے تو ہم نقصان میں پڑجائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی، لیکن یہ توبہ کیوں قبول ہوئی اس لئے کہ حضرت آدم علیہ السلام میں نہ غرور تھا اور نہ گھمنڈ تھا، بلکہ ان کے دل میں عاجزی، خاکساری اور کمتری کا احساس تھا۔

مغرور اللہ تعالیٰ کا محبوب نہیں

معلوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو تواضع پسند ہے اور متواضع شخص محبوب ہے، اور اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کو غرور ناپسند ہے اور مغرور مبغوض ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار مغرور

ومتکبر گھمنڈی اور شیخی باز کے بارے میں یہ اعلان کیا ہے کہ ہم ایسے لوگوں سے محبت ہی نہیں کرتے، چنانچہ سورۂ نساء کی آیت نمبر(۳۶) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان اللّٰہ لا یحب من کان مختالا فخوراً O

اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتے جو اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور شیخی کی باتیں کرے۔

سورۂ نحل کی آیت نمبر(۲۳) میں بھی کہا گیا:

انہ لا یحب المستکبرین . اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

مغرور کے شر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پناہ مانگی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مغرور ومتکبر کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے، چنانچہ سورۂ مومن کی آیت نمبر(۲۷) میں ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام یوں اِرشاد فرماتے ہیں۔

وقال موسیٰ انی عذت بربی وربکم من کل متکبر لا یؤمن بیوم الحساب O

میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں ہر اس مغرور شخص کے شر سے جو حساب کے دن کا یقین نہیں رکھتا۔

تواضع کا نتیجہ اور غرور کا انجام

حاضرین کرام! دنیا میں جتنے لوگوں نے غرور اور گھمنڈ کیا اور رب کی بڑائی اور کبریائی کرنے کے بجائے اپنی بڑائی اور اپنی عظمت کے احساس کے ساتھ زندگی گزاری اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو دنیا ہی میں نقد سزا دی ہے۔ اللہ تعالیٰ غرور کرنے والوں کو دنیا ہی میں سزا دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ایھا الناس تواضعوا . اے لوگو! تواضع اختیار کرو خاکساری اختیار کرو۔

فانی سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول اس لئے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ

من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ فھو فی نفسہ صغیر وفی اعین الناس عظیمO

جس نے اللہ کے لئے خاکساری اور عاجزی کا رویہ اختیار کیا اور اللہ کے بندوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو اونچا کرنے کے بجائے نیچا رکھنے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرے گا جس کا نتیجہ ہوگا کہ وہ اپنے خیال اور اپنی نگاہ میں تو چھوٹا ہوگا لیکن عام بندوں کی نگاہ میں اونچا ہوگا۔

یعنی اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کی نگاہ میں اونچا بنادیں گے اور آگے فرمایا:

ومن تکبر وضعه الله . جو کوئی غرور کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو نیچے گرادیں گے۔

جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ عام لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل وحقیر ہوجائے گا، اگرچہ وہ مغرور شخص اپنے خیال میں بڑا ہوگا، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

حتیٰ لهو اهون عليهم من كلب او خنزير O

ایسا مغرور ومتکبر شخص دوسروں کی نظروں میں کتوں اور سوروں سے بھی زیادہ ذلیل اور بے وقعت ہوجائے گا۔

فرعون کا غرور اس کا انجام

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کی ایسی ذلت ورسوائی سے حفاظت فرمائے۔ آمین۔

قرآن مجید نے دنیا کے مشہور مغروروں کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے بدترین اور عبرتناک انجام کو بھی بتلادیا ہے، سورۂ مومنون کی آیت نمبر (۴۵) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے غرور کی حقیقت بتلائی گئی ہے، چنانچہ فرمایا:

ثم ارسلنا موسیٰ و اخاه هٰرون بايتنا وسلطن مبين الی فرعون وملائه فاستكبروا وكانوا قوما عالين O

پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اپنے احکام اور کھلی دلیلیں دے کر فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس بھیجا ان لوگوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ متکبر اور مغرور ہی تھے۔

وہ فرعون جس نے اپنی رعایا سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

انا ربكم الا علیٰ . میں تم سب کا بلند وبالا رب ہوں۔

وہ فرعون جس نے اپنی قوم کو پکار کر یہ احساس دلایا تھا:

ونادیٰ فرعون فی قومه قال یقوم الیس لی ملک مصر O

اے میری قوم کے لوگو! کیا مصر کی یہ حکومت میرے ہاتھوں میں نہیں ہے۔

وھٰذِهِ الانهر تجری من تحتی O

اور یہ نہریں میرے محل کے نیچے چل رہی ہیں، **افلا تبصرون** کیا تم میری بڑائی نہیں دیکھ رہے ہو؟

یہی وہ فرعون ہے جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا کہ:

ام انا خیر من هٰذا الذی هو مهین ولا یکادیبین O

کیا میں اس شخص سے بہتر نہیں ہوں جس کی کوئی عزت نہیں ہے، اور یہ صاف طور پر بول بھی نہیں سکتا۔

یہی وہ فرعون ہے جس نے طنز کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر موسیٰ وقت کے پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں تو......

فلو لا القی علیه اسورة من ذهب او جاء معه الملئکة مقترنین O

اس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے اگر یہ واقعی اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہوتے تو ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہوتے یا اس کے ساتھ فرشتے آئے ہوئے ہوتے۔

یہی وہ فرعون ہے جس نے مصر اور مصر کے اطراف و اکناف کے سارے ماہر ترین جادوگروں کو لا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں ٹھہرا دیا ہے، مگر اتنی شان و شوکت رکھنے والا اور غرور و گھمنڈ کا عادی وقت کا بادشاہ ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں اس کے غرور کی سزا دے دی جن جادوگروں کو فرعون نے اپنی تائید و حمایت کے لئے جمع کیا تھا اور اپنی انانیت کا لوہا منوانے کے لئے ان کو اکٹھے کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے انہی جادوگروں کے ذریعہ اس کی توہین کی اور اس کو ذلیل کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزوں کو دیکھ کر جادوگروں نے یہ اعلان کر دیا:

اٰمنا برب موسیٰ و هٰرون . ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لے آئے ہیں

یہی وہ فرعون ہے جس کو دریائے نیل کے وجود پر اور اس کے بہتے پانی پر اور اس دریائے نیل کے اس کے محل کے اطراف بہنے پر فخر تھا اللہ تعالیٰ نے اسی دریا میں فرعون کو غرق کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں فرعون کو اس کے غرور کا مزہ چکھا دیا اور رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لئے درس وعبرت کا سامان بنا دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فلما اسفونا انتقمنا منهم فاغرقنا هم اجمعين O

پھر جب ان لوگوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور ان سب کو ڈبو دیا۔

حاضرین کرام! یہ ہے انجام ان لوگوں کا جن کو اپنی دولت، اپنا مال، اپنا عہدہ، اپنی سلطنت، اپنی کرسی، اپنی صدارت، اپنی ملازمت، اپنی کھیتی، اپنی جائیداد، اپنے حسن، اپنی طاقت، اپنی قوت، اپنے علم، اپنے ہنر، اپنی صلاحیت اور اپنی لیاقت پر ناز، غرور، گھمنڈ اور فخر ہوتا ہے۔

قارون کے غرور کا انجام

اور وہ قارون جس کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا جس کے پاس مال و دولت کی بہتات تھی، موجودہ زمانہ میں جن مالداروں کو لوگ بلینر اور ملینر کہتے ہیں وہ قارون اپنے زمانہ کا Billinear اور Milliner تھا۔

اگر قارون صرف مال و دولت رکھنے والا انسان ہوتا تو اس میں کوئی برائی نہ تھی، مگر اس کے پاس جس قدر مال تھا اسی قدر غرور بھی تھا، جس کی وجہ سے **فبغى عليهم** وہ اپنی قوم کے مقابلہ میں شرارت کرنے لگا، اس کے پاس جو خزانے تھے قرآن مجید نے اس کے خزانوں کی تفصیل یوں بیان کی۔

و اٰتينه من الكنوزما ان مفاتحه لتنوء بالعصبة اولى القوة O

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے اس کو اس قدر خزانے دیئے تھے ان خزانوں کی کنجیاں کئی کئی طاقتور شخصوں کو وزنی محسوس ہوتی تھیں اور بڑے بڑے طاقتور لوگ ان کنجیوں کے وزن سے جھک جاتے تھے اور بوجھل ہو جاتے تھے۔

حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ اس کو حضرت یوسف علیہ السلام کا ایک عظیم الشان دفن کیا ہوا خزانہ مل گیا تھا۔

حاضرین کرام! آپ اور ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خزانوں میں

سے ایک خزانہ ملنے کا یہ نتیجہ تھا کہ قارون کے خزانوں کی کنجیاں کئی طاقتور لوگوں کے اٹھانے سے نہیں اٹھتی تھیں تو حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس کس قدر خزانے تھے اس کا اندازہ ہم لگا سکتے ہیں، اس قدر خزانوں کے مالک ونگران ہونے کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام نے نہ غرور کیا اور نہ گھمنڈ کیا اور نہ اللہ کے ذکر سے حضرت یوسف غافل ہوئے اور نہ مخلوق کا کوئی حق مارا بلکہ ان خزانوں سے بھوکوں کی بھوک مٹائی، پیاسوں کی پیاس مٹائی اور فاقہ کے زمانہ میں اللہ کی مخلوق کی مدد ونصرت کی، مگر اسی خزانہ میں سے ایک خزانہ جو مدفون تھا قارون کو مل گیا تو حالت بدل گئی۔

قارون کی دولت نے قارون کو مغرور بنادیا تھا وہ پورے غرور و گھمنڈ کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے نکلتا تھا، لوگوں نے اس سے کہا:

لا تفرح ان اللّٰہ لایحب الفرحین O

اے قارون! تو مت اترا، اللہ کو وہ لوگ پسند نہیں جو اتراتے ہیں۔

اور لوگوں نے اس سے یہ بھی کہا:

وابتغ فیما اٰتٰک اللّٰہ الدار الآخرۃ ولا تنس نصیبک من الدنیا

اے قارون! اللہ تعالیٰ نے تجھ کو جو کچھ دیا ہے اس کے ذریعہ آخرت کی فکر کر اور دنیا سے اپنا حصہ آخرت میں لے جانا نہ بھول۔

واحسن کما احسن اللّٰہ الیک ولا تبغ الفساد فی الارض ان اللّٰہ لایحب المفسدین O

جس طرح اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی لوگوں کے ساتھ احسان کیا کر اور دنیا میں فساد مت کر اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

لوگوں کی ان نصیحتوں کا قارون نے یہ جواب دیا کہ:

انما اوتیتہ علیٰ علم عندی O

تم لوگ کہتے ہو کہ اللہ نے یہ مال ودولت مجھے دی ہے۔

یہ مال و دولت تو مجھے میری ذاتی ہنرمندی سے ملی ہے چونکہ میں دولت حاصل کرنے کی

تدبیروں سے واقف ہوں اس لئے میں خوب جانتا ہوں کہ دولت کیسے حاصل کی جاتی ہے؟ میں نے یہ سب میری تدبیر سے حاصل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قارون کو کیا یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کتنی جماعتوں کو ہلاک کردیا ہے جو قارون سے زیادہ طاقتور تھیں اوراس سے زیادہ مال ودولت کی مالک تھیں۔

ایک بار قارون اپنی آرائش وزیبائش کے ساتھ اور پوری شان وشوکت کے ساتھ اپنی برادری کے سامنے نکلا، جب اس کی برادری کے لوگوں نے اس کی شان وشوکت دیکھی، اس کے مال واسباب کو جب لوگوں نے دیکھا تو جن کے دل میں دنیا کی محبت تھی وہ کہنے لگے کہ:

یلیت لنا مثل ما اوتی قارون انه لذو حظ عظیم O

کیا ہی اچھا ہوتا ہم کو بھی ویسا ہی ساز وسامان ملا ہوتا جیسا قارون کو ملا ہے، واقعی قارون بڑا صاحب نصیب ہے۔

یہ بات تو ان لوگوں نے کہی جن کے نزدیک دنیا کی اہمیت تھی اور وہ صرف دنیا کے طالب تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے جن کو دین کی سمجھ عطا کی تھی وہ قارون کی اس شان وشوکت اوراس کے مال واسباب کو دیکھ کر کہنے لگے۔

ویلکم ثواب اللّٰہ خیر لمن اٰمن وعمل صالحا ولا یلقھا الا الصبرون

ارے تمہارا ناس ہو اللہ تعالیٰ کے گھر کا ثواب اس دنیوی مال ودولت سے ہزار درجہ بہتر ہے جو ایسے شخص کو ملتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور یہ ثواب انہی لوگوں کو دیا جاتا ہے جو صبر کرنے والے ہیں۔

حاضرین کرام! قارون کے اس غرور وگھمنڈ نے کس انجام تک اس کو پہنچایا، جس مال ودولت کو وہ اپنی عزت وشہرت کا سبب سمجھتا تھا، جن خزانوں کے بارے میں اس کا خیال یہ تھا کہ اس کی اپنی ذاتی تدبیر سے یہ سب کچھ ملے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے قارون کو اس کے غرور کی عبرتناک سزا دی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فخسفنا به وبداره الارض . پھر ہم نے اس قارون کو اور اس کے محل کو اس کی شرارت کی وجہ سے زمین میں دھنسا دیا۔

فما كان له من فئة ينصرونه من دون الله O

کوئی ایسی جماعت پیدا نہ ہوئی جو قارون کو اللہ کے عذاب سے بچا لیتی۔

وما كان من المنتصرين . اور نہ ہی قارون اپنے آپ کو بچا سکا۔

جب قارون زمین میں دھنس گیا اور اس کا مال بھی اسی کے ساتھ دھنس گیا تو دنیا کی طلب کرنے والے وہ لوگ جنہوں نے قارون کے دھنسنے سے پہلے کہا تھا کہ کاش! ہم کو بھی قارون جیسی دولت دی جاتی، آج جب قارون کو دھنستا ہوا دیکھا تو کہنے لگے:

ويكان الله يبسط الرزق لمن يشاء من عباده ويقدر O

ہائے خرابی! اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے روزی کھول دیتا ہے اپنے بندوں میں سے اور جس کو چاہے تنگ کر دیتا ہے۔

لو لا ان من الله علينا لخسف بنا O

اگر اللہ تعالیٰ ہم پر احسان نہ کرتا تو ہم بھی دھنسا دیئے جاتے

بزرگانِ محترم! عبرتناک منظر کو دیکھنے سے پہلے لوگوں نے قارون جیسی دولت کی خواہش کی اور جب قارون کا وہ عبرتناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو اب اس مال و دولت کے نہ ملنے کو اللہ کا احسان قرار دے رہے ہیں۔

اس قسم کے واقعات سے ہم بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ دنیا میں جو لوگ مال و دولت، حسن و جمال، حسب نسب، رنگ وروپ، قد و قامت، طاقت وقوت، شہرت وعہدہ، حکومت وسلطنت کی بنیاد پر غرور و گھمنڈ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ایسا گرا دیتے ہیں کہ پھر ان کا سارا غرور کافور ہو جاتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ مغرور آدمی غرور کے بعد نادم اور شرمندہ ہوتا ہے اور متواضع آدمی جب تواضع کرتا ہے تو وہ اپنی عاجزی وانکساری کا صلہ دنیا میں بھی پاتا ہے اور آخرت میں بھی۔

ساری کنجیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں

بزرگانِ محترم! اس دنیا میں حادثے بھی آتے ہیں، بیماریاں بھی آتی ہیں مصیبتیں بھی آتی ہیں بڑھاپا بھی آتا ہے کمزوری بھی آتی ہے اس دنیا کی قوت بھی عارضی ہے، صحت بھی، خوشی بھی عارضی ہے، غم بھی، راحت وآرام بھی عارضی ہے، دکھ اور تکلیف بھی اسی لئے آدمی کو نفع، ترقی، صحت، خوشی، آرام کامیابی اوران جیسی دوسری تمام نعمتوں کے ملنے پر مسرور ہونے کا حق ضرور ہے، مگر مغرور ہونے کا حق نہیں ہے، جو لوگ مال دولت، عزت وشہرت، حسن و جمال، قوت و طاقت، خاندان و برادری دوست واحباب، عہدہ و جائیداد کے نشہ میں چور رہتے ہیں انہیں یہ جان لینا چاہئے کہ ان تمام چیزوں کی کنجیاں اس رب العالمین کے ہاتھ میں ہیں جس کے ہاتھ میں کائنات کا سارا نظام ہے، وہ جس مالدار کو چاہے غریب ومفلس بنادے، وہ جس عزت والے کو چاہے ذلت وتنہائی کی وادی میں پھینک دے، وہ جس طاقتور کو چاہے کمزوری، مفلوجی ومعذوری کی زندگی گزارنے پر مجبور کردے، وہ جس حسین وجمیل کو چاہے تو آن کی آن میں آگ کے شعلوں میں ڈال کر بدصورت بنادے یا مٹی میں دفن کردے۔

وعنده مقاليد السمٰوٰت والارض ○

اللہ ہی کے ہاتھ میں آسمان وزمین کی کنجیاں ہیں۔

آدمی کی اگر آنکھ کھل جائے تو پھر کبھی وہ نہ سرکشی کرے گا اور نہ غرور کرے گا، کتنے ایسے تیس مار خان دنیا میں گذرے ہیں بے نام ونشان ہو چکے ہیں جن کا ایک زمانہ میں طوطی بولتا تھا، کتنے بڑے بڑے حکمران گذرے ہیں جو ہر دن ٹی وی کی اسکرین پر اور اخبارات کی سرخیوں پر نمایاں رہا کرتے تھے اور ہر مجمع میں شہ نشین پر رونق افروز ہوا کرتے تھے، آج وہ مٹی کا ڈھیر ہو چکے ان کا نام لینے والا بھی کوئی باقی نہ رہا، یہ سارے عبرتناک مناظر ہیں، جو ہم سب کو سبق دے رہے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی اس دنیا میں عاجزی وانکساری، تواضع اور خاکساری کی زندگی گزاریں۔

انسان کی کمزوری

یہ انسان کی فطری کمزوری ہے کہ وہ مختلف مصیبتوں کے چلے جانے کے بعد جب آرام و راحت کی گھڑیاں پاتا ہے، نعمتوں میں پلنے لگتا ہے اور مال و دولت میں زندگی بسر کرنے لگتا ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ مصیبت ہمیشہ کے لئے اس کے پاس سے رخصت ہوگئی ہے پھر وہ غرور کرنے لگتا ہے قرآن مجید نے انسان کی اس کمزوری کو یوں بتلایا۔

ولئن اذقنه نعماء بعد ضراء مسته ليقولن ذهب السيئات عنى انه لفرخ فخور O

اگر انسان کو کسی تکلیف کے بعد جو تکلیف کے اس پر واقع ہوئی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیں تو کہنے لگتا ہے کہ میرا سب کچھ درد رخصت ہوگیا وہ اترانے لگتا ہے اور شیخی بگارنے لگتا ہے

اس کو یہ بات معلوم نہیں کہ جس رب ذوالجلال ﷻ نے اس کو یہ نعمتیں دی ہیں وہ نعمتوں سے نکال کر دوبارہ مصیبت وغربت کی طرف بھی لے جاسکتا ہے۔

بزرگانِ محترم! آج ہماری حالت یہ ہے کہ مصیبت آتی ہے تو ہم اپنے رب کی طرف رجوع ہوتے ہیں، بیماری حد سے زیادہ بڑھ جاتی ہے تو لمبی لمبی دعائیں ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتے ہیں، بزرگانِ دین سے دعاؤں کی درخواستیں کرتے ہیں، کوئی حادثہ ہوجاتا ہے اور نقصان ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو گڑگڑاتے ہوئے پکارنے لگتے ہیں، لیکن جب اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو دور کردیتے ہیں، اس نقصان کو نفع سے بدل دیتے ہیں اور اپنی نعمتوں سے نوازتے ہیں تو ہم اپنے رب حقیقی کو بھول جاتے ہیں، اسی لئے یہ کہاوت مشہور ہے ''مصیبتوں میں خدا یاد آتا ہے'' انسان کی یہ اپنی کمزوری ہے کہ وہ مصیبت میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتا ہے اور آرام و راحت میں اس کو بھول جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی اسی کمزوری اور غفلت کو سورۂ زمر کی آیت نمبر (۸) میں فرمایا:

واذامس الانسان ضر دعا ربه منيباً اليه ثم اذا خولنه نعمة منه نسى ما كان يدعوا اليه من قبل O

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے، اسی کی طرف رجوع ہوتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پاس سے نعمت دے دیتا ہے تو وہ اس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس کے لئے وہ پہلے اپنے رب کو پکار رہا تھا۔

بھروسہ صرف رب ذوالجلال پر ہو

حاضرین کرام! سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ہر آدمی پر زندگی میں ایسے لمحات آتے ہیں جب وہ اپنے آپ کو بے بس اور کمزور، مجبور ولاچار محسوس کرنے لگتا ہے، دولت وامیری میں ہم جس چیز پر بھروسہ کرتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ وہ چیز ہر وقت ہمارا ساتھ دے، ''جن پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے'' کہ مصداق بعض مرتبہ ایسی چیزیں جن پر ہمارا تکیہ اور سہارا ہوتا ہے ہاتھ دے دیتی ہیں، پھر آدمی حیران وپریشان بے یار ومددگار ہوجاتا ہے، اس لئے ہم کو چاہئے کہ ہم ایک ایسی ذات پر بھروسہ رکھیں جو زندۂ جاوید ہے وہ ایسی ذات ہے جو ہمیشہ زندہ ہے اور موت اس کے قریب نہیں آسکتی، وہ ایسا طاقتور ہے کہ کمزوری اس کے قریب نہیں آسکتی، وہ ایسا غالب ہے کہ شکست اس کے قریب نہیں آسکتی، وہ ایسا مختارکل اور قادر مطلق ہے کہ مجبوری سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نعمتیں اس لئے دی ہیں تاکہ ہم ان نعمتوں کو حدود میں رہ کر استعمال کریں اور ان نعمتوں کے دینے والے کا شکر ادا کریں یہ نعمتیں ضرورت کی تکمیل کے لئے دی گئی ہیں، یہ نعمتیں اس لئے نہیں دی گئی ہیں کہ ہم ان نعمتوں کو ہماری عزت، وقار، شہرت اور ہمارے امیج، معیار اور ہمارے غرور وگھمنڈ کا ذریعہ بنالیں۔

نعمتوں میں مسرور رہیں مغرور نہ رہیں

یہ نعمتیں اس لئے دی گئی ہیں تاکہ ان نعمتوں سے ہم خود بھی فائدہ اٹھائیں اور دوسروں کو بھی ان نعمتوں سے فائدہ پہنچائیں اور اللہ کی مخلوق کی خدمت کریں، یہ نعمتیں اس لئے نہیں دی گئی ہیں کہ ہم ان نعمتوں کے نشہ میں غریبوں کو ٹھوکر ماریں اور محتاجوں کو کمتر نگاہوں سے دیکھیں، تنگدستوں پر فخر کریں، یتیموں اور بیواؤں پر فخریہ جملے کسیں اور ان کو نیچا دکھائیں اور اپنی بلندی اور بڑائی ظاہر کریں۔

قرآن مجید نے اس بات کی تو اجازت دی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا اظہار کریں تاکہ شکر کے جذبات جھلکیں جیسا کہ سورۃ الضحیٰ میں نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا:

واما بنعمة ربک فحدث . آپ اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کیجئے۔

لیکن اللہ کی نعمتوں کو غرور و گھمنڈ کی بنیاد نہیں بنانا چاہئے، جب کوئی شخص اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اپنی بڑائی کے اظہار کے لئے استعمال کرتا ہے تو پھر وہ نعمت اس سے چھین لی جاتی ہے اور پھر اس غرور کی سزا بھی دے دی جاتی ہے، سورۃ انعام کی آیت نمبر (۴۴) میں اسی حقیقت کا انکشاف کیا گیا ہے کہ:

حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذنهم بغتة فاذا هم مبلسون O

یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو ان کو ملی تھیں وہ خوب اترانے لگے اور غرور کرنے لگے تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا پھر وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے۔

حاضرین کرام! ہم آخرت پر یقین رکھنے والے اور اپنے حقیقی مالک کے حضور قیامت کے دن کھڑے ہونے پر ایمان رکھنے والے اللہ تعالیٰ کے عاجز اور کمزور بندے ہیں، ہمیں عاجزی ہی اچھی لگتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آخرت کے دن کی کامیابی اور آخرت کے دن کی نیک انجامی انہی لوگوں کے لئے مقدر کی ہے جو اس دنیا میں عاجزی اختیار کرتے ہیں، چنانچہ سورۃ قصص کی آیت نمبر (۸۳) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تلک الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا فى الارض ولا فساداً والعاقبة للمتقين O

یہ عالمِ آخرت ہم انہی لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں اور نیک نتیجہ تو متقی لوگوں کے لئے ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کے علماء اور مشائخین کی تعریف اسی لئے کی کہ ان علماء و مشائخین میں غرور و گھمنڈ نہیں تھا۔

ذالک بان منهم قسيسين ورهبانا وانهم لا يستكبرون O

یہ اس لئے کہ نصاریٰ میں عالم اور راہب ہیں اور اس لئے بھی کہ یہ تکبر نہیں کرتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لن یستنکف المسیح ان یکون عبداللّٰہ O

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز اللہ کے بندے بننے سے عار نہیں کریں گے۔

بندہ کے لئے عار کی کیا بات ہے کہ وہ اللہ کا بندہ بن جائے یہ تو بندہ کے لئے باعث فخر ہے کہ وہ بندہ ہے اور اللہ نے اس حقیر کو اپنا بندہ بنا لیا اور اللہ تعالیٰ کے جو مقرب فرشتے ہیں وہ بھی اس قدر عاجز اور متواضع ہیں، **ولا الملٰئکة المقربون** اللہ کے مقرب فرشتے بھی اللہ کی بندگی کرنے سے عار نہیں کرتے۔

ہم سب کو اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہونا ہے

اور جو اللہ کی بنائی ہوئی اس زمین پر غرور کرے گا اور اللہ کا بندہ بننے سے عار کرے گا تو اسے یہ جان لینا چاہئے کہ اس کو ایک نہ ایک دن اپنے پروردگار کے حضور کھڑا ہونا ہے۔

ومن یستنکف عن عبادته ویستکبر فسیحشرهم الیه جمیعاً O

جو شخص اللہ تعالیٰ کی بندگی سے عار کرے گا اور تکبر کرے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور ایسے لوگوں کو اپنے پاس جمع کریں گے۔

حاضرین کرام! اللہ کے نیک بندوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ اللہ کی زمین پر چلیں تو عاجزی کے ساتھ چلیں سورۂ فرقان کی آیت نمبر (۶۳) میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کی علامت بتلائی گئی کہ:

وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض هونا O

رحمان رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین میں عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں

واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلما O

اور جب کوئی ان خاص بندوں سے جہالت کی بات کرتا ہے تو خود بھی ان کی جاہلانہ گفتگو میں شریک نہیں ہوتے بلکہ ان سے سلامتی کی بات کہہ کر ان سے جدا ہو جاتے ہیں۔

وحی الٰہی میں تواضع کی تعلیم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات قولاً اور عملاً ہمارے لئے یہی تھیں کہ ہم نہ ایک دوسرے پر فخر کریں اور نہ ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی کریں، حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

ان اللّٰہ اوحی الی ان تواضعوا حتی لا یبغیٰ احد علی احد ولا یفخر احد علی احد O

اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی اور حکم بھیجا ہے کہ تواضع اور خاکساری اختیار کرو جس کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ کوئی شخص کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرے اور نہ کوئی شخص کسی کے مقابلہ میں فخر کرے لوگ حسب نسب کی بنیاد پر فخر کرتے ہیں اور گھمنڈ کرتے ہیں حالانکہ ہم سب ایک ماں اور ایک باپ کی اولاد ہیں، اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا:

یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی و جعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا O

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو قوموں اور خاندانوں میں تقسیم کر دیا ہے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔

عزت والا تو وہی ہے جس میں تقویٰ ہو

حاضرین کرام! اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے درمیان مختلف قسم کے فرق رکھے ہیں ہم میں سے کوئی سفید ہے کوئی کالا ہے، ہم میں سے کوئی سید ہے کوئی پٹھان ہے یا کوئی شیخ ہے کوئی لداف ہے وغیرہ وغیرہ، کوئی ایک علاقہ سے تعلق رکھتا ہے تو کوئی دوسرے علاقہ سے تعلق رکھتا ہے یہ سارے فرق اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے رکھے ہیں، یہ فرق اس لئے نہیں ہیں کہ ہم ایک دوسرے پر فخر کریں، آج ہمارے اندر اسی فرق وامتیاز نے غرور پیدا کر دیا ہے، کوئی اس لئے فخر کرتا ہے کہ ہمارا خاندان بڑا اور اونچا ہے ہم فلاں خاندان کے چشم و چراغ ہیں، کوئی اس لئے فخر کرتا ہے کہ ہم گورے ہیں اور ہمارے خاندان میں کوئی شخص کالا نہیں ہے ہم لمبے اور اونچے قد کے ہیں ہمارے خاندان میں کوئی پست قد نہیں ہے، ہم موٹے تازے لوگ ہیں ہمارے خاندان میں کوئی

دبلا پتلا اور مریل نہیں ہے، یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں، نبی کریم ﷺ نے صاف بتلا دیا کہ کسی عرب کے باشندے کو کسی غیر عرب باشندے پر یعنی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے، کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فوقیت نہیں ہے، اللہ کے نزدیک جو چیز عزت کے قابل ہے وہ ہے ہمارے دل کا تقویٰ،" **ان اکرمکم عنداللّٰہ اتقکم** تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو" تقویٰ کی بنیاد پر عزت دی جاسکتی ہے، اس کے علاوہ اور کوئی بنیاد نہیں ہے اور متقی کون ہے یہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، دنیا کا کوئی انسان یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ میں متقی ہوں، اس لئے کہ تقویٰ کس کے اندر ہے اور کس کے اندر نہیں ہے یہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

جس شخص کے دل میں غرور آجائے وہ متقی نہیں ہوسکتا، اور جو غرور و گھمنڈ سے یہ دعویٰ کرے کہ میں متقی ہوں وہ دنیا کا سب سے زیادہ غیر متقی ہے، متقی ہونے کا دعویٰ کرنے والا حقیقت میں یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ میں متقی نہیں ہوں اس لئے کہ تقویٰ کا دعویٰ خود یہ بتلا رہا ہے کہ وہ مغرور اور گھمنڈی ہے اور گھمنڈ جس کے دل میں آجائے نہ وہ متقی ہوسکتا ہے اور نہ وہ جنتی ہوسکتا ہے۔

مغرور جنت سے محروم

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا یدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال ذرة من کبر O (بخاری)

وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوسکے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی غرور و گھمنڈ ہو۔

بڑائی اور کبریائی تو اس کا حق ہے جس کو کبھی موت نہیں اور جس کو کبھی ذلت نہیں اور صرف اللہ تعالیٰ کی ایک ذات ہی ہے جس کو نہ موت ہے اور نہ ذلت وہ ہمیشہ زندہ ہے اور وہ ہمیشہ عزت والا ہے۔

حاضرین کرام! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت اور منصب کو ایک امتی ہونے کی حیثیت سے ہم بخوبی جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام مخلوقات میں بزرگ و برتر بنایا ہے اور آپ ﷺ تمام نبیوں کے سردار ہیں، آخری نبی ہیں، اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے کبھی غرور و گھمنڈ نہیں کیا، اگر غرور و گھمنڈ کرنا اللہ کے کسی بندہ کے لئے مناسب ہوتا تو بڑائی اور غرور کے زیادہ مستحق تو آپ ﷺ تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی انکساری

مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی مغرورانہ گفتگو کی اور نہ مغرورانہ لب ولہجہ اختیار کیا اور نہ آپ ﷺ کی رفتار میں یہ چیز محسوس کی گئی، آپ ﷺ مکہ کے فاتح بن کر صحابۂ کرامؓ کے ساتھ مکۂ مکرمہ میں داخل ہو رہے ہیں اور آپ ﷺ کی عاجزی وانکساری، خاکساری وتواضع کا عالم یہ ہے کہ آپ اونٹ پر تشریف فرما ہیں اور آپ ﷺ کی گردن تواضع سے پوری طرح جھکی ہوئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تم میری تعریف میں حد سے تجاوز مت کرو مبالغہ آرائی سے کام نہ لو، جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں حد سے تجاوز کیا۔

کسی صحابی نے آپ ﷺ کو ''خیر البریۃ تمام مخلوق میں سب سے بہتر'' کا خطاب دیا، آپ ﷺ اس تعریف سے خوش نہیں ہوئے بلکہ صحابی کی یہ بات حقیقت ہونے کے باوجود کہ آپ کا مقام ومرتبہ تمام مخلوقات میں سب سے بڑا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا'' خیر البریۃ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام'' تھے، اللہ اکبر! یہ شان ہے نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ مدینہ والوں کی باندیوں میں سے ایک باندی تھی وہ آپ ﷺ سے کہتی کہ فلاں جگہ میرا کام ہے آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں رسولوں کا سردار ہوں بلکہ آپ ﷺ نے اس غریب ومسکین باندی سے فرمایا کہ تو مجھے جس راستہ پر لیجانا چاہے لے جا اور جو کام میرے ہاتھوں سے لینا چاہے لے میں تیری خدمت کے لئے حاضر ہوں۔آج ہم ایسی عاجزی اور ایسی تواضع کا ہماری زندگی میں تصور بھی نہیں کرسکتے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ جب اپنے گھر میں ہوتے تو گھر کے کام کیا کرتے تھے ہاں! جب نماز کا وقت آجاتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے تھے، آج ہم صاحب ثروت اور مالدار ہوجاتے ہیں یا ہمارے ہاتھ میں کوئی ہنر یا فن یا علم آجاتا ہے تو اپنے گھر کا کام خود کرنے کو عار سمجھتے ہیں اور معیوب سمجھتے ہیں کہ ہم اپنے گھر کا کام کریں، آج کل مرد احباب گھروں کے چھوٹے چھوٹے کام کرنے کو معیوب سمجھتے ہیں اگر اپنے گھر کا کام خود کرنا معیوب ہوتا تو نبیوں

کے سردار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کیوں اپنے گھر کے یہ کام کرتے؟ آپ ﷺ کا حال یہ تھا کہ کوئی بیمار ہوتا تو چاہے وہ غریب ہو یا امیر بڑا ہو یا چھوٹا اس کی عیادت کوتشریف لے جاتے اور تیمارداری فرماتے، اگر کسی کا انتقال ہوجاتا امیر ہو یا غریب اس کے جنازہ میں شریک ہوجاتے، اور اگر کوئی غلام بھی آپ کو دعوت دیتا تو آپ اس کی دعوت قبول کر لیتے تھے اور آپ ﷺ میں اس قدر عاجزی وانکساری تھی کہ کبھی اونٹ پر سوار ہیں اور کبھی خچر پر سوار ہیں اور وقت کے نبی میں نہ غرور ہے نہ گھمنڈ ہے اور نہ فخر ہے اور نہ شیخی بازی ہے، بالکل تواضع کا پیکر بنے آپ ﷺ اپنی زندگی گزارتے ہیں۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سفر میں قافلے کے پیچھے پیچھے چلتے اور کوئی کمزور نظر آتا تو اس کو اپنی سواری پر بٹھا لیتے اور ان کے حق میں دعاء فرماتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک غریبوں اور مالداروں کے ساتھ مساویانہ تھا، کسی غریب اور مسکین سے بھرے مجمع اور بازار میں گفتگو کرنے میں آپ ﷺ کو کوئی عار نہیں تھا، حضور ﷺ کے زمانہ میں زاہر نامی صحابی تھے جو غلام تھے شکل وصورت میں نہ حسین وجمیل تھے اور نہ چہرہ پر ظاہری کشش تھی مگر آپ ﷺ ان سے بے انتہا محبت کرتے تھے، ایک روز حضور ﷺ بازار تشریف لے گئے تو حضرت زاہر اپنا سودا بیچ رہے تھے، حضور ﷺ نے پیچھے سے انہیں اپنی گود میں لے لیا، وہ حضور ﷺ کو نہیں دیکھ رہے تھے اور کسی کے پیچھے سے اچانک پکڑ لینے کی وجہ سے کہہ رہے تھے مجھے چھوڑ دو یہ کون شخص ہے؟ جب مڑ کر دیکھا تو پہچان گئے کہ حضور ﷺ ہیں اس کے بعد حضرت زاہر پوری کوشش کرنے لگے کہ اپنی پیٹھ نبی کریم ﷺ کے سینہ مبارک سے چمٹی رہے۔ حضور ﷺ بازار میں یہ آواز لگانے لگے اس غلام کو کون خریدے گا؟

من یشتری هٰذا الغلام O اس غلام کو کون خریدے گا؟

حضرت زاہر کہنے لگے کہ میری قیمت ہی کیا لگے گی؟

نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

لکن عنداللّٰہ لست بکاسد O

اے زاہر! اللہ کے نزدیک تم بے قیمت اور ناکارہ نہیں ہو۔

اللہ اکبر! اس واقعہ سے ہم سبق حاصل کر سکتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کس قدر متواضع تھے اور آپ ﷺ میں کس قدر عاجزی، انکساری اور خاکساری تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم غلاموں، غریبوں، مسکینوں، بچوں، اجنبیوں اور مسافروں سب کے ساتھ انتہائی عاجزی و انکساری، محبت و شفقت کا برتاؤ فرماتے تھے، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کی پھر آپ ﷺ اپنے گھر والوں کے پاس جانے کے لئے مسجد سے باہر نکلے میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ باہر آیا، حضور ﷺ کے سامنے کچھ بچے آ گئے، آپ ﷺ نے ان میں سے ہر ایک کے چہرہ پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا اور پھر میرے چہرہ پر بھی اپنا مبارک ہاتھ پھیرا اس وقت میں نے آپ ﷺ کے دستِ مبارک کو ایسا ٹھنڈا اور خوشبودار پایا گویا آپ نے اپنے ہاتھ کو ابھی عطر کے ڈبہ سے نکالا ہو۔

حاضرین کرام! ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے سبق حاصل کرنا چاہئے اور دلوں کی سختی اور لہجہ کی کڑواہٹ کو نکال کر دلوں میں نرمی اور تہذیب و تمدن میں سادگی، عاجزی و انکساری لانی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو غرور و گھمنڈ سے بچائے اور عاجزی و خاکساری تواضع و انکساری کے ساتھ محبت و الفت کے دامن میں رہتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

■ ■ ■

اعمالِ صالحہ

- ایمان اور عمل
- وہ مومن کامیاب ہیں
- دین اسلام کا عمل سے تعلق
- اعمال صالحہ سے ہماری غفلت
- ایمان اور اعمال صالحہ ہی حقیقی قوت
- اعمال صالحہ کا مقصد رضاء الٰہی
- مقصد زندگی امتحان ہے
- اعمال صالحہ سے درجے بلند ہوتے ہیں
- اعمال کا بوجھ طاقت کے بقدر
- ہمارے اعمال لکھے جارہے ہیں
- گنہ گاروں کے لئے توبہ کا دروازہ
- توبہ کے بعد اصلاح اعمال
- نیک اعمال کے ذریعہ ہم کسی پر احسان نہیں کررہے ہیں
- نیک اعمال کا دنیوی صلہ
- نیک اعمال کا اخروی صلہ
- سارے اعمال کا پول کھل جائے گا
- معاف کرنا نہ کرنا اللہ کے اختیار میں ہے
- زندگی کا اصل سرمایہ اعمال صالحہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین وسیدالمرسلین محمد و آلہ و صحبہ اجمعین . اما بعد . فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم .

والذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت اولئک اصحب الجنۃ ھم فیھا خالدون O (البقرہ / ۸۲)

ومن یفعل ذالک ابتغاء مرضات اللّٰہ فسوف نوتیہ اجراً عظیما(النساء/۱۱۴)

ولکل درجٰت مما عملوا وما ربک بغافل عما یعملونO(الانعام/۱۳۲)

وھو الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام وکان عرشہ علی الماء لیبلوکم ایکم احسن عملاً O (ھود / ۷)

من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون O (النحل / ۹۷)

یایھا الرسل کلوامن الطیبٰت واعملوا صالحا انی بما تعملون علیمO (المومنون / ۵۱)

ومن احسن قولا ممن دعا الی اللّٰہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین O (حم السجدہ / ۳۳)

قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضہ O (الاحقاف / ۱۵)

ولکل درجٰت مما عملوا O (الاحقاف / ۱۹)

فاما من ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیۃ O (القارعۃ / ٦)

برادرانِ اسلام ! ہم سب مسلمان اللہ تعالیٰ کی ذات اوراس کے صفات پر ایمان رکھتے ہیں اوراس نے ہماری ہدایت کے لئے جن کتابوں کونازل کیااورجن رسولوں اورنبیوں کومبعوث فرمایا ان پربھی ایمان رکھتے ہیں اوراس دنیاکے بعدوالی حقیقی دنیایعنی عالم آخرت پربھی ایمان رکھتے ہیں اوراس تقدیر پربھی ایمان رکھتے ہیں جواللہ نے اپنی قدرت وطاقت سے مقدر کی ہے،اس ایمان کے بعدایک مسلمان کے لئے عمل کی باری ہے،ایمان سے عمل کاگہرارشتہ اورتعلق ہے،جس طرح ہمارے جسم کاروح سے اورہماری روح کاجسم سے تعلق ہےاسی طرح ہمارے ایمان کاعمل سے اورہمارے عمل کاایمان سے تعلق ہے اگرہمارے پاس ایمان ہےلیکن عمل نہیں تواس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک ایسی روح جواپنے ظاہری جسم سے محروم ہواورہم ایسی روح کاتصورہی نہیں کرسکتے،اوراگرعمل ہےاورایمان نہیں ہےتووہ ایک ایساجسم ہے جوروح سے محروم ہے۔

ایمان اورعمل

معلوم یہ ہواکہ جسم اورروح دونوں کاایک دوسرے سے رابطہ جس طرح ضروری ہے اسی طرح ایمان کاعمل سے رابطہ بھی ضروری ہے،اسی لئے قرآن مجیدنے باربارا س حقیقت سے ہم ایمان والوں کوآگاہ کیاکہ اگرایمان کے بغیرنیک اعمال کروگےتووہ ضائع کردیئے جائیں گے، سورۂ نحل کی آیت (۹۷) میں اعمال صالحہ کی مقبولیت کے لئے ایمان کی شرط لگائی گئی۔

من عمل صالحا من ذکر او انثٰی وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ

جوشخص کوئی نیک کام کرے گاخواہ وہ مردہویاعورت بشرطیکہ صاحبِ ایمان ہوتوہم اس شخص کو لطف والی زندگی دیں گے۔

اورجولوگ اس دنیامیں آخرت کی کامیابی کے لئے جدوجہدکرتے ہیں اورنیک اعمال کرتے ہیں توان کی کوشش بھی اسی وقت مقبول ہوگی جبکہ وہ مومن بھی ہوں چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر(۱۹) میں فرمایاگیا:

ومن اراد الآخرۃ وسعی لھا سعیھا وھو مومن فاولٰئک کان سعیھم مشکوراً O

اور جو شخص آخرت کی نیت رکھے گا اور اس کے لئے جیسی کوشش کرنی چاہئے ویسی کوشش بھی کرے گا بشرطیکہ وہ شخص مومن بھی ہوا یسے لوگوں کی یہ کوشش مقبول ہوگی

اس آیت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ عمل صالح کی مقبولیت اللہ کے ہاں اسی وقت ہوگی جبکہ ایمان ہو، سورۂ مائدہ کی آیت نمبر (۵) میں فرمایا گیا:

ومن یکفر بالایمان فقد حبط عمله O

اور جو شخص ایمان کے ساتھ کفر کرے گا تو اس شخص کا عمل غارت ہو جائے گا۔

بہر حال ایمان کے ساتھ عمل اور عمل کے ساتھ ایمان کا ہونا ضروری ہے۔

حاضرین کرام! ایمان مذہب کی اصل ہے اور مذہب کی جان ہے لیکن یہ ایمان دل کے اندر کی بات ہے جس کو دوسرا کوئی نہیں جانتا اور اس ایمان کے راسخ اور مضبوط ہونے کی پہچان آدمی کے اعمال واخلاق سے ہوتی ہے۔

وہ مومن کامیاب ہیں

قرآن مجید نے یہ نہیں کہا کہ جو صرف ایمان لالے وہ کامیاب ہوگیا بلکہ سورۂ مومنون کی ابتدائی آیات کی آپ تلاوت کریں گے اور اس کے مطلب کو جانیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ صرف ایمان لانے پر کامیابی کی بشارت نہیں دی گئی بلکہ ان ایمان والوں کو کامیابی کی بشارت دی گئی جو ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ اختیار کریں اور اخلاقِ حسنہ کے حامل بن جائیں۔

قد افلح المومنون الذین هم فی صلواتهم خاشعون والذین هم عن اللغو معرضون والذین هم للزکواة فاعلون والذین هم لفروجهم حافظون O

وہ ایمان والے کامیاب ہوگئے جو نماز میں جھکنے والے ہیں، لغو باتوں سے بچنے والے ہیں اور زکواۃ دینے والے ہیں اور اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ وغیرہ۔

معلوم یہ ہوا کہ کامیابی صرف ایمان پر نہیں بلکہ کامیابی ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ اختیار کرنے اور اخلاق حسنہ اختیار کرنے پر ہے۔ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات بھی یہی تھیں کہ آپ ﷺ نے

ایمان کو عمل سے علیحدہ نہیں کیا، ایمان کو اگر ہم درخت سے تعبیر کریں گے تو عمل اس درخت کا پھل ہے، ایمان کو اگر ہم پھول سے تعبیر کریں گے تو عمل اس پھول کی خوشبو ہے۔

دین اسلام کا عمل سے تعلق

بزرگانِ محترم! ایمان صرف زبانی جمع خرچ کا نام نہیں ہے بلکہ ایمان نام ہے اللہ کی ذات کو دل کی گہرائی سے تسلیم کرنے کا اور ایمان نام ہے اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے تن من دھن کی بازی لگانے کا، ایمان نام ہے اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کے سامنے جھکا دینے کا، حضور ﷺ کا لایا ہوا دین عمل سے بھی تعلق رکھتا ہے اور اخلاق سے بھی، حضور ﷺ کی لائی ہوئی شریعت معاشرت سے بھی تعلق رکھتی ہے معاملات سے بھی، قرآن مجید کی تعلیمات ایمان کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں اور حضور ﷺ کے اخلاق و کردار نیک اعمال کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں، آپ ﷺ نے اپنی اُمت کو جو بھی حکم دیا پہلے اس پر خود عمل کر کے بتلایا، غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرنے کا اپنی امت کو حکم دیا اور خود بھوکے رہ کر غریبوں اور مسکینوں کو کھلایا، نماز پڑھنے کا دوسروں کو حکم دیا تو خود دوسروں سے زیادہ بلکہ پوری اُمت سے زیادہ خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھ کر بتلایا۔

حاضرین کرام! ہم مومن و مسلمان ہیں ہمارے ایمان و اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ ہم جس پر ایمان رکھتے ہیں اس کے احکامات پر عمل کریں، اور جس نبی پر ایمان رکھتے ہیں اس نبی کی پیروی و اتباع میں نیک اعمال کریں۔

ایمان اور ایمان کے مطابق عمل ہی ہماری زندگی کی جان ہے، اسی لئے قرآن مجید میں بار بار اعمالِ صالحہ کی ترغیب دی گئی ہے، اور ساتھ ہی ایمان اور نیک اعمال پر خوشخبریاں بھی دی گئی ہیں، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۲۵) میں فرمایا گیا:

وبشر الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت ان لهم جنت تجری من تحتها الانهر O

اے پیارے پیغمبر! آپ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ہیں اس بات کی خوشخبری

دیکھئے کہ ان کے واسطے جنت کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۸۲) میں فرمایا گیا:

والذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت اولئک اصحب الجنة هم فيها خلدون O

جولوگ ایمان لائیں گے اور نیک کام کریں گے ایسے لوگ جنتی ہیں وہ اس جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔

صالحہ سے ہماری غفلت

اس قسم کی سینکڑوں آیتیں ہیں جن میں ایمان والوں کو اعمال صالحہ کے اختیار کرنے کی شرط پر بشارتیں دی گئی ہیں مگر اس کے باوجود ہم مسلمانوں کے اندر اعمال صالحہ سے غفلت اس قدر ہے کہ مسلمانوں کی کسی بستی میں چلے جائیں وہاں ایمان کے دعویدار تو بہت ملیں گے مگر اس دعویٰ کے ساتھ بے عملی اور بدعملی کے عجیب وغریب نقشے آپ کو نظر آئیں گے۔

محلّہ میں اذان ہورہی ہے، سینکڑوں مسلمان موذن کی یہ آواز سن رہے ہیں مگر سوائے چار پانچ یا دس پندرہ مسلمانوں کے کسی کے کان میں جوں نہیں رینگتی، بہت سے مسلمانوں کو یہ بھی معلوم ومحسوس نہیں ہوتا کہ موذن آخر اس بلند آواز کے ذریعہ کیا کہہ رہا ہے، کس کو بلا رہا ہے، کس کام کے لئے اور کس مقصد کے لئے بلا رہا ہے؟

مسلمانوں میں بہت کم ایسے لوگ ملیں گے جو اپنے کاروبار کو چھوڑ کر نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد آجائیں، یہ ہے ہمارے اعمال کی حالت، رمضان المبارک کا مقدس مہینہ آتا ہے اور قرآن مجید کی یہ آیتیں مسلمانوں کے کانوں میں گونجتی ہیں کہ "**یایها الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام** اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں" مگر مسلمانوں میں بہت سے ایسے مرد وعورت، نوجوان اور بوڑھے ایسے ہیں جن کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ ماہِ رمضان کا مطلب ہی نہیں جانتے۔

آج کتنے مسلمان ایسے ہیں جو اپنے آپ کو مومن ومسلمان کہنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے مگر جہاں عمل کی باری آتی ہے تو اتنے بے پرواہ کہ نہ حلال وحرام کی تمیز ہے، نہ پاک و ناپاک کا لحاظ......

اگر مردم شماری کی جاتی ہے تو ہم مسلمان کروڑوں کی تعداد میں گنے جاتے ہیں لیکن ہماری تمام

مسجدوں کے مصلیوں کی تعداد کا حساب کیا جائے تو پانچ چھ فیصد مسلمان ہی پنجوقتہ نمازی نظر آتے ہیں، کیا پچانوے فی صد مسلمانوں نے ایمان پر قناعت کر لی؟ ہم مسلمانوں کو مال و دولت کے حاصل کرنے میں قناعت سے کام لینے کا حکم دیا تھا مگر ہم مسلمانوں نے ایمان اور چند رسمی اعمال پر قناعت کر لی اور باقی سارے اعمال کو اپنے اختیار سے معاف کر لیا۔ **نعوذ باللّٰہ من ذالک .**

حاضرینِ کرام! اگر ہم کسی ملک کے باشندے ہونے کا دعویٰ کریں اور حکومت کے سامنے یہ اقرار کر لیں کہ ہم آپ کے ملک کے شہری اور باشندے ہیں تو صرف اقرار کر لینے سے ہم اس ملک کے باشندے نہیں ہو جاتے بلکہ اس اقرار کے بعد اس ملک کے قوانین، اصول اور ضوابط پر عمل کرنا ضروری ہو جاتا ہے، بالکل اسی طرح جب ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر دل سے تصدیق کر لیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہیں، پاک اور بے عیب ہیں، اس کے بھیجے ہوئے پیغمبر سچے ہیں اس کی نازل کردہ کتابیں برحق ہیں اور زبان سے ان تمام باتوں کا اقرار بھی کر لیں تو اب ہم پر اس دین کی طرف سے نافذ کردہ احکامات پر عمل کرنا ضروری اور لازمی ہو جاتا ہے، دین کی یہ گاڑی دو پہیوں سے چلتی ہے، ایمان اور عمل یہ دو پہیے ہیں جن کے ذریعہ یہ گاڑی منزل مقصود کی طرف روانہ ہوتی ہے اور جس دن ہماری زندگی کا یہ سفر ختم ہوگا یہی ایمان اور یہی اعمال و اخلاق ہمارے کام آئیں گے گویا یہ ہماری دنیوی زندگی کا وہ توشہ ہے جس کو ہم نے اپنی آخرت کے لئے تیار کر لیا ہے۔

ایمان اور اعمال صالحہ ہی حقیقی قوت

حاضرینِ کرام! ہم سب مسلمانوں کی حقیقی قوت و طاقت ہمارا ایمان اور ہمارے اعمال ہیں، اگر ہم ایک اللہ پر ایمان رکھیں اور ایک اللہ کے حکموں کے مطابق عمل کر لیں اور اس کی ہر پکار کا جواب دیں اور مسجدوں میں ایک اللہ اکبر کی آواز پر جمع ہو جائیں تو پھر کسی دوسری قوم کے کسی فرد کو یہ ہمت نہیں ہو سکے گی کہ وہ ہم پر یا ہمارے مذہب پر انگلی اٹھائے، آج غیر قومیں ہماری دشمنی پر متحد ہو رہی ہیں تو محض اس وجہ سے کہ انہوں نے ہمارے ایمان اور ہمارے اعمال کی کمزوری اور جھول کو محسوس کر لیا ہے اور ایمان و عمل سے ہماری کھوکھلی وابستگی کو پرکھ لیا ہے، اسی احساس نے ان کو ہمارے مقابلہ میں جری اور بلند ہمت بنا دیا ہے۔

اعمال صالحہ کا مقصد رضائے الٰہی

بزرگانِ محترم! جو اعمال ہم کر رہے ہیں ان اعمال کا مقصد کیا ہے؟ اس کا جواب ہمیں قرآن مجید کی آیات سے ملتا ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر (۱۱۴) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ومن یفعل ذالک ابتغاء مرضات اللّٰہ فسوف نوتیہ اجرا عظیما

اور جو شخص یہ کام اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کرے گا تو ہم اس کو عنقریب اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے۔

اس آیت سے معلوم یہ ہوا کہ افعال و اعمال پر اجر و ثواب اس وقت ملتا ہے جب کہ بندہ اللہ کو راضی کرنے کے لئے عمل کرے۔ اسی لئے قرآن مجید نے اس بات کی تعلیم دی کہ وہ اپنے رب سے یہ دعاء کرے۔

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی و علی والدی وان اعمل صالحاً ترضہ O

اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیرے احسان کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا اور اس بات کی بھی توفیق دے کہ میں ایسا نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو جائے۔

ہم جب بھی کوئی نیک کام کریں دل میں سب سے پہلے یہ اِرادہ ہو کہ میرا رب میرے اس عمل سے خوش ہو جائے، نماز کا اِرادہ کیا تو اس اِرادہ کے ساتھ یہ اِرادہ بھی کر لیں کہ میرا رب اس نماز کی وجہ سے مجھ سے راضی ہو جائے، روزہ رکھنے کے لئے اپنی میٹھی نیند قربان کرتے ہوئے سحری کریں تو دل میں یہ اِرادہ ہو کہ میرا رب میری اس قربانی سے اور روزہ کی حالت میں میری بھوک اور میری پیاس سے راضی اور خوش ہو جائے، اللہ کی راہ میں زکواۃ کا مال خرچ کریں یا نفل صدقات دیں، دل میں یہ تمنا اور آرزو ہو کہ میرا رب اس صدقہ اور زکواۃ سے راضی ہو جائے، حج کی نیت کر لیں تو دل میں یہ نیت ہو کہ میرا رب میرے اس سفر سے اور کعبۃ اللہ کے طواف، سعی، رمی جمرات، وقوف عرفات او حج کے دوسرے سارے مناسک سے خوش

ہو جائے، بہر حال ہمارے سارے اعمال کا مقصد اور اس کی روح یہی ہے کہ ہم اپنے عمل سے اپنے رب حقیقی کو راضی کرلیں، اگر رب ذوالجلال ﷻ ہمارے اعمال سے خوش ہو جائیں تو پھر جنت بھی ملے گی، دنیا کی خوشحالی بھی ملے گی، قیامت کے دن کا خصوصی سایہ بھی نصیب ہوگا، حساب میں آسانی بھی ہوگی اور شفاعت بھی ملے گی۔

مقصدِ زندگی امتحان ہے

حاضرینِ کرام! اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ قیمتی زندگی بخشی ہے اس زندگی سے اللہ تعالیٰ ہمارا امتحان لینا چاہتے ہیں کہ ہم میں کون اچھے اعمال کرے گا اور کون برے اعمال کرے گا؟ سورۂ ھود کی ساتویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وھو الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام وکان عرشہ علی الماء لیبلوکم ایکم احسن عملاً O

اور وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے آسمان اور زمین کو چھ دن کی مقدار میں پیدا کیا اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ تم کو آزمائے کہ تم میں اچھے عمل کرنے والا کون ہے؟

اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ ہماری پیدائش کا مقصد ہماری آزمائش ہے کہ ہم نیک عمل کرتے ہیں یا برے عمل کرتے ہیں؟ نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری زندگی کا مقصد اعمال کی آزمائش ہے اور اعمال کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔

سورۂ یونس کی آیت نمبر (۱۴) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ثم جعلنکم خلٰئف فی الارض من بعد ھم لننظر کیف تعملون

اے لوگو! ہم نے پچھلی قوموں کے بعد تم کو اس سرزمین کا جانشین بنایا تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو؟

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ ہماری پیدائش کا مقصد ہمارے اعمال کی آزمائش ہے کہ ہم کس قسم کا عمل کرتے ہیں ظاہر ہے کہ اگر ہم نیک عمل کرتے ہیں تو اللہ کے محبوب ہیں ورنہ اللہ کے مبغوض بندے ہیں۔سورۂ ملک میں بھی یہ بات بتلائی گئی:

الذی خلق الموت والحیواۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا O

وہ اللہ جس نے زندگی اور موت کو اس لئے پیدا کیا تا کہ وہ تمہارا امتحان لے کہ تم میں کون اچھے اعمال کرتا ہے؟

بزرگانِ محترم ! آج ہم اپنے مال اور اپنی دولت سے، اپنی گفتگو اور اپنے اخلاق سے بیوی بچوں کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، دوست واحباب کو خوش کرنے کی تدبیر کرتے ہیں، ملازموں اور آقاؤں کو خوش کرنے کے منصوبے بناتے ہیں اور رشتہ داروں کو خوش کرنے کی فکر کرتے ہیں مگر ایک مومن ومسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا اولین فریضہ یہ ہے کہ ہم اپنے اعمال سے اور اپنے اخلاق سے اپنے حقیقی پروردگار کو خوش کریں اگر وہ خوش ہو جائے تو پھر ساری دنیا خوش نظر آئے گی۔

اعمال صالحہ سے درجات بلند ہوتے ہیں

حاضرین کرام ! ہمارے اعمال صالحہ کی بنیاد پر ہی ہمارے درجات بلند ہو سکتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر (۷۵) میں فرمایا:

ومن یاتہ مومنا قد عمل الصلحت فاولٰئک لھم الدرجت العلی

اور جو شخص اپنے پروردگار کے پاس مومن بن کر حاضر ہوگا اور اس نے نیک اعمال بھی کئے ہوں گے تو ایسے لوگوں کے لئے بڑے اونچے درجے ہوں گے۔

سورۂ احقاف کی آیت نمبر (۱۹) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولکل درجت مما عملوا O

اور ہر ایک کے لئے ان کے اعمال کی وجہ سے الگ الگ درجے ملیں گے۔

جو لوگ یہ پسند کریں کہ آخرت میں وہ اونچے درجے پر رہیں انہیں اس دنیا میں نیک اعمال کرنے ہوں گے، ہمارے نیک اعمال جتنے زیادہ ہوں گے اور ان نیک اعمال میں جس قدر اخلاص اور جس قدر خشوع وخضوع ہوگا اسی قدر آخرت میں ہمارے درجات اونچے اور بلند ہوں گے۔

اعمال کا بوجھ طاقت کے بقدر

اور اللہ تعالیٰ نے جن اعمال کے کرنے کی ذمہ داری ہم کمزور انسانوں کے کاندھوں پر ڈالی ہے یہ ذمہ داری ہماری کمزوری کا لحاظ رکھتے ہوئے رکھی گئی ہے، ہم پر ایسے اعمال نافذ نہیں کئے گئے ہیں جن کو ہم نہ کر سکتے ہوں، ایک انسان اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود جو اعمال آسانی سے کر سکتا ہے انہی اعمال کی ذمہ داری اس انسان پر رکھی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے سورۂ اعراف کی آیت نمبر (۴۲) میں فرمایا:

والذین اٰمنوا وعملوا الصلحت لا نکلف نفساً الا وسعھا O

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کوئی کام نہیں دیتے۔

اس آیت میں ایمان اور اعمال صالحہ کے تذکرہ کے فوری بعد کہا گیا کہ تم پر انہی اعمال کی ذمہ داری ہے جن اعمال کے کرنے کی طاقت وقوت تمہارے اندر ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر (۲۸) میں فرمایا:

یرید اللّٰہ ان یخفف عنکم و خلق الانسان ضعیفًا O

اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ تم پر سے اعمال کا بوجھ ہلکا کردیں اور انسان تو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

پیدا کرنے والے حقیقی حالق و مالک کو معلوم ہے کہ انسان کس قدر کمزور ہے اور اس کی کمزوری کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہی اس پر احکامات نافذ کئے گئے ہیں۔

سفر میں آدمی کو الجھنیں اور پریشانیاں زیادہ ہوتی ہیں اور وقت کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے اس لئے چار رکعت والی فرض نماز کو دو رکعت میں تبدیل کردیا گیا اور قصر کی اجازت دی گئی۔

واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز میں قصر کرو۔

یہ حکم خود بتلاتا ہے کہ اسلامی احکامات میں گنجائش رکھی گئی ہے اور دین میں آسانی کا پہلو رکھا گیا ہے۔ نماز کے لئے وضو کا حکم دیا گیا لیکن بیماری کی صورت میں یا پانی کے نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کی اجازت دی گئی۔

فلم تجدوا ماء فتیمموا . اگر پانی نہ ملے تو تیمّم کرلو۔

ما یرید اللّٰہ لیجعل علیکم من حرج O

اللہ تعالیٰ تم کو مشکل احکامات دے کر تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۱۸۵) میں فرمایا:

یرید اللّٰہ بکم الیسر ولا یریدبکم العسر O

اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے وہ تمہارے ساتھ سختی کرنا نہیں چاہتا

اور یہ بات بھی روزہ کی تفصیلات بتلاتے ہوئے کہی گئی ہے کہ اگر تم میں کوئی مسافر اور بیمار ہے تو اس کے لئے روزہ رکھنے میں اس بات کی گنجائش ہے کہ وہ بیماری اور سفر کی حالت میں روزہ چھوڑ دے اور بعد میں جب سفر سے واپس ہو جائے یا صحت مند ہو جائے تو ان روزوں کی قضا کرلے۔

بہر حال اسلام میں جتنے احکامات ہیں ان میں نرمی ہے، سہولت ہے، گنجائش ہے، یہ اس لئے تاکہ مومن ومسلمان کو عمل کرنے میں بوجھ اور تکلیف نہ ہو۔

ہمارے اعمال لکھے جارہے ہیں

حاضرین کرام! اللہ تعالیٰ نے ہم پر اس قدر رحم فرمایا اور اتنی سہولتیں دیں مگر اس قدر سہولتوں کے باوجود آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم ان احکامات پر عمل کرنے میں سستی اور کاہلی کرتے ہیں، ہم اس دنیا میں اس قدر آزادی کے ساتھ اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے ہیں کہ ہمیں یہ احساس تک نہیں کہ ہمارا رب ہمیں دیکھ رہا ہے، ہم جب کسی کے ہاں ملازمت کرتے ہیں اور ہمیں یقین ہوتا ہے کہ ہمارا سیٹھ ہمیں دیکھ رہا ہے یا ہمارا آفیسر ہماری ہر حرکت پر نظر رکھے ہوئے ہے تو ہم پوری طرح چوکنا رہتے ہیں اور پوری طرح چاق و چوبند ہو کر کام میں مصروف رہتے ہیں ایک معمولی سیٹھ اور معمولی آفیسر کے وجود کا اس قدر احساس ہے تو ایک بندۂ مومن کا یقین کہاں چلا گیا جب کہ ہم اس دنیا میں جتنے کام کررہے ہیں رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ ہمارے ان تمام کاموں کو دیکھ رہے ہیں اور اس کے مقرر کردہ فرشتے ان کاموں کو نامۂ اعمال میں درج کررہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے سورۂ انبیاء کی آیت نمبر (۹۴) میں فرمایا:

فمن یعمل من الصلحت وھو مومن فلا کفران لسعیه وانا له کاتبون

جو شخص نیک کام کرتا ہو وہ ایمان والا بھی ہو تو اس کی محنت اکارت نہیں ہوگی اور ہم اس کو لکھ لیتے ہیں

معلوم یہ ہوا کہ ہمارے سارے اعمال اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقرر کردہ فرشتے کراماً کاتبین لکھ رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب ہمارا نامۂ اعمال کل قیامت کے دن کھلے گا تو اللہ کا بندہ اس نامۂ اعمال میں موجود اپنی نیکیوں اور برائیوں کو دیکھ کر کہے گا کہ:

ما لھذا الکتب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصھا و وجدوا ما عملوا حاضراً O

اس کتاب کو کیا ہو گیا کہ اس نے نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑی اور نہ کوئی بڑی بات، اس نے ہر چیز کو نوٹ کر لیا اور آدمی نے جو کچھ اپنی زندگی میں کیا ہے وہ اس عمل کو اس نامۂ اعمال میں حاضر پائے گا

سورۂ لقمان میں یوں کہا گیا:

وان اللّٰہ بما تعملون خبیر . جو کچھ تم عمل کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس عمل سے باخبر ہے

جب اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور اس کو ہمارے سارے اعمال کی خبر ہے تو پھر ہمیں اچھے اعمال کرنا چاہئے، بیٹا باپ کے خوف سے کوئی برا کام نہیں کرتا، اس خوف کی وجہ سے کہ باپ دیکھ رہا ہے، شاگرد استاد کے سامنے کوئی برا عمل نہیں کرتا اس خوف سے کہ استاد اسے دیکھ رہا ہے تو ایسی صورت میں ایک مسلمان میں یہ کیسے جرأت اور ہمت پیدا ہو سکتی ہے کہ وہ کوئی برا عمل کرے جب کہ اس کا رب اس کو دیکھ رہا ہے، اگر ہم اس احساس کو ذہنوں میں بٹھا لیں کہ ہمارا رب ہمیں ہر وقت دیکھ رہا ہے تو پھر برے عمل سے بچنے کا اس سے بہتر فارمولا اور کوئی نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے یہ بات بیان فرمائی کہ:

وما تکون فی شان وما تتلوا منه من قرآن ولا تعملون من عمل الا کنا علیکم شھوداً اذ تفیضون فیه O (یونس/ ٦١)

اور تم جس حال میں بھی ہو اور قرآن میں سے جو حصہ بھی سنا رہے ہو اور تم لوگ جو کام بھی کرتے ہو ہم تمہارے اوپر گواہ رہتے ہیں جس وقت تم اس میں مشغول رہتے ہو اور تمہارے پروردگار

سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز غائب نہیں ہے۔

نہ زمین کی چیز اللہ سے غائب ہے اور نہ آسمان کی کوئی چیز، نہ کوئی چھوٹی چیز اللہ کی نگاہوں سے غائب ہے اور نہ کوئی بڑی چیز، دنیا کے ہر ہر عمل کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں اور انسانوں کے ہر ہر قول کو اللہ تعالیٰ سن رہے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

ان رسلنا یکتبون ما تمکرون O

ہمارے فرشتے تمہاری تمام شرارتوں کو لکھ لیتے ہیں۔

ہائے کاش! ہم مسلمانوں کے دلوں میں اس بات کا یقین پیدا ہو جاتا۔

گنہ گاروں کے لئے توبہ کا دروزہ کھلا ہوا ہے

حاضرین کرام! بات اعمال کی چل رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے اگرچہ ہم انسانوں کو اختیار دیا ہے کہ ہم چاہیں تو نیک عمل کریں چاہیں تو برے عمل کریں، ہمارے ہاتھ اللہ تعالیٰ نے باندھ نہیں دیئے ہیں کہ ہم صرف نیک عمل ہی کریں، لیکن اس اختیار کے ساتھ ساتھ بھلے اعمال کرنے کی ترغیب بھی دی گئی ہے اور برے اعمال سے باز آنے کی تعلیم بھی دی گئی ہے، اس کے باوجود اگر ہم سے کوئی برا عمل ہو جائے تو اس بات کی گنجائش بھی رکھی گئی ہے کہ ہم اپنی اس زندگی ہی میں اپنے پروردگار سے اپنے کئے ہوئے گناہوں کی معافی مانگیں اور سچی توبہ کرلیں۔

اللہ تعالیٰ ایسے مہربان اور رحیم ہیں کہ وہ اپنے بندوں کو ان کی خطا اور لغزش، ان کی سرکشی اور نافرمانی کو معاف فرما دیتے ہیں جبکہ وہ اپنے گناہ پر دل سے شرمندہ ہوں اور پھر اس گناہ کے نہ کرنے کا عزم بھی ان کے دل میں ہو، قرآن مجید کی بیسیوں آیتوں میں توبہ کرنے کی ترغیب دی گئی اور توبہ کرنے والوں کے لئے اس کی رحمت کے دروازوں کے کھلے رکھنے کی خوشخبری بھی دی گئی، چنانچہ سورۂ انعام کی آیت نمبر (۱۵۳) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

والذین عملوا السیئات ثم تابوا من بعدھا و اٰمنوا ان ربک من بعدھا لغفور رحیم O

جن لوگوں نے گناہ کے کام کئے پھر وہ ان کے بعد توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں تو تمہارے

پروردگار اس گناہ کے بعد معاف کرنے والے اور رحمت کرنے والے ہیں۔

سورۂ نحل کی آیت نمبر (۱۱۹) میں فرمایا:

ثم ان ربک للذین عملوا السوء بجهالة ثم تابوا من بعد ذالک واصلحوا ان ربک من بعدها لغفور رحيم O

پھر آپ کا رب ایسے لوگوں کے لئے جنہوں نے جہالت کی وجہ سے برا کام کیا پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور اپنے اعمال درست کر لئے تو آپ کا رب اس کے بعد بڑی مغفرت والا اور بڑی رحمت کرنے والا ہے۔

توبہ کے بعد اصلاحِ اعمال ضروری ہے

اس آیت پر ہم غور کریں کہ گناہ کے بعد توبہ کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ کئے ہوئے گناہ سے باز آجائیں اور جو کوتاہیاں اپنی زندگی میں ہو رہی ہیں ان کو دور کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو اللہ تعالیٰ یقیناً بندوں کی اس توبہ کو قبول کریں گے اور معاف کر دیں گے لیکن آج کل ہماری زندگیوں میں رسمی توبہ رہ گئی ہے، ادھر گناہ بھی چل رہے ہیں اور ادھر توبہ بھی جاری ہے، توبہ کرنے کے بعد زندگی میں انقلاب آجانا چاہیئے۔

نیک اعمال کے ذریعہ ہم کسی پر احسان نہیں کر رہے ہیں

حاضرین کرام! اگر اس دنیا میں ہم نیک اعمال کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم اپنے نیک اعمال کے ذریعہ اسلام پر احسان کر رہے ہیں یا محمد ﷺ پر احسان کر رہے ہیں یا اللہ تعالیٰ پر احسان کر رہے ہیں یہ بات جان لیں کہ ہمارے نیک اعمال سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور بزرگی میں اضافہ نہیں ہوگا بلکہ خود ہماری زندگی میں انقلاب آئے گا، سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر (۷) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ان احسنتم احسنتم لانفسكم وان اساتم فلها O

اگر تم اچھے کام کرتے رہو گے تو اپنے ہی نفع کے لئے اچھے کام کرو گے اور اگر برے کام کرو گے تو اس سے تمہارا ہی نقصان ہوگا۔

معلوم یہ ہوا کہ اچھے اعمال ہم کسی اور پر احسان کرنے کے لئے نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہماری دنیا اور ہماری آخرت کو سدھارنے اور کامیاب بنانے کے لئے ہم نیک اعمال کر رہے ہیں۔

نیک اعمال کا دنیوی صلہ

ہمارے نیک اعمال کا بدلہ ہمیں صرف آخرت ہی میں نہیں ملے گا بلکہ ہمارے نیک اعمال کے مفید اثرات ہماری دنیوی زندگی پر بھی پڑتے ہیں اور آخرت کا اجر تو اپنی جگہ طے ہے، چنانچہ نیک اعمال کے اثرات ہماری اس دنیوی زندگی پر کس طرح پڑتے ہیں اس کی طرف اشارہ مختلف آیتوں میں کیا گیا ہے، چنانچہ سورۂ رعد کی آیت نمبر (۲۹) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الذین اٰمنوا و عملوا الصلحت طوبی لھم وحسن ماٰب O

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کے لئے خوشحالی ہے اور ان کا انجام بھی اچھا ہوگا۔

سورۂ نور کی آیت نمبر (۵۵) میں فرمایا:

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحٰت لیستخلفنھم فی الارض

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ تم میں سے ان لوگوں کو جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں اللہ تعالیٰ زمین میں اقتدار عطا کرے گا۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ ایمان والوں کو ان کے ایمان اور عمل کے نتیجہ میں دوسروں پر غلبہ اور اقتدار دیا جائے گا اور اگر کسی کو کسی پر غلبہ مل جائے اور اقتدار مل جائے تو وہ آج کی بہت بڑی نعمت ہوگی، اس لئے کہ آج لوگ دوسروں پر غالب آنے اور اقتدار کی کرسی پر بیٹھنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس اقتدار اور غلبہ کو ایمان اور نیک اعمال میں پوشیدہ رکھا ہے۔ سورۂ کہف کی آیت نمبر (۸۸) میں فرمایا:

واما من اٰمن وعمل صالحاً فلہ جزاء ن الحسنی و سنقول لہ من امرنا یسراً O

جو شخص ایمان لے آئے گا اور نیک عمل کرے گا اس کے لئے اچھی جزا ہے اور ہم بھی اس کے ساتھ دنیا میں آسان معاملہ فرمائیں گے۔

اور دنیوی فائدہ یہ بھی ہے کہ ان نیک اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں نیک کام کرنے والوں کی محبت ڈال دیں گے چنانچہ سورۂ مریم کی آیت نمبر (۹۶) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت سیجعل لھم الرحمٰن ودا O

جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیا اللہ تعالیٰ ان کے لئے لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا کردے گا جس کی وجہ سے لوگ ایسے نیک لوگوں سے مانوس ہوں گے اور محبت کرنے لگیں گے۔

نیک اعمال کا اخروی فائدہ

آیات کی روشنی میں نیک اعمال کا جو بدلہ دنیا میں ملتا ہے اس کی تفصیلات آپ کے سامنے بتلائی گئیں، یہ تو نقد بدلہ ہے، اور جب آدمی ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو موت کے بعد کی زندگی میں جو نیک بدلہ عطا کریں گے اس کی تفصیلات بھی قرآن مجید میں موجود ہیں، سینکڑوں آیتیں ہمیں قرآن مجید میں ایسی ملیں گی جن سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ آخرت میں نیک اعمال کرنے والے مومنوں کو اچھا بدلہ دیا جائے گا، قرآن مجید ایسے لوگوں کو خوشخبری دیتا ہے۔

ویبشر المومنین الذین یعملون الصلحت ان لھم اجراً حسنا O

قرآن مجید ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے اچھا اجر ملے گا۔

سورۂ کہف کی آیت نمبر (۳۰) میں فرمایا گیا:

ان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت انا لانضیع اجر من احسن عملاً

جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے تو ہم ایسے لوگوں کا اجر ضائع نہیں کریں گے

حاضرین کرام! ہم جتنے نیک اعمال کررہے ہیں ہوسکتا ہے کہ ہم ان نیک اعمال کو بھول جائیں لیکن ان اعمال کا پورا حساب اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہے اور اس کا پورا پورا نیک بدلہ ہمیں ملے گا اسی لئے سورۂ مریم کی آیت نمبر (۶۰) میں فرمایا گیا:

الا من تاب و اٰمن وعمل صالحاً فاولئک یدخلون الجنۃ ولا یظلمون شیئا O

ہاں! جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور نیک کام کرنے لگا تو ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور ان کا ذرہ برابر نقصان نہیں کیا جائے گا۔

ثم توفی کل نفس بما کسبت . ہر آدمی کو اس کے کیئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا

سورۂ سجدہ کی آیت نمبر (۱۹) میں فرمایا:

اما الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت فلھم جنت الماوی نزلا بما کانوا یعملون O

جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے اچھے کام کیئے ان کے لئے جنت میں ہمیشہ ٹھکانہ دیا جائے گا اور یہ جنت ان کے لئے ان کے نیک اعمال کے بدلہ میں بطور مہمان نوازی کے دی جائے گی۔

سورۂ حم السجدہ کی آیت نمبر (۸) میں فرمایا:

ان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت لھم اجر غیر ممنون O

جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک کام کیئے ان کے لئے نہ رکنے والا بے انتہاء اجروثواب ہے۔

بزرگانِ محترم! وہ انمول جنت جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے پیدا کیا ہے اس کے وارث ہم اسی وقت بن سکتے ہیں جبکہ ہم نیک اعمال کرنے والے بن جائیں جنت کی یہ وراثت بے قیمت نہیں دی جائے گی، یہ جنت نیک اعمال کرنے کے بدلہ میں عطا کی جائے گی، چنانچہ سورۂ زخرف کی آیت نمبر (۷۲) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وتلک الجنة التی اورثتموھا بما کنتم تعملون O

اور یہ وہ جنت ہے جس کے تم مالک بنا دیئے گئے ہو اپنے نیک اعمال کی وجہ سے

اور جو لوگ ایمان کے ساتھ نیک اعمال کرتے ہیں وہ اپنے پروردگار کی رحمت کے سایہ میں ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے سورۂ جاثیہ کی آیت نمبر (۳۰) میں فرمایا:

فاما الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت فیدخلھم ربھم فی رحمته O

جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ان کا رب ان کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔

اور سوچنے کا مقام ہے کہ جو اللہ کی رحمت میں داخل ہو جائے اس کے لئے کسی اور چیز کی کیا ضرورت ہوگی؟

سارے اعمال کا پول کھل جائے گا

بزرگانِ محترم! آخرت کے دن کی کامیابی کی فکر ہمارے دلوں میں ہونی چاہئے، جس دن ہمارے سامنے اعمال وافعال کا محاسبہ ہوگا اس دن اللہ تعالیٰ ہمارے سامنے اعمال کا پول کھول دیں گے سورۂ توبہ کی آیت نمبر (۹۴) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ثم تردون الی علم الغیب والشهادة فینبئکم بما کنتم تعملون O

پھر تم ایسے رب ذوالجلال کے پاس لوٹائے جاوگے جو پوشیدہ اور ظاہر تمام باتوں کا جاننے والا ہے، پھر اللہ تعالیٰ تم کو وہ سارے اعمال بتلا دے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

سورۂ یونس کی آیت نمبر (۲۳) میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسی قسم کی بات بتلائی:

ثم الی مرجعکم فننبئکم بما کنتم تعملون O

پھر تم سب میری طرف لوٹ کر آؤ گے اس وقت میں تم کو بتلا دوں گا جو تم دنیا میں عمل کر کے آئے ہو۔

اور ان اعمال کا پورا پورا حساب لیا جائے گا، اللہ تعالیٰ نے اپنی قسم کھا کر نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے سورۂ حجر میں فرمایا:

فوربک لنسئلنهم اجمعین عما کانوا یعملون O

تمہارے پروردگار کی قسم ہم ان سب کے اعمال کے بارے میں ضرور سوال کریں گے۔

سورۂ نحل کی آیت نمبر (۹۳) میں بھی کہا گیا:

ولتسئلن عما کنتم تعملون O

اور تم سے تمہارے اعمال کی ضرور باز پرس ہوگی۔

اور اگر کوئی شخص قیامت کے دن اپنے کئے ہوئے کاموں اور کہی ہوئی باتوں سے مکر جائے گا اور انکار کر دے گا کہ میں نے یہ اعمال کئے ہی نہیں تو اللہ تعالیٰ اس دن ان انسانوں کی زبان، ہاتھ اور پیر

سب کوخود ان کے خلاف گواہ بنا کر پیش کریں، سورۂ نور کی آیت نمبر (۲۴) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یوم تشهد علیهم السنتهم وایدیهم وارجلهم بما کانوا یعملون

قیامت کے دن ان کے خلاف خود ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پیر ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔

بزرگانِ محترم! اللہ کے روبرو ہم یہ کہہ کر حساب اور عذاب سے بچ نہیں سکیں گے کہ ہم نے یہ کام کیا ہی نہیں، آج جس زبان سے ہم گفتگو کر رہے ہیں یہ زبان ہمارے خلاف کل قیامت کے دن گواہی دے سکتی ہے، یہ ہاتھ جن سے ہم اپنے کام کاج کر رہے ہیں یہ ہاتھ بھی ہمارے خلاف کل قیامت کے دن گواہی دے سکتے ہیں اور جن پیروں سے ہم چل پھر رہے ہیں یہ پیر بھی ہمارے خلاف گواہی دے سکتے ہیں اس لئے ہمیں اس دنیا میں وہی اعمال کرنا ہے جن اعمال سے آخرت میں نجات مل جائے۔

ہم اس دنیا میں جو کچھ عمل کر رہے ہیں چاہے وہ عمل چھوٹا ہو یا بڑا اچھا ہو یا برا، تنہائی میں کیا ہو یا محفلوں اور مجلسوں میں، اللہ کے حق سے متعلق ہو یا بندوں کے حق سے متعلق ہمارے چھوٹے بڑے اچھے برے اعمال کو کل قیامت کے دن حاضر کیا جائے گا۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے یہی بات یاد دلائی کہ:

یبنی انها ان تک مثقال حبة من خردل فتکن فی صخرة او فی السمٰوٰت او فی الارض یات بها اللّٰه ○

بیٹے! اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر بھی وہ عمل کسی پتھر کے اندر ہو یا وہ آسمان کے اندر ہو یا وہ زمین کے اندر ہو تب بھی اس عمل کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حاضر کر دیں گے پھر اس عمل کا مواخذہ ہوگا، اچھا عمل ہوگا تو جزا اور برا عمل ہوگا تو سزا دی جائے گی

معاف کرنا نہ کرنا اللہ کے اختیار میں ہے

یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو معاف کر دیں، یہ تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جس کو چاہیں معاف کر دیں۔

یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء O

جس کو چاہیں معاف کردیں اور جس کو چاہیں عذاب دیں۔

لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو معاف ہی کردیں؟ یہ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو معاف کردیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہم کو معاف نہ کریں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مختار کل اور قادر مطلق ہیں اسی لئے ہمارا کام یہ ہے کہ ہم نیک کام کریں اس امید کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں گے اور برے اعمال سے بچیں اس خوف سے کہ کہیں اللہ تعالیٰ برے اعمال کرنے پر سزا نہ دے دیں۔

الایمان بین الخوف والرجاء . آدمی کا ایمان اُمید اور خوف کے درمیان ہوتا ہے۔

ہمارے دلوں میں خوف ہونا چاہئے اس لئے کہ ہم جو عمل کررہے ہیں وہ ہوا میں نہیں جا رہا ہے یا جو باتیں کہہ رہے ہیں وہ فضاؤں میں بکھر کر بے کار نہیں ہو رہی ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ قمر کی آیت نمبر (۵۲) میں فرمایا:

وکل شیئی فعلوہ فی الزبر . اور جو کچھ بھی لوگ کرتے ہیں سب اعمال ناموں میں محفوظ ہے

بزرگانِ محترم! ہم جو اعمال بھی کرتے ہیں ان اعمال کو ہم بھول جاتے ہیں بہت سی نیکیاں ایسی ہیں جن کو ہم نے کیا ہے مگر ہم بھول چکے ہیں، اسی طرح بہت سے گناہ ایسے ہیں جن کو ہم نے کیا ہے مگر ہم بھول چکے ہیں مگر رب ذوالجلال کمزور نہیں ہیں کہ وہ بھول جائیں، ان کے پاس ہمارے نیک و بد اعمال کا پورا ریکارڈ محفوظ ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

احصہ اللّٰہ ونسوہ O (المجادلہ/٦)

اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو محفوظ کرلیا ہے اور یہ لوگ ان اعمال کو بھول گئے ہیں۔

زندگی کا اصل سرمایہ اعمالِ صالحہ ہیں

بزرگانِ محترم! ہماری زندگی کا سرمایہ یہ مال و دولت نہیں، اس لئے کہ یہ مال جس کو ہم محنت و مشقت سے کما رہے ہیں یہیں رہ جائے گا، یہ مال نہ ہماری قبر میں ہمارے ساتھ ہوگا اور نہ میدان حشر میں ہمارے ساتھ ہوگا، ہماری زندگی کا اصل سرمایہ ہمارے وہ نیک اعمال ہیں، یہی وہ نیک اعمال ہیں جن کا اجر وثواب باقی رہے گا اور اسی اجر و ثواب کی وجہ سے ہمیں آخرت کی

نجات، سلامتی اور کامیابی نصیب ہوگی، اللہ تعالیٰ نے سورۂ مریم کی آیت نمبر (۷٦) میں فرمایا:

والبقیٰت الصالحات خیر عند ربک ثوابا و خیر مرداً O

اور جو نیک کام ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں۔

سارے انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی نیک اعمال کا سرمایہ جمع کرنے میں گزری، سارے ہی انبیاء کرام علیہم السلام اور سارے ہی صحابۂ کرامؓ اور سارے ہی اسلاف رحمہم اللہ نے اپنی زندگی کو غنیمت جانا اور دنیا کی دھن دولت سے بے نیاز ہوکر آخرت کے اجر وثواب کے طالب اور محتاج بن کر زندگی گزاری اور ہمیشہ کی زندگی کے لئے دنیا کے ہر عیش اور ہر آرام سے منہ موڑا اور دنیا کی راحت کے مقابلہ میں آخرت کی کامیابی کو ترجیح دی اور اللہ تعالیٰ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ان اعمال سے خوش ہوا اور ان کے حق میں اپنی رضامندی کا پروانہ لکھ دیا۔

رضی اللّٰہ عنھم و رضوا عنہ O

اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک اعمال کا سرمایہ جمع کرنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے اور اس کے اسباب بھی پیدا فرمادے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین.

■ ■ ■

صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بچئے

- قول وعمل
- صغیرہ اور کبیرہ گناہ
- صغیرہ گناہ کب معاف ہوتے ہیں؟
- چند کبیرہ گناہ
- جب گناہ ہو جائے............
- کبیرہ گناہوں سے اجتناب
- ہر قسم کے گناہوں سے اجتناب
- گناہوں سے دل زنگ آلود ہوتے ہیں
- کبیرہ گناہوں پر اصرار
- گناہوں کی نقد سزا
- اپنے گناہوں کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھائے گا
- مومن گناہ کی طرف نہیں جنت و مغفرت کی طرف دوڑتا ہے
- گناہوں کی مٹنے کی تدبیریں
- معصوم ہونے کے باوجود نبی رحمت ﷺ کا کثرت استغفار
- دعاء مغفرت کی درخواست

■ ■ ■

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ الذی ھدانا لھٰذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللّٰہ والصلواۃ والسلام علی سیدالمرسلین محمد و آلہ و صحبہ اجمعین . امابعد .

فقال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ فی القرآن المجید اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم . بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم .

وذروا ظاھر الاثم وباطنہ ان الذین یکسبون الاثم سیجزون بما کانوا یقترفون O (الانعام / ۱۲۱)

ومن یکسب اثما فانما یکسبہ علی نفسہ وکان اللّٰہ علیما حکیماO(النساء/ ۱۱۱)

ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم وندخلکم مدخلا کریما O (النساء/ ۳۱)

ربنا فاغفرلنا ذنوبنا و کفرعنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار (آل عمران/۱۹۳)

وتریٰ کثیراً منھم یسارعون فی الاثم والعدوان واکلھم السحت لبئس ما کانوا یعملون O (المائدہ/ ۶۲)

کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون O (المطففین/ ۱۴)

* * * * *

حاضرین کرام! ہم پر جب بھی کوئی احسان کرتا ہے تو ہم اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اس کو اپنے قول وعمل سے خوش بھی کرتے ہیں، ایک ایسا انسان جس کا دل صاف ستھرا ہو وہ کبھی اپنے محسن کو ناراض نہیں کرسکتا۔ یہ ایک مثال ہے اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کے محسن ہیں اور

جس قدر انعام واحسان اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فرماتے ہیں اس قدر احسان کوئی اور نہیں کرسکتا اور اس کی نعمتیں اتنی ہیں کہ اس کو کوئی شمار بھی نہیں کرسکتا **وان تعدوا نعمة اللّٰه لا تحصوها**O(ابراھیم/ ۳۴)

جب اللہ تعالیٰ سب سے بڑے محسن ہیں تو ہم پر یہ ذمہ داری ہے کہ ہم سب سے زیادہ اس کو راضی کریں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی کو راضی کرنے کے لئے ہمارا قول وعمل سبب بنتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے قول اور عمل سے راضی بھی ہوتے ہیں اور ناراض بھی ہوتے ہیں۔

قول وعمل

بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو انسان کی زبان سے نکلتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو راضی اور خوش کردیتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس کو دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے نوازتے ہیں اور بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو انسان کی زبان سے نکلتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کردیتی ہیں اور اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اپنا غصہ اور غضب اس پر اُتارتے ہیں۔

اسی طرح انسانوں کے بعض اعمال وافعال ایسے ہوتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی اور خوش ہوتے ہیں اور ان اعمال وافعال کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے نوازتے ہیں اور بعض اعمال وافعال ایسے ہوتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوجاتے ہیں اور اس ناراضگی کے نتیجہ میں اپنا غضب اور قہر اس پر نازل کرتے ہیں۔

جن کاموں سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں انہیں اعمالِ صالحہ کہا جاتا ہے یعنی نیک کام اور جن کاموں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں انہیں اعمال سیئہ کہا جاتا ہے، اسی طرح جن اخلاق سے اللہ تعالیٰ راضی اور خوش ہوتے ہیں انہیں اخلاق حسنہ کہا جاتا ہے یعنی اچھے اخلاق اور جن اخلاق سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں انہیں اخلاق سیئہ کہا جاتا ہے یعنی برے اخلاق......

برے اعمال وافعال اور برے اخلاق اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک گناہ ہیں اور گناہوں سے دنیا بھی بگڑتی ہے اور آخرت بھی، اسی لئے قرآن مجید میں گناہوں سے بچنے کی تلقین کی گئی اور نبی کریم ﷺ نے ایسی بے مثال زندگی گزاری کہ پوری زندگی میں آپ سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا، اور آپ ﷺ کی طرح تمام انبیاء بھی معصوم تھے جن سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔

صغیرہ اور کبیرہ گناہ

بزرگانِ محترم! گناہ صغیرہ بھی ہوتے ہیں اور کبیرہ بھی، چنانچہ قرآن مجید کی اس آیت سے اس کا اِشارہ ملتا ہے۔

مال هذٰا الكتب لا يغادر صغيرة ولا كبيرة الا احصاها O

قیامت کے دن بندہ جب اپنے نامۂ اعمال کو دیکھے گا تو تعجب سے کہے گا کہ یہ کیسا نامۂ اعمال ہے کہ اس نے نہ چھوٹے گناہ چھوڑے اور نہ بڑے گناہ چھوڑے؟ اس نامۂ اعمال نے تو سارے ہی گناہوں کو اپنے اندر درج کر لیا ہے۔

صغیرہ گناہ کب معاف ہوتے ہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ گناہ چھوٹے بھی ہوتے ہیں اور بڑے بھی، چھوٹے چھوٹے گناہ بعض چھوٹے چھوٹے نیک اعمال کی بدولت معاف ہو جاتے ہیں، جیسا کہ احادیث میں اس کی طرف اِشارہ کیا گیا ہے کہ جب آدمی وضو کرتا ہے تو جس عضو کو آدمی دھوتا ہے اس عضو سے متعلق صغیرہ گناہ دھل جاتے ہیں، اسی طرح احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ جب آدمی وضو کر کے مسجد کی طرف چل کر جاتا ہے تو ہر قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ صغیرہ گناہ اچھے اعمال کی وجہ سے معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

قرآن مجید میں بھی اس کی طرف اِشارہ کیا گیا ہے کہ " **ان الحسنت يذهبن السيئات** نیک کام برے کاموں کو مٹا دیتے ہیں" یعنی نیک کاموں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی تاثیر سے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں لیکن نیک کاموں سے گناہ مٹ جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بڑے گناہ معاف ہو جاتے ہیں بلکہ اس سے چھوٹے گناہ مراد ہیں چنانچہ قرآن مجید کی ایک اور آیت سے مفسرین نے استدلال کیا ہے کہ **سیئات** سے مراد چھوٹے گناہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ان تجتنبوا كبائر ما تنهون عنه نكفر عنكم سيئاتكم O

اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہو تو ہم تمہارے چھوٹے گناہوں کو مٹا دیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ پانچ نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک ان تمام گناہوں کا کفارہ ہوجاتے ہیں جو ان کے درمیان صادر ہوں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ فجر کی نماز ایک آدمی نے پڑھی پھر اس نے ظہر کی نماز بھی پڑھی تو فجر سے ظہر تک جو صغیرہ یعنی چھوٹے چھوٹے گناہ ہوئے تھے وہ معاف ہوجائیں گے، اسی طرح ظہر اور عصر پڑھی تو ظہر سے عصر تک کے درمیان کے چھوٹے چھوٹے گناہ ان نمازوں کی بناء پر معاف ہوجائیں گے، اسی طرح ایک شخص نے جمعہ کی نماز پڑھی پھر دوسرا جمعہ آیا اور دوسرے جمعہ کی نماز بھی ادا کی تو دو جمعہ کے درمیان جو صغیرہ گناہ سرزد ہوتے ہیں وہ معاف ہوجاتے ہیں اور یہ جو چھوٹے چھوٹے گناہ معاف ہوجانے کی خوشخبری احادیث میں سنائی گئی ہے یہ اس وقت ہے جبکہ وہ اپنے گناہ پر شرمندہ ہوا ہو، اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی ہو۔

چند کبیرہ گناہ

حاضرین کرام! اب سوال یہ ہے کہ کبیرہ گناہ کون کونسے ہیں چند کبیرہ یعنی بڑے گناہ یہ ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک قرار دینا، جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑ دنیا، کسی کو ناحق قتل کر دینا، زِنا کرنا، چوری کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، جھوٹی قسم کھانا، جھوٹی گواہی دینا، جادو کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال ناجائز طریقہ سے لے لینا، میدانِ جہاد سے بھاگ جانا، پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا، کسی کا مال ناجائز طریقہ سے چھین لینا، عہد کو توڑ دینا، امانت میں خیانت کرنا، گالی دینا جھوٹ بولنا، غیبت کرنا وغیرہ۔

یہ بڑے بڑے گناہ ہیں، یہ سارے کبیرہ گناہ سچی توبہ کرنے اور کیئے ہوئے گناہوں پر دل سے شرمندہ ہونے، آئندہ اس قسم کے گناہوں کرنے سے پرہیز کرنے اور اس سے دور رہنے کا پختہ اِرادہ کرنے سے معاف ہوجاتے ہیں۔

جب گناہ ہوجائے

بزرگانِ محترم! انسان سے غلطی ہوجاتی ہے، کبھی کوتاہی ہوجاتی ہے، کبھی جان بوجھ کر کوئی گناہ ہوجاتا ہے، اگر ہم سے گناہ سرزد ہوجائے تو ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اس گناہ پر شرمندہ ہوں، اللہ تعالیٰ

کی طرف رجوع ہوں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور اس گناہ سے سچی توبہ کریں، حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا، اگر کسی مسلمان سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو اس کو چاہئے کہ وضو کر کے دو رکعت نفل نماز ادا کرے تو اس گناہ کی معافی ہوجائے گی، اس نماز کو صلوٰۃ التوبہ یا نماز توبہ کہا جاتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا مجھے کوئی وصیت فرمایئے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر تم سے کوئی گناہ ہوجائے تو اس گناہ کے بعد کوئی نیک کام کرلیا کروتا کہ وہ نیکی اس گناہ کو مٹادے، آپ ﷺ نے اپنے اس فرمان سے اس آیت کی ترجمانی فرمائی ہے کہ:

ان الحسنت یذھبن السیئات . کہ نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں۔

اور انصاف کا بھی تقاضا یہی ہے کہ جب ہم نے اپنے حقیقی پروردگار کو گناہ کے ذریعہ ناراض کیا ہے تو اس ناراضگی کو مٹانے اور زائل کرنے کا واحد علاج یہی ہے کہ کئے ہوئے کام کے خلاف کیا جائے یعنی گناہ کے بجائے نیکی کی جائے اور نیکی سے رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ راضی اور خوش ہوجاتے ہیں۔اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ گناہ بھی کرتے رہیں اور نیکی بھی کرتے رہیں۔

کبیرہ گناہوں سے اجتناب

حاضرینِ کرام! مومن و مسلمان کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ غصہ کو پی جاتا ہے، رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کے احکامات کو قبول کرتا ہے، نماز قائم کرتا ہے اور اہم کاموں میں آپس میں مشورہ کرتا ہے اور بے حیائی اور گناہوں سے بچتا ہے، اسی لئے قرآن مجید نیک لوگوں کے بارے میں بطور خاص ان اوصاف کا تذکرہ سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر (۳۷) میں فرمایا:

والذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش O

یہ نیک لوگ ایسے ہیں کہ بڑے بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں۔

اور سورۂ نجم کی آیت نمبر (۳۲) میں نیک لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ نیک لوگ وہ ہیں جو

"**الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم** کہ یہ لوگ بڑے گناہوں سے اور بے حیائی سے بچتے ہیں" ہاں مگر جو ہلکے اور چھوٹے گناہ ہیں وہ ان سے کبھی کبھی سرزد ہوجاتے ہیں، صغیرہ گناہوں کا کبھی سرزد ہوجانا اس قدر برا نہیں ہے لیکن اس میں اس بات کا بھی خیال ہونا

چاہئے کہ آدمی بعض مرتبہ صغیرہ گناہوں کا عادی ہوجاتا ہے تو بڑی آسانی سے کبیرہ گناہوں میں بھی مبتلا ہوجاتا ہے، جیسا کہ دنیا میں آدمی جب کوئی چھوٹا جرم کرتا ہے اور وہ چھوٹا جرم کئی بار کرنے لگتا ہے تو ایک نہ ایک دن بڑا جرم ضرور کرے گا، اس لئے کہ چھوٹے جرم کی عادت بڑے جرم کی جرأت پیدا کردیتی ہے۔

ہر قسم کے گناہ سے اجتناب

اسی لئے صغیرہ گناہوں سے بھی بچنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے، گناہ چاہیں صغیرہ ہوں چاہے کبیرہ، گناہ چاہے ظاہری ہوں یا باطنی، گناہ چاہے انفرادی ہوں یا اجتماعی، ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کی حتی المقدور کوشش کرنی چاہئے، سورۂ اعراف کی آیت نمبر (۳۳) میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

قل انما حرم ربی الفواحش ماظهر منها وما بطن والاثم والبغی بغیر الحق وان تشرکوا باللّٰه مالم ینزل به سلطٰنا وان تقولوا علی اللّٰه مالا تعلمون O

اے پیارے پیغمبر! آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میرے پروردگار نے تو بس فحش باتوں کو حرام ٹھہرادیا ہے چاہے وہ کھلی ہوں یا چھپی ہوں، اور گناہ اور ناحق کی زیادتی کو بھی حرام ٹھہرادیا ہے۔ اوراس بات کو بھی حرام قرار دیا ہے کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرو جس کی کوئی دلیل اللہ تعالیٰ نے نہیں اُتاری اور یہ بات بھی حرام کردی ہے کہ تم اللہ پر ایسی باتیں لگاؤ جس کا علم تمہیں نہیں ہے۔

گناہوں سے دل زنگ آلود ہوتے ہیں

بہر حال ہمیں ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے اس لئے کہ گناہ ایک ایسی بلا ہے کہ اس سے ہمارے دلوں میں زنگ آجاتا ہے، جس طرح لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے، اسی طرح دل کو بھی زنگ لگ جاتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کلا بل ران علی قلوبهم ما کانوا یکسبون O

ہر گز نہیں! بات یہ ہے کہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے۔

حاضرین کرام! نیک اعمال سے دل پاک وصاف ہوجاتا ہے، اور دل کوسکون، لذت ولطف نصیب ہوتا ہے اور برے اعمال سے دل میں کدورت آتی ہے اور دل کو زنگ لگ جاتا ہے، اس آیت کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا، بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے پھر اگر استغفار کرتا ہے تو دل صاف ہوجاتا ہے اور دھبہ مٹ جاتا ہے، اور اگر پھر گناہ کرتا ہے تو دھبہ زیادہ ہوجاتا ہے، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا یہی ہے وہ زنگ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے۔

کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون O

کبیرہ گناہوں پر اصرار

اگر ہم سے گناہ ہوجائے تو ہمیں اس گناہ پر اصرار نہیں کرنا چاہیے کہ بار بار وہی گناہ کرتے رہیں بلکہ اس گناہ سے سچی توبہ کرلینی چاہیئے گناہ پر اصرار کرنے والے جہنمی ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ واقعہ میں جہاں اصحب الیمین یعنی جنتیوں کا تذکرہ کیا ہے وہیں اصحب الشمال کا تذکرہ بھی فرمایا ہے یعنی دوزخیوں کے لئے دوزخ میں کس قسم کا عذاب ہوگا اس کی تفصیل بیان کرنے کے بعد دوزخ میں ڈالے جانے کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ:

انھم کانوا قبل ذالک مترفین و کانوا یصرون علی الحنث العظیم

یہ لوگ اس لئے دوزخ کے اس عذاب میں مبتلا ہوں گے کہ یہ دنیا میں بڑے خوش حال تھے اور بڑے بڑے گناہوں پر اصرار کیا کرتے تھے۔

اس لئے ہمیں گناہوں پر اصرار کرنے کے بجائے گناہوں سے سچی توبہ کرلینی چاہیئے اور دنیا ہی میں اپنے کئے ہوئے گناہوں کا اعتراف کرلینا چاہیئے، اللہ تعالیٰ کو وہ بندے پسند نہیں جو گناہ کرنے کے بعد گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھیں اور اس گناہ پر مطمئن رہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ پسند ہیں جن سے کبھی کوئی گناہ ہوتو وہ شرمندہ ہوجائیں اور اپنے گناہ کا اعتراف کرلیں اور سچے دل سے معافی مانگ لیں اور یہ اعتراف زندگی ہی میں کرلینا چاہیئے ورنہ تو مرنے کے بعد کافر لوگ بھی گناہ کا اعتراف کریں گے چنانچہ سورۂ ملک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فاعترفوا بذنبهم . وہ کافرلوگ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے۔

کافرلوگوں کے بارے میں قرآن مجید میں یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ جب جہنمی جہنم میں جائیں گے تو وہ لوگ کہیں گے کہ "**فاعترفنا بذنوبنا فهل الى خروج من سبيل** ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں کیا ہمارے لئے دوزخ سے نکلنے کی کوئی صورت باقی ہے؟" ان لوگوں کے لئے اب اپنے گناہوں کا اعتراف کرنا کچھ کام نہ دے گا اور ان کو جہنم ہی میں ہمیشہ رکھا جائے گا۔

كلما ارادوا ان يخرجوا منها اعيدوا فيها O

جب بھی وہ جہنمی دوزخ سے نکلنے کا اِرادہ کریں گے تو انہیں دوبارہ اسی میں لوٹا دیا جائے گا۔

بزرگانِ محترم! کبیرہ گناہوں سے بطور خاص بچنا چاہئے اس لئے کہ کبیرہ گناہوں سے بچنے کی شرط پر ہی جنت کا وعدہ کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوا اور وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتا تھا اور شرک نہیں کرتا تھا، نماز پڑھتا تھا اور زکواۃ دیتا تھا اور **يجتنب الكبائر** کبیرہ گناہوں سے بچتا تھا تو وہ جنت میں جائے گا، اس حدیث پر آپ غور فرمائیں کہ جنت کی بشارت صرف نماز کی پابندی یا زکواۃ کی ادائیگی پر نہیں دی گئی بلکہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز واجتناب کی شرط بھی لگائی گئی اور یہ بات بھی جان لیں کہ کبیرہ گناہوں سے اللہ تعالیٰ کا غضب جوش میں آتا ہے، حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا اپنے آپ کو گناہوں سے بچاؤ اس لئے کہ گناہ کے ارتکاب سے اللہ تعالیٰ کا غضب اترتا ہے۔

گناہوں کی نقد سزا

آج لوگ بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا ہیں، علانیہ بیہودگی ہے، کھلے عام فحاشی اور عیاشی ہے، علانیہ ننگا پن ہے، کھلے عام سودخوری ہے، علانیہ رشوت خوری ہے، علانیہ چغلخوری ہے، علانیہ جھوٹ کا رواج ہے، علانیہ خیانتیں ہیں، وعدہ خلافیاں ہیں، بدعہدیاں ہیں، علانیہ شراب نوشی ہے، علانیہ سنتوں سے بغاوت ہے، علانیہ یہودیوں اور نصرانیوں کی مشابہت ہے، علانیہ ناچ گانا چل رہا

ہے، کھلے عام موسیقی ہے، بے پردگی ہے، پھران کبیرہ گناہوں کے پھیل جانے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کا غضب مختلف شکلوں میں ہمارے سامنے ہے، گھریلو جھگڑے اور خاندانی عداوتیں ہیں، مذہبی فسادات ہیں، فرقہ وارانہ جھڑپیں ہیں، قتل و غارت گری ہے، بدامنی ہے، خون خرابہ ہے، مہنگائیاں ہیں، حادثے ہیں، نت نئی عجیب وغریب بیماریاں ہیں، بڑی بڑی برائیوں نے نئی نئی مہلک بیماریوں کوجنم دیا ہے، یہ اللہ کا غضب نہیں تو پھر کیا ہے؟ یہ تو نقد سزائیں ہیں پھران گناہوں کا بدلہ موت کے بعد سے فوراً ہی شروع ہوگا، قبر تنگ وتاریک ہوگی، سانپ اور بچھو کی ڈنک سے عذاب دیا جائے گااس کے بعد میدانِ محشر کی ہولناکی ہوگی، قیامت کے دن ہوش اُڑادینے والے مناظر ہوں گے، گنہ گاروں کو بائیں جانب الگ کھڑا کیا جائے گا، یہ مجرموں کی صف میں کھڑے ہوں گے، ان کی نہ سفارش کی جائے گی اور نہ ان کا کوئی پرسانِ حال ہوگا، اس دن نہ ان کے بیوی بچے ان کے کام آئیں گے اور نہ ان کا مال ان کے کام آئے گا، اس دن تو سب ایک دوسرے سے بھاگیں گے۔

یوم یفر المرء من اخیه وامه وابیه وصاحبته وبنیه O

قیامت کے دن آدمی اپنے ہی بھائی سے اپنی ہی ماں اور اپنے ہی باپ سے بھاگے گا اور اپنی ہی بیوی بچوں سے بھاگے گا۔

اس دن گنہ گاروں کے چہرے کالے پڑ جائیں گے، ان کے چہروں پر خوف و دہشت طاری ہوگی، اس دن یہ گنہ گار کہیں گے کہ:

ما اغنی عنی مالیه هلک عنی سلطنیه O

میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا اور میری ساری سلطنت حکومت اور دبدبہ ورعب سب ختم ہوگیا ہرایک کی ہوا اس دن اکھڑ جائے گی اور سب کے پہیے پنکچر ہو جائیں گے۔

اپنے گناہوں کا بوجھ کوئی دوسرا نہیں اٹھائے گا

حاضرین کرام! آج اگر ہم بے فکری سے گناہ کررہے ہیں تو ہمیں یہ جان لینا چاہئے کہ اس گناہ کی سزا بھی ہمیں بھگتنی ہے، اور قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا، نبی کریم ﷺ کے

زمانہ میں کافروں نے ایمان والوں سے کہا تھا:

وقال الذین کفروا للذین اٰمنوا اتبعوا سبیلنا ولنحمل خطیکم O

ہمارے راستے پر چلو اگر تم کو واقعی گناہوں کا بوجھ اُٹھانے کا خوف ہے تو ہم تمہارے گناہوں کا بوجھ اٹھائیں گے، اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا:

وما ھم بحملین خطیٰھم من شیئی O

یہ کافرلوگ ایمان والوں کے گناہوں میں سے ذرہ برابر بوجھ بھی اُٹھا نہیں سکیں گے۔

وان تدع مثقلۃ الی حملھا لا یحمل منه شیئی O

اور اگر کوئی ایسا شخص جو گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہو اور وہ کسی دوسرے آدمی کو کل قیامت کے دن بوجھ اٹھانے کی درخواست کرے گا تو کوئی بھی اس درخواست کو قبول نہیں کرے گا، **ولو کان ذاقربی** چاہے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، یعنی کوئی حقیقی رشتہ دار بھی اپنے کسی رشتہ دار کے گناہوں کا بوجھ ہرگز نہیں اٹھائے گا۔

حاضرین کرام! جب قرآن مجید نے یہ واضح کردیا کہ ہمارے گناہوں کا بوجھ ہم کو ہی اٹھانا ہے تو ہمیں گناہ کرنے سے پہلے ہی سوچ لینا چاہئے کہ کیا ہم ان گناہوں کا بوجھ اُٹھانے کی طاقت وقوت رکھتے ہیں، ہم جب سفر میں نکلتے ہیں تو اتنا ہی بوجھ ساتھ لیتے ہیں جتنا ہم اُٹھا سکتے ہیں لیکن قیامت کے دن کی طرف سفر کرتے ہوئے ہمیں اس بات کا احساس ہی نہیں کہ ہم اپنے کاندھوں پر کتنے گناہوں کا بوجھ لا د رہے ہیں۔

مومن گناہ کی طرف نہیں جنت ومغفرت کی طرف دوڑتا ہے

ایمان والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ بھلائی کے کاموں کی طرف آگے بڑھتے ہیں۔ ہماری شان ہی یہ ہے کہ ہم سابق بالخیرات ہوتے ہیں یعنی بھلائی کی طرف آگے بڑھتے ہیں، اور ہمیں اپنے پروردگار نے گناہوں کی طرف آگے بڑھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ گناہوں کی مغفرت اور جنت کی طرف بڑھنے کا حکم دیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سابقوا الیٰ مغفرۃ من ربکم و جنۃ O

تم تمہارے پروردگار کی بخشش اور جنت کی طرف دوڑو۔ اور ایک جگہ فرمایا:

ففروا الی اللّٰہ ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑو۔

اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑنا چاہے اس کے لئے ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے دینِ اسلام جس کا دستور قرآن مجید میں اور نبی رحمت ﷺ کی پاکیزہ زندگی میں ہے۔

بزرگانِ محترم! سب سے پہلے ہمیں اپنی اس قیمتی زندگی میں اس بات کی کوشش اور تدبیر کرنی چاہئے کہ ہمارے گناہ مٹ جائیں اور کسی طرح اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کردے۔

گناہوں کے مٹنے کی تدبیریں

اپنے نامۂ اعمال سے ان گناہوں کے مٹ جانے اور دھل جانے کی جو تدبیریں ہمیں قرآن مجید میں ملتی ہیں ان میں ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ وخیرات کریں، چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۲۷۱) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان تبدوا الصدقٰت فنعماھی وان تخفوھا وتؤتوھا الفقراء فھو خیرلکم و یکفر عنکم من سیاٰتکم O

اگر تم صدقہ وخیرات ظاہر کر کے دو یعنی علانیہ طور پر دو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر صدقہ و خیرات چھپا کر دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ اس صدقہ وخیرات کی برکت سے تمہارے کچھ گناہ معاف کردے گا اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ وخیرات سے گناہ دھل جاتے ہیں

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع واطاعت کی برکت سے بھی گناہ معاف ہوجاتے ہیں چنانچہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر (۳۱) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفرلکم ذنوبکم واللّٰہ غفور رحیم O

اے پیارے پیغمبر! آپ فرمادیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع اور اطاعت کرو اگر تم میری اتباع واطاعت کروگے تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت اور بخشش فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ تو مغفرت کرنے والے اور رحم کرنے والے ہیں۔

معلوم یہ ہوا کہ صدقہ اور خیرات کی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و اطاعت کی برکت سے بھی آدمی کے گناہ مٹتے ہیں اور آدمی کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

اسی طرح آدمی اگر حقیقی مومن بن جائے اور تقویٰ والی زندگی اختیار کرلے تو ایمان اور تقویٰ یہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی وجہ سے آدمی کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ کی آیت نمبر (٦٥) میں اہل کتاب کے سلسلہ میں فرمایا کہ:

ولو ان اهل الكتب اٰمنوا واتقوا لكفرنا عنهم سيئاتهم ولا دخلنٰهم جنت النعيم O

اگر اہل کتاب ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور ان کی تمام برائیوں کو معاف کریں گے اور ہم ضرور ان کو چین کے باغوں میں داخل کریں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان اور تقویٰ کا ایک فائدہ تو گناہوں کی بخشش ہے اور دوسرا فائدہ جنت کا داخلہ ہے۔

سورۂ انفال کی آیت نمبر (٢٩) میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

يايها الذين اٰمنوا ان تتقوا اللّٰه يجعل لكم فرقانا ويكفر عنكم سيئاتكم ويغفرلكم والله ذوالفضل العظيم O

اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے تو وہ تم میں حق و باطل کے درمیان فرق کرنے کی صلاحیت عطا کرے گا اور تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا اور تم کو بخش دے گا۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ تقویٰ سے آدمی کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

جب ہم اپنے رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات پر پوری امید کے ساتھ مانگیں، ہمارا ایمان امید اور خوف کے درمیان میں ہے، ہمارے گناہوں کی وجہ سے یقیناً ہمارے دل میں خوف ہو کہ پتہ نہیں ہمارا کیا حال ہوگا اور اسی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی پر بھروسہ اور امید بھی ہو کہ میرا رب مجھ پر ضرور رحم فرمائے گا اور میری مغفرت فرما دے گا۔

جب فرعون نے اپنے جمع کئے ہوئے جادوگروں کو دیکھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون کے رب پر ایمان لا چکے ہیں تو فرعون نے دھمکی دی کہ اگر تم لوگ میری اجازت کے بغیر نیا دین قبول کرتے ہو تو میں تمہارے ہاتھ پیر کاٹ دوں گا اور تم کو سولی پر لٹکا دوں گا، فرعون کی اس دھمکی کے جواب میں ان جادوگروں نے جو بات کہی وہ ہم سب کے لئے سبق آموز ہے، ان جادوگروں کے اس جواب کو قرآن مجید نے قیامت تک کے لئے اپنی آخری آسمانی کتاب قرآن مجید میں محفوظ کر دیا ہے، سورۂ شعراء کی آیت نمبر (۵۱) ملاحظہ فرمائیے کہ ان جادوگروں نے کہا:

قالوا لاضير انا الیٰ ربنا لمنقلبون انا نطمع ان یغفرلنا ربنا خطینا ان کنا اول المومنین O

بادشاہ سلامت! کوئی حرج نہیں اگر آپ ہمارے ہاتھ اور پیر کاٹ دیں ہم کو تو اپنے پروردگار کے پاس کسی بھی صورت میں پہنچنا ہی ہے۔

آپ سولی دیں جب بھی پہنچنا ہے اور نہ دیں جب بھی اسی کے پاس جانا ہے، ہم کو ہمارے پروردگار سے پوری اُمید ہے کہ ہمارا رب ہمارے گناہوں کو معاف کردے گا اس لئے کہ ہم پہلے ایمان لانے والے بن گئے۔

اس سبق آموز واقعہ سے ہم سبق حاصل کر سکتے ہیں کہ جن جادوگروں نے ابھی ایمان قبول کیا ہے اسی وقت ان کے دل میں ایمان صادق کی ایسی بھرپور کیفیت جاگ اُٹھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ اور اُمید ہے کہ وہ ان کے پچھلے گناہوں کو معاف کردے گا سچ ہے کہ ایمان لانے سے زمانۂ کفر کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

معصوم ہونے کے باوجود نبی رحمت ﷺ کا کثرتِ استغفار

حاضرینِ کرام! ہمیں اپنے گناہوں کی معافی بھی اپنے پروردگار سے بار بار مانگنی چاہئے، ہم اور آپ جانتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بالکل معصوم تھے، آپ ﷺ نے کوئی گناہ نہیں کیا مگر اس کے باوجود آپ ﷺ دن میں ستر (۷۰) مرتبہ سے زیادہ بلکہ بعض روایتوں میں سو (۱۰۰) مرتبہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے تھے یعنی استغفار کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کا

استغفار ہمارے استغفار کی طرح رسمی نہیں تھا، ہم جو استغفار کرتے ہیں اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ ہاتھ میں تسبیح ہوتی ہے اور زبان پر **استغفر اللّٰہ ربی من کل ذنب و خطیئۃ و اتوب الیہ** ہوتا ہے اور دل بازاروں میں گھومتا رہتا ہے اور دماغ اس استغفار کے معنی سے واقف تک نہیں ہوتا، ہم میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جن کو اس استغفار کا مطلب ہی معلوم نہیں ہوتا، استغفار کرتے ہوئے دل میں ندامت اور شرمندگی ہو، اپنے گناہوں کا احساس اور اعتراف ہو اور پھر ان گناہوں سے باز آنے کا پختہ اِرادہ دل میں ہو اور پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی جائے۔

حضرت رابعہ بصریہؒ نے بالکل درست کہا تھا کہ ہمارا استغفار بھی ایسا ہوتا ہے کہ اس پر استغفار کرنا پڑتا ہے یعنی ہم استغفار بھی اس قدر غفلت اور لاپرواہی سے کرتے ہیں کہ اس غفلت والے استغفار پر اللہ تعالیٰ سے پھر استغفار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

قرآن مجید نے ہمیں اپنے گناہوں سے معافی مانگنے کا طریقہ بھی سکھایا، چنانچہ یہ دعاء قرآن مجید میں ہے:

ربنا فاغفر لنا ذنوبنا و کفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار O

اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہوں کو معاف فرما دیجئے اور ہماری برائیوں کو ہم سے زائل کر دیجئے اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ موت دیجئے۔

اپنے گناہوں کی معافی ہمیں خود بھی مانگنا چاہئے اور دوسروں سے بھی درخواست کرنا چاہئے کہ وہ ہمارے گناہوں کی معافی کی دعا کریں۔

دعاءِ مغفرت کی درخواست کا ثبوت

چنانچہ قرآن مجید سے بھی دعاء مغفرت کی درخواست کا ثبوت ملتا ہے، سورۂ یوسف کی آیت نمبر (۹۷) پڑھئے، دیکھئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام سے یہ کہہ رہے ہیں جب کہ ان سے اپنے بھائی یوسف کو کنویں میں ڈالنے کا قصور سرزد ہوا تھا۔

قالوا یا بانا استغفر لنا ذنوبنا انا کنا خطئین O

اے ہمارے ابا جان! آپ ہمارے گناہوں کی مغفرت کی دعاء اللہ تعالیٰ سے کیجئے، یقیناً ہم گنہگار رہیں۔

چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

سوف استغفرلکم ربی انه هوالغفور الرحیم O

میں تمہارے لئے اپنے رب سے ضرور مغفرت کی دعاء کروں گا بے شک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

حاضرین کرام! یہ چند باتیں گناہ اور گناہوں کی معافی سے متعلق آپ کے سامنے رکھی گئیں دعاء فرمایئے کہ رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ اس گنہگار کو بھی معاف فرمادیں، جس طرح برادرانِ یوسف نے اپنے باپ سے دعاء کی درخواست کی کہ وہ اپنے پروردگار سے ان کی مغفرت کی دعاء کریں اسی طرح میں بھی آپ حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھ حقیر گنہگار کو اپنے فضل وکرم سے معاف فرمادیں۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین .

■ ■ ■

توبہ کی حقیقت

- توبہ کی حقیقت
- ہر آدمی خطا کار ہے
- بہترین خطا کار توبہ کرنے والے ہیں
- ہم کو کیا حق ہے
- توبہ کا دروازہ کھلا ہے
- توبہ کرنے میں جلدی کیجئے
- نبی رحمت ﷺ کا استغفار
- گناہوں سے دل زنگ آلود
- تمام پیغمبروں نے استغفار کیا
- سچی توبہ کرو
- توبہ کے بعد زندگی میں انقلاب
- توبہ کے دنیوی فائدے
- توبہ کے اخروی فائدے
- اپنے متعلقین کی مغفرت کی دعاء
- عام مسلمانوں کی مغفرت کی دعاء
- اللہ کی رحمت سے گناہ گار مایوس نہ ہو

■ ■ ■

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلواۃ والسلام علی سیدالمرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین . اما بعد . فقال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ فی القرآن المجید اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم . بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم O

فان تبتم فھو خیرلکم وان تولیتم فاعلموا انکم غیر معجزی اللّٰہ (التوبۃ/۳)

الم یعلموا ان اللّٰہ ھو یقبل التوبۃ عن عبادہ ویاخذ الصدقٰت وان اللّٰہ ھو التواب الرحیم O (التوبۃ/۱۰۴)

وان استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یمتعکم متاعا حسنًا الی اجل مسمی ویؤت کل ذی فضل فضلہ وان تولوا فانی اخاف علیکم عذاب یوم کبیر O (ھود / ۳)

وانی لغفار لمن تاب واٰمن وعمل صالحا ثم اھتدیٰ O (طٰہٰ/۸۲)

وتوبوا الی اللّٰہ جمیعًا ایھا المومنون لعلکم تفلحون O(النور/ ۳۱)

فاما من تاب واٰمن وعمل صالحا فعسی ان یکون من المفلحینO(القصص/۶۷)

افلا یتوبون الی اللّٰہ ویستغفرونہ واللّٰہ غفور رحیم O(المائدہ/۷۴)

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم واللّٰہ انی لاستغفر اللّٰہ واتوب الیہ فی الیوم اکثر من سبعین مرۃ (بخاری)

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول اللھم اجعلنی من الذین اذا احسنوا استبشروا واذا اساء وا استغفروا O (ابن ماجہ)

عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ O

برادرانِ اسلام ! دنیا میں ہمارے تعلقات مختلف لوگوں سے ہوتے ہیں، ہمارا تعلق اپنے رشتہ داروں سے بھی ہوتا ہے، دوستوں سے بھی، ہمارا تعلق پڑوسیوں سے بھی ہوتا ہے اہل محلّہ سے بھی، ہمارا تعلق گاہکوں سے بھی ہوتا ہے اور دوسرے لوگوں سے بھی، ان تعلقات کو برقرار رکھنے اور آپسی محبت کو قائم رکھنے کے لئے ہم ان تمام کے مزاج اور ان کی مرضی کا لحاظ ضرور رکھتے ہیں اور یہ لحاظ اس لئے ہوتا ہے کہ کہیں وہ ناراض نہ ہوجائیں اور اگر اتفاق سے ہم سے کوئی نامناسب بات ہوجاتی ہے تو ہم معافی بھی چاہتے ہیں، ایسا اس لئے کرتے ہیں تاکہ محبت اور تعلقات میں دراڑ اور خلیج پیدا نہ ہو، یہ مثال میں نے اس لئے دی ہے تاکہ میں آپ کی توجہ کا رُخ اس مالک حقیقی اور خالق حقیقی کی طرف کردوں جس نے ہم سب کو پیدا کیا اور ہم کو قوت طاقت، عزت، روزی، نفع، کامیابی، صحت اور دوسری تمام نعمتیں عطا کیں، ظاہر ہے کہ جو پروردگار ہمارے حق میں سب سے بڑا محسن ہو ہم اس سے اپنا تعلق برقرار کیوں نہ رکھیں اور اس کی مرضی کا لحاظ کیوں نہ رکھیں؟ اگر غور کیا جائے تو سب سے گہرا ربط اور سب سے بہتر تعلق تو ایک بندہ اور اس کے رب کے درمیان ہونا چاہئے۔

توبہ کی حقیقت

توبہ کی حقیقت ہی یہ ہے کہ جو گناہ اور نافرمانی یا ناپسندیدہ عمل بندے سے سرزد ہوجائے اس برے عمل کے برے انجام کا خوف بندہ کے دل میں چھاجائے اور اس کے دل میں رنج اور افسوس ہو اور ساتھ ہی شرمندگی اور ندامت بھی ہو اور اس گناہ سے بچنے اور دور رہنے کا عزم اور حوصلہ دل میں ہو اور ایسے اعمال کرنے کا فیصلہ دل میں ہو جن اعمال سے اللہ تعالیٰ خوش ہوجائیں۔

ہر آدمی خطا کار ہے

انسان سے غفلت ہوجاتی ہے کبھی اس کا نفس اس کو گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور کبھی شیطان اس کا اغوا کرلیتا ہے جس کی وجہ سے انسان گناہ کر بیٹھتا ہے خطا اور لغزش تو آدمی کی فطرت میں ہے لیکن آدمی کی خوبی اور خوش نصیبی اس میں ہے کہ وہ کسی خطا، گناہ، لغزش یا نافرمانی کے فوری

بعد اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

کل بنی آدم خطاء . ہر آدمی خطا کار ہے۔ اور آگے فرمایا:

بہترین خطا کار توبہ کرنے والے ہیں

وخیر الخطائین التوابون . خطا کاروں میں وہ خطا کار بہت اچھے ہیں جو اپنی غلطی کے بعد سچے دل سے توبہ کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جاتے ہیں (ترمذی)

حاضرین کرام! اس تمہیدی گفتگو سے آپ حضرات بخوبی سمجھ چکے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ بہتر ہیں جو اپنی لغزش پر معافی مانگ لیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ گناہ کی وجہ سے بندے اور اس کے رب کے درمیان حجاب اور آڑ پیدا ہو جاتی ہے، اس آڑ کو دور کرنے کا واحد ذریعہ سچی توبہ ہے جو لوگ سچی توبہ کرتے ہیں وہ اپنے اور اپنے پروردگار کے درمیان کے حجاب کو دور کرتے ہیں، توبہ کرنے کی وجہ سے آدمی اسی طرح ہو جاتا ہے جس طرح گناہ کرنے سے پہلے تھا۔

اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

التائب من الذنب کمن لا ذنب له O

گناہ سے توبہ کرنے والا گنہ گار بندہ بالکل اسی بندے کی طرح ہے جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سچی توبہ کرنے کے بعد گناہ کا کوئی اثر اور نافرمانی کا کوئی داغ دھبہ باقی نہیں رہتا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ آدمی گناہوں سے توبہ کرنے کے بعد بے گناہ اور معصوم ہو جاتا ہے، جیسا کہ وہ اپنی پیدائش کے وقت میں تھا۔

ہم کو کیا حق ہے؟

اس حدیث کے ذریعہ ضمنی طور پر ہمیں اس بات کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے جس کی طرف ہم عموماً توجہ نہیں دیتے، اگر کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو ہم اس کے گناہ کا پرچار کرتے ہیں، اس کے گناہ اور اس کی نافرمانی کو لوگوں میں عام کرتے ہیں اور اس کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اب آپ ہی سوچیئے کہ وہ شخص جس سے گناہ ہوا ہے اگر اس نے اس گناہ پر اللہ تعالیٰ سے صدق دل

سے معافی مانگ لی ہے اور سچی توبہ کی ہے تو اللہ کے نزدیک وہ شخص بالکل پاک وصاف ہوگیا ہے اور بالکل بے گناہ ہوگیا ہے جب اس کو اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا ہے تو ہم کو کیا حق ہے کہ اس شخص کے بارے میں ڈھنڈورا پیٹیں کہ اس نے فلاں گناہ کیا، ایسی صورت میں اس شخص کے عیبوں کو اچھال کر اور اس کی غیبت اور عیب جوئی کر کے ہم خود گنہگار ہورہے ہیں اور اس طرف ہماری توجہ ہی نہیں جاتی۔

آدمی جب گناہ کرتا ہے اور اس گناہ کا تعلق اللہ کے حقوق سے ہوتا ہے مثلاً کسی نے نماز چھوڑ دی یا کسی نے بغیر عذر کے روزہ نہ رکھا تو اس گناہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ کی وجہ سے اس کو معاف کردیا تو ہم بندوں کو کیا حق ہے کہ ہم اس شخص کے ان گناہوں کا آپس میں تبصرہ کریں۔

بہرحال یہ ایک ضمنی بات تھی جو ذہن میں آگئی بات تو توبہ سے متعلق چل رہی ہے۔

توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے

بزرگانِ محترم! جہاں انسان کی صلاح وفلاح، کامیابی وکامرانی کے لئے دوسرے احکامات دیئے گئے ہیں وہیں انسانوں کو ان کے گناہوں سے بے باق اور ان کے دلوں کو گناہوں کی نجاست سے پاک، صاف وبے داغ بنانے کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے۔

انسان کا تعلق جب تک اس دنیا سے ہے اور آدمی جب تک زندہ ہے اس وقت تک اس کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

ان اللّٰہ یقبل توبۃ العبد مالم یغرغر O

اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک غرغرہ کی کیفیت شروع نہ ہو۔

یعنی زندگی کی آس باقی رہنے تک توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے لیکن جب آدمی پر سکرات کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور آدمی غرغرہ کی کیفیت میں مبتلا ہوجاتا ہے اور دنیا سے اس کا رابطہ اور تعلق ختم ہونے لگتا ہے تو پھر توبہ کا دروازہ بھی بند ہوجاتا ہے، اسی لئے سورۂ نساء میں فرمایا گیا:

ولسیت التوبۃ للذین یعملون السیات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الآن O

ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں جو برابر گناہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت آ کھڑی ہوتو کہنے لگتے ہیں کہ اب میں توبہ کرتا ہوں۔

توبہ کرنے میں جلدی کیجئے

ظاہر ہے کہ جب آدمی موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے گا اور آخرت کے مناظر اور اس کی جھلکیاں نظر آنے لگیں گی تو اس وقت کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اس لئے ہمیں اپنے گناہوں کی معافی موت سے پہلے پہلے مانگ لینی چاہئے اور موت کب ہے یہ تو کسی کو علم نہیں ہے اس لئے ہر گھڑی اس بات کا امکان ہے کہ موت آجائے جب بھی کوئی خطا اور لغزش ہوجائے فوراً معافی مانگ لینی چاہئے، اسی لئے حکم دیا گیا کہ:

عجلوا بالتوبة قبل الموت . موت کے آنے سے پہلے توبہ کرنے میں جلدی کرو۔

شیطان برے اعمال کرنے میں جلدی کرنے کی ترغیب دیتا ہے لیکن گناہوں سے توبہ کرنے میں ٹال مٹول سے کام لینے کی ترغیب دیتا ہے، اس کا مقصد ہی یہ ہے کہ آدمی بغیر توبہ کے اس دنیا سے رخصت ہوجائے۔

برادرانِ اسلام! شاید ہمارے ذہن میں یہ بات ہو کہ توبہ اور استغفار وہ شخص کرے جس نے کوئی بڑا گناہ کیا ہو اور اس سے بہت بڑی نافرمانی ہوئی ہو جبکہ توبہ واستغفار کا حکم ہر مومن ومسلمان کو دیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۂ نور کی آیت نمبر (۳۱) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وتوبوا الی اللّٰہ جمیعًا ایھا المومنون لعلکم تفلحون O

اے ایمان والو! تم سب کے سب اللہ سے توبہ کرو۔

ہر آدمی سے کوتاہی اور خطا ہوسکتی ہے اس لئے ہر ایک کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے پروردگار سے توبہ واستغفار کرے۔

معصوم ہونے کے باوجود نبی رحمت ﷺ کا استغفار

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا O (النصر/۳)

اے پیارے پیغمبر! آپ اپنے پروردگار کی تسبیح وتحمید بیان کیجئے اوراس سے استغفار کیجئے بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

حاضرین کرام! آپ اور ہم جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور دوسرے سارے ہی پیغمبر معصوم تھے وہ نہ گناہگار تھے اور نہ خطا کار تھے لیکن اس کے باوجود ان انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی عاجزی، انکساری، خاکساری اور بندگی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے بار بار معافی مانگی اور استغفار کیا، امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

واللّٰہ انی لاستغفراللّٰہ واتوب الیہ فی الیوم اکثر من سبعین مرۃ ○

اللہ کی قسم! میں دن میں ستر دفعہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ اور استغفار کرتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اپنی بندگی کا احساس دنیا کے تمام انسانوں سے زیادہ تھا اسی احساس کے غلبہ کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سامنے استغفار کیا کرتے تھے مسلم نے حضرت اغر مزنی سے یہ روایت پیش کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

یا ایھا الناس توبوا الی اللّٰہ فانی اتوب الیہ فی الیوم مائۃ مرۃ ○

اے لوگو! اللہ کے حضور توبہ کرو میں خود دن میں سو سو دفعہ اس کے سامنے توبہ واستغفار کرتا ہوں

آدمی کا اپنے آپ کو گناہ نہ کرنے کے باوجود بھی گناہ گار نہ سمجھنا گناہ کی بات ہے، اس لئے کہ اگر آدمی اپنے آپ کو بے گناہ سمجھتا ہے تو اس میں بندگی کا احساس کم ہے اور بندگی کے احساس کی کمی خود آدمی کے گناہگار ہونے کی پہلی علامت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی مجلس میں کئی کئی مرتبہ استغفار کیا کرتے تھے، امام ابوداود نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی ایک ایک مجلس میں شمار کر لیتے تھے کہ آپ ﷺ سوسو دفعہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کر رہے ہیں اور حضور ﷺ مجلس میں اس جملہ سے استغفار کرتے تھے۔

رب اغفرلی وتب علی انک انت التواب الغفور ○

اے اللہ! مجھے معاف کردے مجھ پر عنایت فرما بے شک تو ہی عنایت کرنے والا اور بہت ہی بخشنے والا ہے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے یوں دعاء فرماتے تھے:

الھم اجعلنی من الذین اذا احسنوا اسبشروا واذا اساء وا استغفروا

اے اللہ! مجھے اپنے ان بندوں میں سے فرمادے جو نیکی کریں تو خوش ہوں اوران سے جب کوئی غلطی اور برائی سرزد ہوجائے تو تیرے حضور استغفار کریں۔

آج ہماری حالت یہ ہے کہ گناہ پر گناہ ہورہے ہیں ،غلطیوں پر غلطیاں ہورہی ہیں،لغزشوں پرلغزشیں ہورہی ہیں، نافرمانیوں پر نافرمانیاں ہورہی ہیں اس کے باوجود ہمارے مردہ دلوں میں اپنے گناہگار ہونے کا احساس تک نہیں ہے۔

ہم چندرسمی عبادتوں سے اس قدر مطمئن ہیں کہ گویا ہم ہی وقت کے ولی ہیں اور پاک وصاف وبے داغ ہیں۔

گناہوں سے دل زنگ آلود ہوتے ہیں

حاضرین کرام! گناہوں کی وجہ سے ہمارے دل زنگ آلود ہوچکے ہیں جس کی وجہ سے دل اندھیرے میں ہیں اور یہ احساس ہی ہم سے ختم ہوچکا ہے کہ ہم بھی گناہگار ہیں، آج ہر طرف گناہوں کا سیلاب ہے، اور نافرمانیوں کا طوفان ہے اور انسانوں کے دل نور سے محروم ہوتے جارہے ہیں، ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشادفرمایا،مومن بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے نتیجہ میں اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر اس نے اس گناہ سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں معافی اور بخشش کی التجا کی تو وہ کالا نقطہ زائل ہوجاتا ہے اور دل صاف ہوجاتا ہے اور اگر اس نے گناہ کے بعد توبہ واستغفار کے بجائے مزید گناہ کئے اور گناہوں کی وادی میں قدم بڑھائے تو دل کی وہ سیاہی اور بڑھ جاتی ہے یہاں تک کہ دل پر سیاہی چھا جاتی ہے،حضور ﷺ نے اِرشادفرمایا ہے یہی وہ زنگ اور سیاہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے **کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون** میں ذکر فرمایا کہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ آ گیا ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ گناہوں کی وجہ سے دل زنگ آلود ہوتے ہیں اوراس زنگ کی وجہ سے گناہوں

کا احساس ختم ہو جاتا ہے اور گناہوں سے نفرت ختم ہو جاتی ہے۔

حاضرین کرام! گناہ کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے بعد توبہ کی جائے، آپ حضرات اس بات پر غور کریں کہ اگر ہمارے کپڑوں پر کوئی دھبہ لگ جاتا ہے تو ہم فوراً اسی وقت اس دھبہ کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اگر چائے پیتے ہوئے تھوڑی سی چائے کرتہ پر لگ جاتی ہے تو چائے چھوڑ دیتے ہیں اور پانی سے اس دھبہ کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اسی طرح اگر کوئی غلاظت یا نجاست جسم پر لگ جائے تو ہم بے چین ہو جاتے ہیں اور اس نجاست کو دور کرنے تک ہم مطمئن نہیں ہوتے، ہم کو ظاہری نجاست کا اگر اس قدر خیال ہے تو باطنی نجاست کا کیوں اس قدر خیال نہیں؟ گناہ باطنی نجاست ہے، ظاہری نجاست سے جسم ناپاک ہوتا ہے اور باطنی نجاست سے دل ناپاک ہوتا ہے، اور دل تو سارے جسم کا بادشاہ ہے، اگر دل گندہ اور نجس ہو جائے تو پورے جسم کے لئے یہ بہت ہی معیوب بات ہے، اس لئے جہاں ہم ظاہری پاکیزگی کا بے حد خیال رکھتے ہیں وہیں باطنی پاکیزگی کا بھی خیال رکھیں اور جہاں تک ہو سکے گناہوں سے بچیں اور اگر گناہ سرزد ہو جائے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیں۔

تمام پیغمبروں نے استغفار کیا

دنیا میں جتنے پیغمبر آئے سب نے اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا اور اپنی اپنی قوموں کو اللہ کے حضور معافی مانگنے اور توبہ کرنے کا حکم دیا، حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوگئی تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخسرین O

اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا اگر آپ نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم نقصان میں رہ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مقبول بنالیا اور ان پر عنایت فرمائی اور سیدھی راہ عطا فرمائی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کی تعمیر فرمائی اور ان کے ساتھ ان کے فرزندار جمند حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی ساتھ تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس محنت وخدمت کی قبولیت کی دعاء فرمائی اور اللہ تعالیٰ سے معافی بھی مانگی ”**وتب علینا انک انت التواب الرحیم** کہ اے اللہ! ہمیں معاف فرما آپ بے شک توبہ قبول کرنے والے اور رحم کرنے والے ہیں“

حاضرین کرام! اس بات پر غور کیجئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت بڑا نیک کام انجام دے رہے ہیں یعنی قیامت تک باقی رہنے والے عزت والے گھر کی تعمیر کررہے ہیں اوراس کام کے انجام دینے کے بعد معافی بھی مانگ رہے ہیں، انبیاءاکرام نیکی کرنے کے بعد احتیاطاً اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ رہے ہیں، اس خوف سے کہ کہیں اس میں کوئی لغزش نہ ہوگئی ہومگر ہماری حالت یہ ہے کہ ہم گناہ کرنے کے بعد بھی استغفار نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ سے معافی نہیں مانگتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر ہیں اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کررہے ہیں کہ اے اللہ! میں آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی ایک پہاڑ پر ڈالی ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس تجلی سے پہاڑ ریزے ریزے ہو چکا ہے اور حضرت موسیٰ بے ہوش ہو چکے ہیں اور جب ہوش میں آتے ہیں تو کہتے ہیں:

قال سبحنک تبت الیک وانا اول المومنین O

اے اللہ! آپ پاک ہیں میں آپ ہی کی طرف رجوع ہوتا ہوں اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اوراپنے بھائی کی مغفرت کے لئے دعاءفرمائی۔

رب اغفرلی ولاخی . اے اللہ مجھےاور میرے بھائی کومعاف فرما۔

اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قبطی کاقتل ہوگیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یوں دعاء کی:

قال رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی فغفرله انه هوالغفور الرحیم O

اے میرے پروردگار! مجھ سے قصور ہوگیا ہے آپ مجھے معاف کردیجئے پس اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا بے شک اللہ تعالیٰ بڑاغفوررحیم ہے۔

گزرے ہوئے نبیوں کے ساتھ جو اللہ والے نیک لوگ تھے انہوں نے بھی اپنے گناہوں سے معافی مانگی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں سورۂ آل عمران میں فرمایا:

وما کان قولهم الا ان قالوا ربنا اغفرلنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکفرین O

ان کی زبان سے سوائے اس کے اور کوئی بات نہیں نکلی کہ انہوں نے کہا اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہمارے کاموں میں حد سے نکل جانے کو بخش دیجئے اور ہم کو ثابت قدم رکھئے اور ہم کو کافر لوگوں پر غلبہ عطا فرمائیے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور مغفرت کی دعاء فرمائی:

قال ربی انی اعوذبک ان اسئلک ما لیس لی به علم والا تغفرلی وترحمنی اکن من الخسرین O

اے اللہ! میں اس بات سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ سے ایسی درخواست کروں جس کی مجھ کو خبر نہ ہو اور اگر آپ میری مغفرت نہ فرمائیں اور مجھ پر رحم نہ کریں تو میں بالکل تباہ ہو جاؤں گا

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی ہے۔

رب اغفرلی وهب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی O

اے میرے رب! میرا قصور معاف فرما اور مجھ کو ایسی سلطنت عطا فرما کہ میرے سوا کسی کو میسر نہ ہو

حاضرین کرام! اللہ تعالیٰ اگرچہ کہ مختار کل اور قادر مطلق ہیں وہ اپنے بندوں پر جو چاہے احکامات نافذ کر سکتے ہیں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غصہ پر اس قدر غالب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے گنہگار بندوں کو خود حکم دیا کہ تم تمہارے پروردگار کے سامنے اپنے گناہوں کی معافی مانگو، چنانچہ قرآن مجید میں متعدد آیتیں ایسی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو توبہ کرنے کا حکم دیا، اگر اللہ تعالیٰ یہ کہہ دیتے کہ تمہارے معافی مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں گناہ ہو گیا بس ہو گیا تو ہماری نجات کی کوئی صورت نہ ہوتی۔ یہ رب ذوالجلال ﷻ کا فضل واحسان ہے کہ اس نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔

سچی توبہ کرو

سورۂ تحریم کی آٹھویں آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

یایها الذین اٰمنوا توبوا الی اللّٰه توبة نصوحًا O

اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی توبہ کرو۔

تـوبة نـصـوحًـا سے مراد ایسی توبہ جس میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور عذاب کے خوف سے گناہوں سے نادم اور شرمندہ ہوکر بندہ گناہ کرنا چھوڑ دے، حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ **تـوبة نـصـوحًـا** سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنے گزشتہ گناہوں پر شرمندہ ہواور پھران گناہوں کی طرف نہ لوٹنے کا پختہ اِرادہ اور عزم ہو،بعض حضرات نے توبة نصوحًا سے مراد یہ لیا ہے کہ آدمی زبان سے استغفار کرے اور دل میں نادم اور شرمندہ ہواور اپنے بدن اور اعضاء کوآئندہ اس گناہ سے روکے۔

حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ سچی توبہ کیا ہے؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا،جس میں چھ چیزیں جمع ہوں وہ سچی توبہ ہے۔

سب سے پہلے کئے ہوئے برے عمل پر شرمندگی ہو، دوسرے یہ کہ جوفرائض وواجبات چھوٹ گئے ہیں ان کی قضا کرے، تیسرے کسی کا مال ناحق لیا ہوتو واپس کردے، چوتھے کسی کو ہاتھ یا زبان سے ستایا ہوتو اس سے معافی مانگ لے، پانچویں یہ کہ آئندہ اس گناہ کے قریب نہ جانے کا عزم کرلے، چھٹے یہ کہ جس طرح اس نے اب تک اپنے نفس کو نافرمانی کرتے ہوئے دیکھا اب وہ اپنے نفس کواطاعت کرتے ہوئے دیکھ لے۔

اور سورۂ مائدہ کی آیت نمبر (۷۴) میں اللہ تعالیٰ نے اپنے گناہگار اور نافرمان بندوں کے بارے میں فرمایا:

افلا یتوبون الی اللّٰہ ویستغفرونہ واللّٰہ غفور رحیم O

کیا پھر بھی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ نہیں کرتے اور اس سے معافی نہیں چاہتے حالانکہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے بڑی رحمت فرمانے والے ہیں۔

توبہ کے بعد زندگی میں انقلاب آجائے

حاضرین کرام! جب ہم اپنے گناہوں سے توبہ کرلیں تو اس کے بعد زندگی میں انقلاب آنا چاہئے اور پچھلی زندگی اور اگلی زندگی میں نمایاں فرق آجانا چاہئے ورنہ توبہ کا مقصد ہی فوت ہوجائے گا،توبہ کا دروازہ اس لئے کھلا نہیں رکھا گیا کہ بندہ گناہ کرتے جائے پھرتوبہ کرتے جائے بلکہ توبہ کا دروازہ اسی لئے کھلا رکھا گیا ہے تاکہ بندہ اپنی زندگی میں سدھار پیدا کرلے،توبہ کے بعد

اپنی اصلاح کرلینا ضروری ہے، اسی لئے قرآن مجید میں توبہ کے بعد اصلاح کرنے پر مغفرت کی بات بتلائی گئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الا الذین تابوا من بعد ذالک واصلحوا فان اللّٰہ غفور رحیم O

ہاں! وہ لوگ جو توبہ کریں اس کے بعد اور اپنے کو سنوار لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والے اور رحم کرنے والے ہیں۔

سورۂ نساء کی آیت نمبر (۱۴۶) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الا الذین تابوا واصلحوا واعتصموا باللّٰہ واخلصوا دینھم للّٰہ فاولئک مع المومنین O

لیکن جو لوگ توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے تھام لیں اور اپنے دین کو خالص اللہ ہی کے لئے کیا کریں تو یہ لوگ مومنین کے ساتھ ہوں گے۔

سورۂ مائدہ کی آیت نمبر (۳۹) میں فرمایا گیا:

فمن تاب من بعد ظلمہ واصلح فان اللّٰہ یتوب علیہ ان اللّٰہ غفور رحیمO

پھر جو شخص توبہ کرے اپنی اس زیادتی کے بعد اور اعمال کی درستی رکھے تو بے شک اللہ تعالیٰ اس پر توجہ فرمائیں گے بے شک اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے اور رحمت والے ہیں۔

یہ چند آیتیں ہیں ان کے علاوہ اور بہت سی آیتیں ہیں جن میں یہی بات کہی گئی ہے کہ توبہ کے بعد پرانی روش پر قائم رہنے کے بجائے سیدھی راہ اختیار کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں۔

توبہ کے دنیوی فائدے

حاضرینِ کرام! گنہگار بندہ جب توبہ کرتا ہے تو اس کے دنیوی فائدے بھی ظاہر ہوتے ہیں اور اخروی فائدے بھی، چنانچہ قرآن مجید میں دونوں قسم کے فائدوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

سورۂ ہود کی آیت نمبر (۴) میں فرمایا گیا:

وان استغفروا ربکم ثم توبوا لیہ یمتعکم متاعا حسنا الی اجل مسمی ویوت کل ذی فضل قضلہ O

تم اپنے پروردگار سے معافی چاہو اور اس کی طرف رجوع ہو جاؤ اس توبہ واستغفار کی برکت سے اللہ تعالیٰ تم کو ایک مدت تک یعنی موت تک خوش عیشی دے گا۔

یعنی دنیا کا عیش وآرام دیا جائے گا اور اچھی زندگی عطا کی جائے گی۔

اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا جس کا تذکرہ سورۂ نوح میں ہے:

یقوم استغفروا ربکم انه کان غفاراً یرسل السماء علیکم مدراراً ویمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنت ویجعل لکم انهاراً O

تم اپنے پروردگار سے مغفرت کی دعاء کرو وہ مغفرت کرنے والا ہے اگر تم استغفار کروگے تو تم پر آسمان سے خوب بارش برسائے گا اور تمہارے مال واولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغ پیدا کرے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کرے گا۔

ان آیاتِ ربانی سے معلوم ہوا کہ توبہ واستغفار سے دنیا میں بھی آدمی کو فائدہ ہوتا ہے کہ جب اللہ کے بندے اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتے ہیں اور دل سے معافی مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس توبہ واستغفار کی برکت سے رحمت کی بارش برساتے ہیں، مال واولاد میں برکت وترقی دیتے ہیں اور رزق کے اسباب پیدا کرتے ہیں اور زندگی میں خوش حالی عطا فرماتے ہیں۔

توبہ کے اخروی فائدے

حاضرین کرام! یہ توبہ کے دنیوی فائدے ہیں انہی دنیوی فائدوں کے ساتھ اخروی فائدے بھی توبہ واستغفار کی وجہ سے ملتے ہیں، چنانچہ سورۂ فرقان کی آیت نمبر (۷۰) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الا من تاب وٰامن وعمل صالحا فاولئک یبدل اللّٰه سیاٰتهم حسنٰت وکان اللّٰه غفوراً رحیما O

جو توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں۔

ظاہر ہے کہ اگر کسی کی نیکیاں اس کے گناہوں کی جگہ لے لیں تو یہ آخرت کا سب سے بڑا فائدہ ہے اس لئے کہ آخرت میں وہی شخص بامراد اور کامیاب ہے جس کی نیکیاں اس کے گناہوں پر غالب آجائیں۔ سورۂ قصص کی آیت نمبر (۶۷) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فاما من تاب واٰمن وعمل صالحا فعسی ان یکون من المفلحین O

جو شخص توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کیا کرے تو ایسے لوگوں کے بارے میں اُمید ہے کہ وہ کامیابی حاصل کرلیں۔

معلوم یہ ہوا کہ دنیا اور آخرت کی کامیابی اس شخص کے لئے ہے جو اپنے گناہوں سے توبہ کرلے اور نیکی کی راہ اختیار کرلے۔

سورۂ تحریم کی جس آیت کی تفصیل میں نے کچھ دیر پہلے بیان کی جس میں ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے سچی توبہ کرنے کا حکم دیا گیا اسی آیت میں آگے یہ بات کہی گئی کہ تمہاری سچی توبہ کی وجہ سے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مٹادے اور تم کو ایسے باغات میں داخل کردے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

یایھا الذین اٰمنوا توبوا الی اللّٰہ توبۃ نصوحًا عسیٰ ربکم ان یکفر عنکم سیاٰتکم ویدخلکم جنت تجری من تحتھا الانھٰر O

ان آیتوں سے صاف واضح ہوگیا کہ توبہ واستغفار سے دنیا میں بھی فائدے ہیں اور آخرت میں بھی فائدے ہیں۔

اپنے متعلقین کی مغفرت کی دعاء بھی کریں

بزرگانِ محترم! ہمیں جہاں تک ہوسکے اپنے گناہوں پر معافی مانگنا چاہئے اور استغفار کرتے رہنا چاہئے اور جہاں ہم اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور اپنی مغفرت کی دعاء کریں وہیں اپنے متعلقین یعنی ماں باپ، بھائی بہن اور دیگر رشتہ داروں اور دوست واحباب اور محسنین وغیرہ کی مغفرت کے لئے بھی دعاء کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ ہم سے پہلے ہمارے رشتہ داروں میں سے جو کوئی اس دنیا سے رخصت ہوچکے ہیں وہ ہماری طرف سے اس تحفہ کے منتظر رہتے ہیں کہ ہم میں سے کون ان کی مغفرت ورحمت کے لئے دعاء کرے گا حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا، قبر میں مدفون مردے کی مثال بالکل اس شخص کے جیسی ہے جو دریا میں ڈوب رہا ہو اور مدد کے لئے چیخ پکار کررہا ہو وہ بے چارہ انتظار کرتا ہے کہ ماں باپ یا

بھائی یا کسی دوست کی طرف سے دعاء مغفرت ورحمت کا تحفہ پہنچے، جب کسی طرف سے اس کو دعاء کا تحفہ پہنچتا ہے تو وہ اس کو دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز اور محبوب ہوتا ہے اور دنیا میں رہنے بسنے والوں کی دعاوؤں کی وجہ سے قبر کے مردوں کو اتنا عظیم ثواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے جس کی مثال پہاڑوں سے دی جاسکتی ہے اور حضور ﷺ نے مزید اِرشاد فرمایا کہ مردوں کے لئے زندوں کی طرف سے خاص بدلہ اور تحفہ ان کے لئے دعاء مغفرت ہے۔ یہ حدیث بیہقی نے روایت کی ہے خاص کر اولاد کو چاہئے کہ وہ اپنے ماں باپ کے حق میں مغفرت کی ضرور دعاء کریں اس لئے کہ جنت میں ایک آدمی کا درجہ اچانک بلند کردیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کی اولاد اس کے لئے دنیا میں مغفرت ورفع درجات کی دعاء کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

ان اللّٰہ عزوجل لیرفع الدرجة للعبد الصالح فی الجنة فیقول یارب انی لی ھٰذہٖ فیقول باستغفار ولدک لک O

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت میں کسی صالح آدمی کا درجہ ایک دم بلند کردیا جاتا ہے تو وہ جنّتی پوچھتا ہے کہ اے پروردگار! میرے درجہ اور مرتبہ میں یہ ترقی کس وجہ سے اور کہاں سے ہوئی تو اس شخص کو جواب دیا جاتا ہے کہ تیرے واسطے تیری فلاں اولاد نے تیری مغفرت کی دعاء کی جس کے نتیجہ میں یہ درجہ تجھے نصیب ہوا ہے۔

عام مسلمانوں کی مغفرت کے لئے بھی دعاء کریں

حاضرینِ کرام! ہمارا اپنے والدین سے قریبی تعلق ہے اس تعلق کا تقاضا یہ ہے کہ ہم بطور خاص اپنے والدین کی مغفرت کی ضرور دعا کریں، اسی طرح عام مسلمانوں کے حق میں بھی ہمیں دعاء کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی مغفرت فرمائیں، چنانچہ طبرانی نے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

من استغفر للمومنین والمومنات کتب له بکل مومن و مومنة حسنة

جو بندہ عام ایمان والوں اور ایمان والیوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے گا اس کے لئے

ہر مومن مرد و عورت کے حساب سے ایک ایک نیکی لکھی جائے گی۔

سبحان اللہ! آپ غور فرمائیے کہ بے حساب نیکیوں کے کمانے کا یہ کیسا سنہری موقع ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک مختصر مگر جامع دعاء قرآن مجید میں نقل کی گئی ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی مغفرت اور بخشش اور اپنے ماں باپ کی مغفرت اور بخشش اور تمام ایمان والوں کی مغفرت و بخشش کی دعاء کی ہے:

ربنا اغفرلی ولو الدی وللمومنین یوم یقوم الحساب O

اے ہمارے پروردگار! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بخش دے اور تمام ایمان والوں کو بخش دے قیامت کے دن۔

حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

من استغفر للمومنین والمومنات کل یوم سبعا و عشرین مرة کان من الذین یستجاب لھم ویرزق بھم اھل الارض O

جو بندہ عام مومنین و مومنات کے لئے ہر روز ستائیں (۲۷) مرتبہ اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت کی دعاء کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ان مقبول بندوں میں سے ہوجائے گا جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور جن کی برکت سے دنیاوالوں کو رزق ملتا ہے۔

عام مومنین کی مغفرت کے لئے دعاء مغفرت کرنے کا سب سے بڑا فائدہ تو خود اس شخص کو مل رہا ہے جس نے ان کے حق میں دعاء کی کہ اللہ تعالیٰ اس دعاء کی برکت سے اس شخص کو مستجاب الدعوات کا مرتبہ دے رہے ہیں کہ وہ شخص ان لوگوں میں ہوجائے گا جن کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ اس شخص کو ان لوگوں کا مرتبہ دیا جائے گا جن کی برکت سے دنیاوالوں کو رزق ملتا ہے۔

اللہ کی رحمت سے گناہ گار مایوس نہ ہوں

بزرگانِ محترم! اگر ہم سے کبیرہ گناہ بھی ہوئے ہوں، یعنی بڑے سے بڑے گناہ اور برے سے برے کام ہوئے ہوں جب بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ سے ان گناہوں کی معافی کے امیدوار رہنا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے خطاب کرتے ہوئے محبوبانہ انداز میں فرمایا:

یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللّٰہ ان اللّٰہ یغفر الذنوب جمیعًا O

اے میرے بندو! تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو جاؤ اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، وہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے، جب یہ آیت حضور ﷺ نے صحابۂ کرامؓ کے سامنے تلاوت کی تو ایک شخص نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ! جن لوگوں نے شرک کیا کیا ان کے لئے بھی یہی اِرشاد ہے، آپ ﷺ نے پہلے تو خاموشی اختیار کی پھر فرمایا سن لو مشرکوں کے لئے بھی یہی اِرشاد ہے کہ وہ بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، اگر کسی مشرک نے شرک کیا اور زندگی ہی میں اس شرک سے معافی مانگ لی تو اللہ تعالیٰ اس شرک کو بھی معاف کر دیں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ فرمایا:

ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذالک لمن یشاء O

اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں کریں گے کہ کوئی شرک کرے اس کے علاوہ دوسرے گناہوں کے معاملہ میں بات یہ ہے کہ جس کو چاہیں معاف کر دیں۔

اس آیت کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو شرک ہی کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں اور کفر و شرک کی حالت میں جن کو موت آجاتی ہے اور موت سے پہلے توبہ کی توفیق نہیں ہوتی ایسے مشرکوں کے شرک کو معاف نہیں کیا جائے گا، ہاں اگر مشرک موت سے پہلے شرک سے توبہ کر لے تو پھر تو معاف کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شرک اور شرک جیسے دوسرے کبیرہ گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سے جتنے گناہ ہوئے ہیں ان گناہوں کو معاف کر دے اور ہمارے والدین، ہمارے اساتذہ ہمارے مشائخین، ہمارے رشتہ دار، ہمارے متعلقین، دوست و احباب اور جمیع مومنین و مومنات کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین O

■ ■ ■

تعمیر بیت اللہ اور فرضیت حج

- ملک شام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سفر
- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء
- تربیت اولاد کی فکر
- ہماری فکروں کا جائزہ
- کعبۃ اللہ مرجع خلائق ہے
- چشمہ زمزم
- تعمیر کعبۃ اللہ کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سفر
- کعبۃ اللہ امن کا گہوارہ
- حج کی مقبولیت کی ایک علامت
- کعبۃ اللہ کی بے پناہ کشش
- ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے ....
- مقام ابراہیم علیہ السلام
- تعمیر کعبۃ اللہ کا قرآن مجید تذکرہ
- اپنی اولاد کے دین کی فکر کریں
- دعاء بھی ہو دوا بھی ہو
- حج نہ کرنے پر وعید
- حج کب فرض ہے
- نیت درست ہو
- سفر حج میں احتیاط
- حاجی اللہ کے مہمان ہیں
- حج کی دنیوی واخروی جزاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ الذی لم یزل ولا یزل حیا قیوما سمعیا قدیراً بصیراً والصلواۃ والسلام علی النبی المصطفیٰ الذی ارسل الی الناس بشیرا و نذیراً اما بعد . فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم . بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم .

الحج اشھر معلومات فمن فرض فیھن الحج فلا رفت ولا فسوق ولا جدال فی الحج O (البقرہ / ۱۹۷)

لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم فاذا افضتم من عرفٰت فاذکروا اللّٰہ عندالمشعر الحرام واذکروہ کما ھداکم وان کنتم من قبلہ لمن الضالین O (البقرہ/۱۹۸)

و اذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق O (الحج / ۲۷)

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکاً وھدی للعلمین (آل عمران / ۹۶)

وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللّٰہ غنی عن العٰلمین O

واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسماعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم O (ابقرہ / ۱۲۷)

ان الصفا و المروۃ من شعائر اللّٰہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما O (البقرہ / ۱۵۸)

عن علیؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ، من ملک زاداً وراحلۃ تبلغہ الی بیت اللّٰہ ولم یحج فلا علیہ ان یموت یھودیا او نصرانیا وذالک ان اللّٰہ تبارک و تعالی یقول وللّٰہ علی الناس حج الیبت من استطاع الیہ سبیلا O (ترمذی)

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من حج اللّٰہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ O (بخاری و مسلم)

حاضرین کرام! ہم جانتے ہیں کہ حضرت ابرہیم علیہ السلام وہ جلیل القدر پیغمبر ہیں جنہوں نے اپنے وقت کے بادشاہ نمرود سے ٹکر لی اور دوٹوک انداز میں باطل معبودوں کے خلاف آواز لگائی، اپنے باپ آذر کو بت سازی، بت فروشی اور بت پرستی سے روکا اور اپنی قوم کو للکارا کہ تم ایسے پتھروں کی پوجا پاٹ کیوں کرتے ہو جن میں نہ سننے کی طاقت ہے نہ بولنے کی، وہ پتھر نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان، اور پھر بادشاہ وقت کو بھی حق باتوں سے لاجواب کر دیا، یہی وہ جلیل القدر اور تاریخ ساز پیغمبر ہیں جن کے ہاتھوں کو یہ عظیم سعادت حاصل ہے کہ ان ہاتھوں نے دنیا کے سب سے پہلے گھر کی تعمیر کی ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جبرئیل امین کے ذریعہ مکہ مکرمہ میں موجود اس سرزمین کی نشاندہی کی جہاں آج کعبۃ اللہ موجود ہے جس کا کروڑوں اربوں انسانوں نے آج تک طواف کیا ہے اور جب تک یہ دنیا باقی رہے گی اس کے طواف کا سلسلہ جاری رہے گا۔

ملکِ شام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سفر

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ملکِ شام میں مقیم تھے اور اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام شیرخوار بچے تھے اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ خانۂ کعبہ کی جگہ کو پاک صاف کر کے طواف کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کے لئے آباد رکھیں، چونکہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام ملکِ شام میں تھے اور کعبۃ اللہ کی یہ جگہ مکہ مکرمہ میں تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی ہاجرہ اور شیرخوار بیٹے اسماعیل کے ساتھ سفر پر نکل جائیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل امین کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجا، حضرت جبرئیل علیہ السلام براق لے کر حاضر ہوئے اور اس سفر میں ساتھ ساتھ رہے، راستے میں جب کسی بستی پر نظر پڑتی حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت جبرئیل امین علیہ السلام سے دریافت کرتے کہ کیا ہمیں یہاں اترنے کا حکم ملا ہے تو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام فرماتے کہ نہیں آپ کی منزل آگے ہے، چلتے چلتے جب مکہ مکرمہ کی وہ جگہ سامنے آئی جس جگہ کانٹے دار جھاڑیاں اور ببول کے درختوں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا بیت اللہ اس وقت ٹیلہ کی شکل میں تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس جگہ پہنچ کر جبرئیل امین سے دریافت کیا کہ کیا ہماری منزل یہی ہے تو حضرت

جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں! یہی وہ منزل ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی ہاجرہ اور بیٹے اسماعیل کو یہاں ٹھہرایا اور ان کے ٹھہرنے کے لئے معمولی سا چھپر ڈال دیا اس وقت ان کے پاس ایک توشہ دان میں کچھ کھجوریں تھیں اور ایک مشکیزہ میں پانی تھا، چونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ تھا کہ حضرت ابراہیم اپنی بیوی اور بیٹے کو یہاں چھوڑ کر ملکِ شام واپس چلے جائیں اس لئے اللہ کے حکم کے مطابق حضرت ابراہیم واپس ہونے لگے۔

مکۂ مکرمہ سے ملکِ شام روانگی

جب حضرت ہاجرہ نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم جانے کی تیاری کررہے ہیں تو حضرت ہاجرہ نے عرض کیا کہ ہمیں اس لق اور دق میدان میں چھوڑ کر آپ کہاں جارہے ہیں؟ یہاں زندگی کی نہ ضروریات ہیں اور نہ ہی یہاں کوئی ہمارا مونس ہمدرد و مددگار ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کا کوئی جواب نہ دیا اور چلنے لگے، حضرت ہاجرہ بھی ساتھ ہی اٹھیں اور سوال کو دہرا رہی تھیں، ایک صنف نازک چٹیل اور بے آب و گیاہ میدان میں کیا سوچ رہی ہوگی، ایک خوف ہے جو حضرت ہاجرہ کے دل پر چھایا ہوا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام چلے جائیں گے تو پھر ہمارا کیا ہوگا؟ ادھر بار بار سوال کر رہی ہیں حضرت ہاجرہ اور ادھر خاموشی ہے کوئی جواب نہیں ملتا، یہاں تک کہ اس نیک خاتون کے دل میں یہ بات اللہ تعالیٰ نے ڈال دی اور کہنے لگیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہی حکم دیا کہ آپ ہمیں چھوڑ کر یہاں سے چلے جائیں، حضرت ابراہیم نے اب جواب دیا کہ ہاں! مجھے اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے، حضرت ہاجرہ نے جواب دیا **اذن لا یضیعنا** اگر اللہ کا حکم یہی ہے تو جس نے حکم دیا ہے وہ ہم کو ضائع نہیں کرے گا، آپ شوق سے تشریف لے جائیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم کے مطابق جانے لگے، مگر دل میں بیوی اور بچے کا خیال آرہا تھا اور ان کے دین کی فکر پہلے اور پھر ان کی جان کی فکر ہونے لگی، جب راستہ کے موڑ پر پہنچے اور مڑ کر دیکھا کہ حضرت ہاجرہ اور پیارے بیٹے اسماعیل نظر نہیں آرہے ہیں تو وہیں ٹھہر گئے اور اللہ تعالیٰ سے یوں دعاء کرنے لگے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء

رب اجعل ھٰذا البلد اٰمنا و اجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام O

اے میرے رب! اس شہر مکہ کو امن کا گہوارہ بنا دیجئے اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی عبادت سے بچایئے۔

تربیتِ اولاد کی فکر

حاضرین کرام! آپ اس دعاء کے ہر ہر لفظ پر غور کیجئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعاء کے پیچھے کیا درد چھپا ہوا ہے اور کس قدر مکہ مکرمہ سے محبت ہے کہ اس شہر کے امن کی دعاء کر رہے ہیں اور پھر اپنے بچوں کے شرک سے بچنے کی دعاء کر رہے ہیں، ایک مسلمان باپ کی ذمہ داری صرف یہی نہیں ہے کہ وہ اپنے بچوں کی روٹی، ان کے کپڑوں اور ان کے مکان کا انتظام کر دے بلکہ بحیثیت ذمہ دار، نگران اور سر پرست ایک باپ کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ اولاد کو توحید کی تعلیم دے اور ان کو شرک کی نجاست سے بچائے، آج ہر باپ کو یہ فکر لاحق ہے کہ بچہ کا جسم گندہ نہ ہو، اس کے کپڑے گرد آلود نہ ہوں، مگر باپ کو اس ناپاکی اور نجاست کی کوئی فکر نہیں جو شرک وکفر اور نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے دلوں میں پائی جاتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فکر کو دیکھئے اور سبق حاصل کیجئے کہ اپنی بیوی اور اپنے بچے کو ایک لق ودق میدان میں چھوڑ کر جا رہے ہیں اور فکر ہے کہ کہیں غلط ماحول کی وجہ سے وہ شرک میں مبتلا نہ ہو جائیں اس لئے اللہ تعالیٰ اس شہر کے امن وامان کی دعاء کر رہے ہیں اور پھر بتوں کی پرستش سے اپنی اولاد کے بچنے کی توفیق مانگ رہے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ بھی دعاء فرماتے ہیں۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم

اے میرے پروردگار! میں نے اپنے اہل وعیال کو آپ کے محترم گھر کے قریب ایک ایسے میدان میں ٹھہرایا ہے جو زراعت کے قابل بھی نہیں۔

دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اے اللہ! میں اپنی بیوی اور بچے کو محض آپ کے حکم پر صرف آپ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس بے آب وگیاہ میدان میں چھوڑ کر جارہا ہوں، یہ تو ایسی بنجر جگہ ہے کہ اگر کوئی کاشت کرنا چاہے اور محنت ومشقت کرتے ہوئے کوئی چیز اگانا چاہے تو یہ زمین اس قابل بھی نہیں، یعنی اے اللہ! میری بیوی اور بچے کی روزی روٹی کے ظاہری اسباب تو نہیں ہیں صرف آپ ہی کوئی سبیل پیدا کر سکتے ہیں، میں نے ظاہری اسباب پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنی بیوی اور بچے کو یہاں نہیں چھوڑا ہے بلکہ آپ کی ذات پر بھروسہ کر کے چھوڑا ہے کہ بے شک آپ **انک علی کل شیئی قدیر** کہ آپ تو ہر چیز کی قدرت وطاقت رکھتے ہیں۔

حاضرین کرام! حضرت ابراہیم علیہ السلام کے توکل کو دیکھئے جو کی غالب وبرتر ذات پر ہے، ہم بھی اپنے اپنے دلوں کا جائزہ لیں کہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے توکل کا عشر عشیر بھی یا ایک فیصد بھی ہم میں ہے؟

اور آگے اس دعاء کے باقی حصہ پر آپ غور فرمایئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں **ربنا لیقیموا الصلواۃ** اے میرے پروردگار! میں نے یہاں انہیں اس لئے اُتارا ہے اور یہاں ٹھہرایا ہے تاکہ یہ لوگ اس مقدس اور پاکیزہ گھر میں نماز کو قائم رکھیں۔

بزرگانِ محترم! آپ غور کریں کہ ایک ذمہ دار اور سرپرست کو اپنے ماتحتوں کی نماز کی فکر کس قدر ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے اپنے اہل وعیال کے قیام وطعام کی فکر نہیں کر رہے ہیں بلکہ ان کی نماز اور ان کے دین وعقیدہ کی فکر کر رہے ہیں کہ اے اللہ! انہیں اس پاکیزہ سرزمین میں ٹھہرانے کا مقصد اولین یہ ہے کہ یہ لوگ نماز کو قائم کریں۔

ہماری فکر کا جائزہ

حاضرین کرام! آج ہم اپنا اپنا جائزہ لیں کہ ہم میں سے کتنے لوگ ایسے ہیں جو اپنے اہل و عیال کی نماز کی فکر کرتے ہیں، آج گھر کے ذمہ دار اور سرپرست کو صبح سے شام تک بس اس بات کی فکر ہے کہ گھر کا کرایہ کیسے ادا ہو، ذاتی گھر کب تعمیر ہو، لائٹ کا بل کس طرح ادا ہو، سودا کہاں

سے لے آئیں، راشن کی کس قدر ضرورت ہے، ماہانہ آمدنی کتنی ہورہی ہے، اخراجات کتنے ہورہے ہیں، بینک بیلنس کتنا ہے، گھر کا فرنیچر کب بدلنا ہے، بیوی کے لئے سونا کتنا خریدنا ہے، بیٹی کی شادی کس معیار کی کرنی ہے، بیٹے کے لئے اس کے سسرال سے جوڑے کی کتنی رقم مانگنی ہے، ولیمہ کے لئے کتنی رقم درکار ہوگی، بچوں کو ڈاکٹر بنائیں یا انجینئر بنائیں، M.B.B.S کرانا مناسب ہے یا B.U.M.S کرانا چاہئے، .M.A کرانا مناسب ہے یا .B.A کرانا چاہئے۔ بچوں کے کپڑے کس معیار کے ہوں، بیٹے کے لئے کونسی سواری خریدی جائے؟ کس کالج میں داخلہ کرانا بہتر رہے گا، صبح سے شام تک بلکہ حالت خواب میں بھی یہی مناظر ہیں اور کسی ذمہ دار اور سرپرست کو ایک شوہر اور باپ ہونے کی حیثیت سے اس طرف توجہ نہیں ہوتی کہ میری بیوی کو میں نماز کا حکم دوں، بچوں کو میں پنج وقتہ نمازی بناؤں، اور سیرتِ نبوی سناؤں اور ان کو سیرت نبوی کے سانچہ میں ڈھالوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فکر کیا ہے؟ یہی کہ وہ شرک سے بچ جائیں اور نماز کی پابند بن جائیں اور بیٹے کی تربیت ایسی کی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وکان یامر اھلہ بالصلواۃ والزکواۃ O

حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے اور زکواۃ دینے کا حکم دیا کرتے تھے۔

آج ہم میں کتنے باپ ایسے ہیں جو سات سال کی عمر کے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیں اور دس سال کی عمر کے بچوں کو نماز چھوڑنے پر تنبیہ کریں اور ان کو ماریں، جبکہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا تم اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کو پہنچ جائیں اور جب وہ دس سال کو پہنچ جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر انہیں مارو، آج ہماری حالت یہ ہے کہ بچہ اگر امتحان میں کسی مضمون میں دس نمبر کم لیتا ہے تو باپ غصہ سے بے قابو ہوجاتا ہے اور ماں غصہ میں لال پیلی ہوجاتی ہے، اگر بچہ ایک وقت کا کھانا نہیں کھاتا تو ماں باپ بچے کو پیار سے کہیں گے کہ بیٹا کھالو کمزور ہوجاؤ گے، پھر ڈانٹ کر کہا جاتا ہے کہ اگر نہیں کھاؤ گے تو سزا ملے گی، مگر کبھی کسی باپ نے اپنے بیٹے کو نماز چھوڑنے پر ڈانٹا یا سزا دینے کا اِرادہ تک کیا ہے؟ خوش قسمت ہیں ایسے ذمہ دار جو اپنے گھر والوں کو نماز کی ہمیشہ تلقین کرتے ہیں۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک ایسی دعاء فرمارہے ہیں جس دعاء کی قبولیت کے آثار صدفی صد

آج بھی ہیں اور انشاء اللہ جب تک یہ سورج اور چاند، ستارے اور سیارے زمین اور آسمان رہیں گے اس دعاء کے اثرات باقی رہیں گے، وہ کیا دعاء تھی جو جلیل القدر پیغمبر اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی:

فاجعل افئدة من الناس تهوی الیهم O

اے اللہ! آپ کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دیجئے۔

اس دعاء کے مبارک الفاظ پر غور کیجئے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان اقدس سے موتیوں کی طرح نکلے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کچھ لوگوں کے قلوب کہا اگر افئدة الناس تمام لوگوں کے دلوں کو اس کعبہ کی طرف مائل کر دے کہہ دیتے تو دنیا کا ہر انسان اس کعبہ کی طرف ضرور آتا۔

کعبۃ اللہ مرجعِ خلائق ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اسی مخلصانہ دعاء کا اثر ہے کہ جب سے دعاء کی ہے اس دعاء کے اثرات تاریخ نے دیکھے ہیں، اس دعاء کے بعد جتنی صدیاں گزری ہیں ہر صدی میں یہ کعبۃ اللہ لوگوں کے دلوں کا مرکز رہا ہے، اس دعاء کے بعد جتنے سال گزرے ہیں ہر سال میں یہ بیت اللہ قریب اور دور رہنے والے لوگوں کے دلوں کا مرجع رہا ہے، سارے دل اسی کی طرف کھینچے ہوئے چلے آتے ہیں، اس دعاء کے بعد جتنے لمحے گزرے ہیں ہر لمحہ ایسا ہے کہ لوگ اس کعبہ کو اپنا قبلہ، اپنا محور، اپنا مرکز، اپنا منبع اور اپنے دل کا مرجع بنائے ہوئے نظر آتے ہیں اور یہ سلسلہ انشاء اللہ تا قیام قیامت چلے گا، یہ اثر ہے اس پر خلوص دعاء کا جو ملکِ شام سے مکہ کی جانب آتے ہوئے ایک مسافر کی زبان سے نکلی جس کو تاریخ اسلام حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے یاد کرتی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جہاں یہ دعاء فرمائی کہ لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف مائل فرما دیجئے وہیں یہ بھی دعاء بھی فرمائی:

و ارزقهم من الثمرات لعلهم یشکرون O

اور ان کو پھلوں میں سے کچھ عطا فرمایئے تا کہ وہ شکر ادا کریں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس شہر کے باشندوں کے حق میں جو دعاء فرمائی کہ ان کو پھلوں کا رزق عطا فرمایئے ،آج کی جغرافیہ کو پیش نظر رکھے بغیر جس زمانہ میں یہ دعاء کی جارہی ہے اور اس وقت کعبۃ اللہ کے اطراف کیا ماحول تھا ، جبکہ پورے مکہ مکرمہ میں اوراس کے اطراف و اکناف کی سرزمین میں نہ ہی کوئی باغ ہے اور نہ ہی چمن ہے، اور نہ ہی کوئی پھلدار درخت ہے اور نہ ہی کوئی کھیتی ہے اور حالت یہ ہے کہ دور دور تک پانی کا کوئی نام ونشان نہیں ،مگر اللہ کے اس خلیل نے ان تمام چیزوں سے اپنی آنکھیں بند کرلیں اوران کی آنکھیں صرف رب ذوالجلال کی قدرت وطاقت کو دیکھ رہی تھیں ، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کو قبول فرمایا اور مکہ کے قریب ہی طائف کا ایک ایسا علاقہ تیار فرمایا جس میں ہر طرح کے بہترین پھل بکثرت پیدا ہوں ، حجاز کا یہ گرین سٹی ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعاء ہی کا اثر ہے کہ دنیا بھر کے پھل آج مکہ مکرمہ میں موجود ہیں ، دنیا کے ایسے علاقے جہاں باغبانی ہوتی ہے ، کاشتکاری ہوتی ہے مگر ان کے ہاں اتنے قسم کے پھل آپ کو نہیں ملیں گے جتنے پھل مکہ مکرمہ میں آپ کو دستیاب ہوں گے ، دنیا کے دوسرے علاقوں میں ہر پھل اس کے اپنے موسم میں ملتا ہے مگر مکہ مکرمہ میں تقریباً ہر پھل ہر موسم میں آپ کو ملے گا ، یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعاء کا اثر ہے:

و ارزقهم من الثمرات لعلهم يشكرون O

جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور شیر خوار بیٹے اسماعیل کو کعبہ کی مقدس سرزمین پر ٹھہرانے کے بعد جب اس دعاء سے فارغ ہوئے جس دعاء کی تفصیل میں نے آپ کے سامنے بیان کی ہے تو اپنے وطن ملکِ شام کا سفر شروع کیا ، اللہ کے حکم پر عمل کرنے کے لئے حضرت ابراہیم ادھر اکیلے ملکِ شام کی طرف جارہے ہیں اور ادھر بیوی ہاجرہ چٹیل میدان میں معصوم دودھ پیتے بچے کے ساتھ تنہا ہیں ، حضرت ہاجرہ کے توشہ دان میں کھجور تھے اور کچھ پانی بھی تھا ، جس سے کچھ وقت گزرا پھر جب پانی ختم ہوا پیاس کی بے چینی نے حضرت ہاجرہ کو بے چین کردیا اور اپنی پیاس سے زیادہ شیر خوار بچے کی پیاس محسوس ہونے لگی تو پانی کی تلاش میں کبھی صفا کی پہاڑی پر چڑھتیں کبھی مروہ کی پہاڑی پر چڑھتیں اوران دونوں پہاڑوں کے درمیان کا فاصلہ دوڑ کر طے کرتیں تا کہ دودھ پیتا بچہ نگاہوں سے زیادہ دیر

اوجھل نہ ہو، اللہ تعالیٰ کو صنفِ نازک کی یہ محنت ومشقت اتنی پسند آئی کہ قیامت تک کے لئے اس کی یادگار باقی رکھی اور ہر اس شخص کو چاہے وہ مرد ہو یا عورت، نوجوان ہو یا بوڑھا، اس محبوب عمل کو **سعی بین الصفا والمروہ** کا نام دے کر ضروری قرار دیا گیا۔

چشمۂ زمزم

جب حضرت ہاجرہ اسی طرح مروہ سے صفا اور صفا سے مروہ چکر لگاتی رہیں تو ساتویں چکر پر دیکھا کہ چشمۂ زمزم جاری ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ فوراً اس مقدس سرزمین پر پہنچیں اور بے تاب ماں اور پیاسے بچے کی بیتابی اور پیاس کو بجھا دیں اور ایک ایسا چشمہ جاری کر دیں جس کے فیضان کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہو، چنانچہ اس چشمہ سے ہزاروں برس سے لوگ اپنی پیاس بجھا رہے ہیں اور اس سے شفاء حاصل کر رہے ہیں، دنیا کے گوشہ گوشہ اور چپے چپے تک اس کنویں کا پانی پہنچتا ہے اور ہر ایک اس پانی کو برکت اور احترام سے لیتا ہے، نوش کرتا ہے اور اپنے جسم پر لگاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی برکت سے شفا کا طالب ہوتا ہے، کتنے بیماروں کو اس پانی سے شفا ملی ہے، کتنے پریشان حال لوگوں کو اس پانی سے سکون میسر آیا ہے؟

بہر حال حضرت ہاجرہ اسی جگہ اپنے بچہ کے ساتھ رہنے لگیں پھر قبیلۂ جرہم کا ادھر سے گزر ہوا اور وہ حضرت ہاجرہ کی اجازت سے یہاں آ کر مقیم ہو گیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اسی جگہ پروان چڑھتے رہے بالآخر جب جوان ہوئے تو قبیلۂ جرہم کی ایک لڑکی سے ان کا نکاح ہو گیا۔

بزرگانِ محترم! آج اس کعبہ کے اطراف جو آبادی ہے اور لاکھوں کروڑوں لوگوں کی یہ جگہ مرجع و منبع بنی ہوئی ہے اس کے پیچھے ایک معصوم بچے اور ایک پاکیزہ خاتون کی قربانی اور ان کی محنتیں اور مشقتیں چھپی ہوئی ہیں، سلام ہو حضرت ہاجرہ پر، سلام ہو حضرت اسماعیل علیہ السلام پر اور سلام ہو اس جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جن کی قربانیوں کو تاریخ فراموش نہیں کر سکتی، اس دوران جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ملکِ شام میں تھے اور حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل مکہ مکرمہ میں تھے کبھی کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام ان دونوں سے ملاقات کے لئے آتے اور ملاقات کے بعد واپس ہو جاتے۔

تعمیر کعبۃ اللہ کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سفر

بخاری شریف نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام حسبِ عادت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ملاقات کے لئے مکہ مکرمہ پہنچے تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تیر بنا رہے ہیں جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نظر باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پڑی تو دیکھ کر کھڑے ہوگئے ملاقات کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا، بیٹے! مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک کام کا حکم دیا ہے کیا تم اس کام میں میری مدد کرو گے؟ فرمانبردار فرزند نے کہا کہ بسر وچشم کروں گے، اس جواب پر مطمئن ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس ٹیلہ کی طرف اِشارہ کیا جہاں آج بیت اللہ ہے، کہ دیکھو! مجھے اس کی تعمیر کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کعبۃ اللہ کے حدود بتلا دیئے تھے انہی حدود میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کعبۃ اللہ کی تعمیر میں لگ گئے، جب کام چلنے لگا اور بنیادیں کھدنے لگیں تو کعبۃ اللہ کی قدیم بنیادیں نکل آئیں، انہی قدیم بنیادوں پر دونوں نے تعمیر شروع کر دی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کے ساتھ کعبۃ اللہ کی جو تعمیر کر رہے تھے یہ پہلی تعمیر نہیں اس لئے کہ اس تعمیر کے وقت پرانی بنیادیں مل گئیں اس سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ پہلے ہی سے وہاں موجود تھا، قرآن مجید کی ایک آیت سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

واذبوانا لابراھیم مکان البیت ان لاتشرک بی شیئاً O

اس وقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے بیت اللہ کی جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتلا دی

معلوم یہ ہوا کہ تعمیر سے پہلے بیت اللہ موجود تھا اسی لئے کہا جا رہا ہے کہ بیت اللہ کی جگہ بتلا دی گئی یہی وجہ ہے کہ بعض روایات اور تاریخی جھلکیوں سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو تعمیر فرمائی وہ پہلی تعمیر نہیں بلکہ وہ تعمیر کی تجدید تھی، بہر حال حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کعبۃ اللہ کے پہلے بانی نہیں ہیں بلکہ پرانی تعمیر اور بنیاد پر جدید تعمیر ان کے ہاتھوں سے ہوئی ہے۔ سب سے پہلے کعبہ کی تعمیر فرشتوں نے کی ہے پھر حضرت آدم علیہ السلام نے کی ہے پھر حضرت شیث علیہ السلام نے کی ہے۔

کعبۃ اللہ امن کا گھوارہ

حاضرین کرام! یہ کعبۃ اللہ وہ مقدس جگہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کا مرجع اور مرکز بنا دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۱۲۵) میں فرمایا:

واذ جعلنا البیت مثابة للناس وامنا O

اس وقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے خانۂ کعبہ کو لوگوں کے واسطے اجتماع کی جگہ بنا دیا اور امن کا گھوارہ بنا دیا۔

معلوم یہ ہوا کہ کعبۃ اللہ ایک ایسی مقدس اور پاکیزہ جگہ ہے جس میں اس قدر کشش رکھی گئی ہے کہ ہر مومن کا دل اس سے لٹکا ہوا ہوتا ہے، قریب رہنے والا بھی اس کی محبت میں گرفتار ہے دور رہنے والا بھی اس کے دیدار کا متمنی ہے، جس نے اس کو دیکھ لیا وہ بھی اس کو دیکھنے کی آرزو رکھتا ہے اور جس نے اس کو اب تک دیکھا ہی نہیں اس کی بھی خواہش ہے کہ کعبۃ اللہ کا دیدار ہو جائے اور وہاں کا قیام اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا سکون اور دماغ کی فرحت کا سامان ہو جائے، امیر بھی اس کی طرف دوڑتا ہے، غریب بھی اس کی طرف لپکتا ہے، مرد بھی اس کو اپنا قبلہ بناتے ہیں اور عورتیں بھی اس کی نزدیکی چاہتے ہیں وہ گھر ہی ایسا ہے کہ ہر آدمی اس کے قریب جانے اور قریب سے قریب تر ہونے کی جدوجہد کرتا ہے۔

حج کی قبولیت کی ایک علامت

مشہور مفسر حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی اس کی زیارت سے کبھی سیر نہیں ہوتا بلکہ ہر مرتبہ پہلے سے زیادہ زیارت اور طواف کا شوق لے کر لوٹتا ہے، اس کعبہ کی طرف جانے والا تمناؤں کے آنسو لے کر اس کے پاس جاتا ہے اور جب لوٹتا ہے تو اس کی جدائیگی کا غم لے کر لوٹتا ہے، بعض علماء کرام نے اس لئے فرمایا کہ حج کی قبولیت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ جو وہاں سے لوٹ کر آتا ہے اس کے دل میں پھر وہاں جانے کا شوق پیدا ہو جاتا ہے، اسی لئے ہم ہر شخص کی زبان پر یہ جملہ سنتے ہیں جو وہاں کی زیارتوں سے لوٹتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی نصیب اور تقدیر میں کعبہ کی زیارت لکھ دے اور کوئی کہتا ہے کہ اللہ بار بار ہم کو وہاں بھیج

دے، کوئی کہتا ہے کہ ہماری زندگی کی آخری سانس اس مقدس سرزمین میں نکلے، اور ہمارا مدفن بھی یہیں ہو اور ہمیشہ اسی سرزمین میں پیوست رہیں، یہی آرزو ہے یہی ولولہ ہے، یہی ذوق ہے، یہی شوق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے اسباب پیدا فرمادے......

کعبۃ اللہ کی بے پناہ کشش

بزرگانِ محترم! کعبۃ اللہ سے رغبت اور شوق یہ کعبۃ اللہ کی خصوصیت ہے ورنہ ہم دنیا کے عجائبات دیکھتے ہیں، دلفریب مناظر دیکھتے ہیں، مختلف عجوبے دیکھتے ہیں، عقلوں کو حیران کردینے والے مناظر دیکھتے ہیں، دل لبھانے والی خوبصورت چیزیں ہم دیکھتے ہیں مگر جب بھی ان کو دو چار مرتبہ دیکھ لیتے ہیں سیر ہوجاتے ہیں، جی بھر جاتا ہے بلکہ بعض مرتبہ ان دلفریب چیزوں سے جی اکتا جاتا ہے مگر کعبہ کے رب کی قسم! اس کعبہ میں وہ بے پناہ کشش اور بے مثال جاذبیت ہے کہ آدمی اس کعبہ کو دیکھتا ہی رہ جائے۔

اگر چہ کہ یہاں تاجروں کے لئے کوئی تجارتی منڈی اور مارکٹ نہیں ہے لیکن اس کے باوجود یہاں بڑے سے بڑے تاجر بھی آتے ہیں اور ہزاروں روپۓ خرچ کرتے ہیں اور بڑی محنتوں اور مشقتوں کے ساتھ آتے ہیں اور ہر قسم کی تکلیف کو برداشت کرتے ہیں، کھانے پینے اور اپنے آرام کے سارے معمولات اور ساری نزاکتوں کو بالائے طاق رکھتے ہیں اور کعبہ کے اطراف دیوانہ وار گھومتے ہیں، اور بابِ کعبہ پر پہنچ کر اپنی ساری حیثیت اور اپنی ساری پوزیشن اور اپنے سارے رعب ودبدبہ کو بھول جاتے ہیں وہاں انہیں صرف اور صرف رب ذوالجلال ﷻ یاد رہتا ہے وہاں انہیں صرف رب ذوالجلال ﷻ کی کبریائی اور اس کا تقدس یاد رہتا ہے، وہ بے نیاز رب ذوالجلال ﷻ کے بھکاری بن کر کھڑے ہوجاتے ہیں۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے......

محمود و ایاز کا امتیاز، آقا و غلام کا فرق ختم ہوجاتا ہے، ایک ہی صف میں سارے مسلمان کھڑے ہوجاتے ہیں، کالے بھی ہیں گورے بھی، طویل القامت بھی ہیں پستہ قد بھی، امیر بھی

ہیں غریب بھی، موٹے بھی ہیں دبلے بھی، طاقتور بھی ہیں کمزور بھی، مرد بھی ہیں عورتیں بھی، بچے بھی ہیں بوڑھے بھی، حاکم بھی ہیں محکوم بھی، پڑھے لکھے بھی ہیں اَن پڑھ بھی، تاجر بھی ہیں کسان بھی، ملازم بھی ہیں سیٹھ بھی، ڈاکٹر بھی ہیں انجینئر بھی، سائنسدان بھی ہیں ہنرمند بھی، سب کے سب ایک ہی صف میں سارے امتیازات کو بالائے طاق رکھے کھڑے ہیں، افغانی بھی ہیں پاکستانی بھی، عربی بھی ہیں عجمی بھی، ہندوستانی بھی ترکستانی بھی، ایرانی بھی ہیں عراقی بھی، جاپانی بھی ہیں اسپینی بھی، ملائی بھی ہیں بنگلہ دیشی بھی امریکی بھی ہیں افریقی بھی، مصری بھی ہیں سوڈانی بھی، سب کے سب کعبہ کو اپنا محور بنائے ایک رب کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔

مقامِ ابراہیم

اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ تعمیر بیت اللہ اس قدر محبوب ہے کہ جس پتھر پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کی تعمیر فرمائی اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ آپ کے قدموں کے نشانات اس پتھر پر نقش فرما دیئے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس پتھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا نقش دیکھا ہے مگر لوگوں کے بکثرت چھونے اور ہاتھ لگانے کی وجہ سے وہ نشان اب ہلکا پڑ گیا ہے۔

اسی پتھر کو مقامِ ابراہیم کہا جاتا ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ . اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ

اسی لئے حکم ہے کہ طواف کے بعد دو رکعت نماز مقامِ ابراہیم کے پاس ادا کئے جائیں۔

تعمیر کعبۃ اللہ کا قرآن مجید میں تذکرہ

حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تاریخی تعمیر کا تذکرہ قرآن مجید نے کیا:

واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمعیل O

اس وقت کو یاد کرو جبکہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کعبۃ اللہ کی دیواریں اٹھا رہے تھے اور اس وقت یہ دعاء کر رہے تھے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم O

اے ہمارے پروردگار! یہ خدمت ہم سے قبول فرمایئے بے شک آپ خوب سننے والے اور جاننے والے ہیں۔

حاضرین کرام! اس دعاء پر آپ غور فرمایئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبۃ اللہ کی تعمیر کررہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس کی قبولیت کی دعا فرما رہے ہیں، اس دعاء کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عملاً ہم سب کو یہ سبق دیا ہے کہ کسی بھی عبادت کے وقت اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس دعاء کو قبولیت سے نوازدے، اس لئے کہ اگر بندہ عبادت و ریاضت کرے، اس کی راہ میں محنت و مشقت کرے اور وہ عبادت اور محنت قبول نہ ہو تو اس کا فائدہ ہی کیا ہوا، اس لئے اللہ تعالیٰ سے دعاء کرنا چاہئے کہ وہ ہماری ہر عبادت کو قبول کرلے۔

ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی نیک کام ہم کریں اور دل میں غرور و گھمنڈ پیدا ہوجائے اس گھمنڈ کو دور کرنے کا آسان اور مفید نسخہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائیں اور دعاء کریں کہ وہ ہماری اس محنت کو قبول کرلے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام دعاء پر دعاء کرتے جارہے ہیں اور کہتے ہیں۔

ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امة مسلمة لک O

اے ہمارے پروردگار! ہم کو اپنا اور زیادہ فرمانبردار بنالیجئے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کردیجئے جو آپ کی فرمانبردار ہو۔

ہم اس دعاء پر غور کریں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے دین کے ساتھ ساتھ اپنی نسل کے دین و ایمان کی کس قدر فکر ہے؟ اللہ تعالیٰ سے دعاء کررہے ہیں کہ ہم کو اور زیادہ فرمانبردار بنالیجئے اور ہماری اولاد کو بھی اور زیادہ فرمانبردار بنادیجئے۔

آدمی کا فریضہ صرف اس پر ختم نہیں ہے کہ وہ صرف اپنے دین، اپنے ایمان، اپنے اعمال، اپنے اخلاق، اپنی زندگی، اپنی تہذیب، اپنی نجات، اپنی کامیابی اور اپنی آخرت کی فکر کرلے بلکہ اس کا فریضہ یہ بھی ہے کہ اپنی اولاد اور اپنی نسل کے دین و ایمان، اعمال و اخلاق، معاشرت و معاملات اور ان کی نجات و کامیابی کی بھی فکر کرے۔

اپنی اولاد کے دین کی فکر بھی کریں

حاضرینِ کرام! آج ہم اپنی زندگی کا جائزہ لیں کہ ہم میں سے کتنے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے دین کے ساتھ اپنی اولاد کے دین کی فکر کی ہو؟ اپنی نماز کے ساتھ اپنی اولاد کی نماز کی فکر کی ہو؟ آج ہماری بے حسی اور دین سے غفلت کا یہ عالم ہے کہ ہم خود اپنے بچوں کو ایسے اسکولوں میں لے جارہے ہیں جہاں کی انتظامیہ ان بچوں کے دین وایمان کو مٹا رہی ہے، جن اسکولوں میں شرک کی تعلیم ہورہی ہے اور ہمارا بچہ وندے ماترم کے گیت گارہا ہے اور ہم اپنے بچے کے اس گیت کے یاد کرلینے پر خوش ہیں اور اس کی ذہانت کی داد دے رہے ہیں۔

آج ہم اپنے بچوں کو ایسے عیسائی مشنری اسکولوں میں پڑھا رہے ہیں جہاں عیسائی تنظیمیں ان بچوں کے دل میں اسلام بیزاری پیدا کررہی ہیں اور عیسائیت کا بیج ان کے ذہنوں اور دلوں میں بو رہے ہیں مگر ہمارے سرپرستوں کے سروں پر جوں تک نہیں رینگتی، ہمیں اس بات کی کوئی فکر نہیں ہے کہ ہماری نسل اور ہماری اولاد دین کے اعتبار سے کس قدر نکمی اور کمزور ہوتی جارہی ہے، ہمیں تو ایک سرپرست ہونے کی حیثیت سے یہی دھن سوار ہے کہ بچہ ڈاکٹر بن جائے، بچہ انگریزی اچھی سیکھ لے، بچہ انجینئر بن جائے چاہے اس کا ایمان خدا حافظ کہہ دے۔

ہم مسلمانوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعاء سے سبق حاصل کرنا چاہئے کہ بار بار اولاد کے دین کی فکر کررہے ہیں اور ان کے لئے دعائیں کررہے ہیں، آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کے حق میں یہ دعاء کرنے سے نہیں تھکتے کہ اے اللہ میرے بیٹے کو گورنمنٹ ملازمت مل جائے، میرے بیٹے کو سعودی کا ویزا مل جائے، اے اللہ میرے بیٹے کو امریکہ کا گرین کارڈ مل جائے، اور سیٹزن شپ مل جائے مگر بھول کر بھی کسی باپ کے دل سے یہ آواز نہیں نکلتی کہ اے اللہ! میرے بیٹے کو نمازی بنادے، روزہ دار بنادے، متقی اور پرہیزگار بنادے، دین کا داعی اور مجاہد بنادے، قابل مبارکباد وہ ماں باپ ہیں جو اپنی اولاد کے حق میں ایسی دعائیں کرتے ہوں، اللہ تعالیٰ ان سعادتمند ماں باپ کی دعاؤں کو قبول فرمالے اور ہماری نسلوں کے دین و ایمان کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمادے۔

دعاء بھی ہو دوا بھی ہو

بزرگانِ محترم! جس کعبہ کی تعمیر کی تفصیل میں نے بیان کی ہے یہ تفصیل اس جذبہ کو ابھارنے کے لئے بیان کی ہے کہ ہم بھی اس کعبہ تک پہنچنے کا جذبہ اپنے دل میں پیدا کریں اور حج کے فریضہ کو ادا کرنے کی دوا بھی کریں اور دعاء بھی کریں، آج اگر کسی مسلمان کو حج کی ترغیب دی جاتی ہے کہ بھائی! اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب کچھ دے رکھا ہے، اسباب بھی پیدا کر دیئے ہیں، آپ حج کا اِرادہ کر لیجئے تو وہ شخص یہ کہتا ہے کہ بھائی! آپ دعاء کیجئے۔ یقیناً ہم دعاء کریں گے لیکن آپ دوا بھی تو کیجئے اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگیے، دنیا کے دوسرے کاموں کے مقابلہ میں حج کے فریضہ کو ترجیح دیجئے، مکانات پر مکانات تعمیر ہو رہے ہیں دوکانوں پر دوکانیں بڑھ رہی ہیں، کاروبار زوروں پر چل رہا ہے، کارخانے ایک سے ایک بنتے جا رہے ہیں، مارکٹ میں حضرت والا کا نام بھی کافی مشہور ہو چکا ہے، کاروبار میں وسعت اور کشادگی بھی ہو رہی ہے، بیٹیوں کی شادیوں میں لاریوں سے لدا ہوا جہیز بھی جا رہا ہے، داماد کو لاکھوں کی بھیک بھی دی جا رہی ہے، اپنی شہرت اور نام ونمود کے لئے پیٹ بھرے ہزاروں لوگوں کو دس بارہ قسم کی چیزیں دسترخوان پر رکھ کر کھلائی جا رہی ہیں، لاکھ ڈیڑھ لاکھ کا اسٹیج شادی خانہ میں تیار ہو رہا ہے، خوشی کے شادیانے بج رہے ہیں، ڈھول باجہ، گانا، موسیقی آرکسٹرا سب چل رہے ہیں لیکن جہاں حج کی بات آئی تو معاملہ دعاء کیجئے کے جملہ پر اٹکا ہوا ہے۔

حج نہ کرنے پر وعید

ایسے مالدار جن کو اللہ تعالیٰ نے کعبۃ اللہ تک پہنچنے کی طاقت دے رکھی ہو اور کوئی شرعی عذر بھی موجود نہ ہو اور حج جیسے مقدس فریضہ کے ادا کرنے کا اِرادہ کرنے سے باز آ رہے ہوں، کان کھول کر سن لو کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

من ملك زادا وراحلة تبلغه الى بيت الله ولم يحج فلا عليه ان يموت يهوديا او نصرانيا O

جس کے پاس سفرِ حج کا ضروری سامان ہو اور اس کو سواری بھی میسر ہو جو بیت اللہ تک اس کو پہنچا

سکے، اور پھر وہ حج نہ کرے تو کوئی فرق نہیں کہ وہ یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر مرے

اس قدر وعید اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا کہ:

ولـلّٰه على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا ومن كفر فان اللّٰه غنى عن العلمين O

اللہ کے لئے بیت اللہ کا حج فرض ہے ان لوگوں پر جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو کوئی اس معاملہ میں کافرانہ رویہ اختیار کرے اور باوجود استطاعت کے حج نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ تو دنیا جہاں سے بے نیاز ہے۔

ہم کعبہ کی دیدار کے محتاج ہیں کعبہ ہمارے دیدار کا محتاج نہیں، ہم حجر اسود کو بوسہ دینے کے ضرورتمند ہیں تاکہ ہمارے گناہ مٹ جائیں، حجر اسود ہمارا محتاج نہیں ہے، ہم صفا و مروہ کے درمیان سعی کے محتاج ہیں، صفا اور مروہ ہمارے محتاج نہیں، ہم وقوف عرفات کے محتاج ہیں عرفات کا میدان ہمارا محتاج نہیں، ہم کعبۃ اللہ پر نازل ہونے والی رحمتوں کے محتاج ہیں کعبۃ اللہ کی رحمتیں ہماری محتاج نہیں۔اسی لئے ہر مومن مرد اور عورت کے دل میں کعبۃ اللہ کے حج کا شوق و ذوق ہونا چاہئے۔

حج کب فرض ہے

آج کتنے مسلمان ہیں جن پر حج واجب اور فرض ہے مگر اس کے باوجود معمولی بہانوں اور خودساختہ حیلوں کی وجہ سے حج جیسے مقدس فریضہ کی ادائیگی سے محروم ہیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ:

ما يوجب الحج . کیا چیز حج کو واجب کرتی ہے؟

نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

الزاد والراحلة سفر کا سامان اور سواری جن کے پاس سواری کا بندوبست ہو یعنی وہاں تک پہنچنے کے لئے جس قدر روپیوں پیسوں کی ضرورت ہو اور سفر کا سامان ہو اور اپنی ذمہ داری میں جتنے لوگ یہاں رہتے ہیں واپس آنے تک ان کی ضروریات کی تکمیل کے اسباب موجود ہوں تو شریعت کہتی ہے کہ اب حج واجب ہے۔

نیت درست ہو

حاضرینِ کرام! حج ایک ایسا مقدس فریضہ ہے کہ اس سفر میں آدمی کو بہت محتاط رہنا چاہئے، یہ سفر اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے ہو رہا ہے سب سے پہلے ہمیں اپنی نیت کو درست رکھنا چاہئے، اسی لئے قرآن مجید کی جس آیت کے ذریعہ حج کی فرضیت کا اعلان کیا گیا اس میں سب سے پہلا لفظ **ولـلّٰه** کا ہے، یعنی فریضۂ حج کی ادائیگی نام ونمود کے لئے نہیں، عزت وشہرت حاصل کرنے کے لئے نہیں، لوگوں میں مقام ومرتبہ حاصل کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے حج کا یہ مقدس فریضہ ادا کیا جائے۔

سفر حج میں احتیاط

اور اس سفر میں فحش باتوں سے پرہیز کیا جائے اور کسی بھی قسم کی نافرمانی سے اپنے آپ کو بچایا جائے اسی شرط کی بنیاد پر حج کی مقبولیت رکھی گئی ہے حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

من حج فلم يـرفث ولم يفسق رجع كيـوم ولـدتـه امـه O

جس آدمی نے حج کیا اور اس میں نہ تو کسی شہوانی اور فحش بات کا ارتکاب کیا اور نہ اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی کی تو وہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہوکر حج سے واپس ہوگا جیسا اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔

یعنی جس طرح چھوٹا سا شیر خوار بچہ جو ابھی دنیائے فانی کا مہمان بنا ہے وہ جس طرح معصوم ہوتا ہے اس کے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ لکھا ہوا نہیں ہوتا بالکل حاجی بھی حج سے لوٹے گا تو اسی طرح معصوم ہوکر لوٹے گا، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ حج کے اس مقدس پاکیزہ اور روحانی سفر میں اپنے آپ کو ہر قسم کی برائی اور نافرمانی سے دور رکھے اور ہر قسم کی فحش باتوں سے اپنے آپ کو بچائے۔

برادرانِ اسلام! ہم جب بھی اس فریضہ کی ادائیگی کا اِرادہ کریں تو ذہن میں یہ بات رکھیں کہ ہمیں نہ سفر میں جھگڑا کرنا ہے اور نہ کسی سے گالی گلوج کرنا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فمن فرض فيهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال في الحج O

حج کے اس فریضہ میں نہ شہوت کی باتیں ہوں نہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو اور نہ آپس میں لڑائی جھگڑے ہوں۔

بہر صورت ایسی کوئی حرکت نہیں ہونی چاہیئے جو حج کی روحانیت کو ختم کر دے، اور حج کے مقصد کو فنا کر دے۔

حاجی اللہ کے مہمان ہیں

ہم حج کے اِرادہ سے نکل کر کعبۃ اللہ پہنچ رہے ہیں تو ہمیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہماری کیا حیثیت ہے؟ ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

الحاج والعمار وفداللّٰه . حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔

سبحان اللہ! کیا مقام اور مرتبہ ہے ان حاجیوں کا اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے والوں کا کہ وہ رب العالمین کے مہمان بن کر جا رہے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ میزبان ہو اور ہم مہمان ہوں تو میزبان خالی ہاتھ تو نہیں لوٹائے گا، ہم کمزور انسان ہیں اور ہمارے ہاں کوئی مہمان بن کر آتا ہے تو ہم اپنی استطاعت کے بقدر اس کی مہمان نوازی کرتے ہیں، خاطر تواضع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جو رب العالمین ہیں، مالکِ دو جہاں ہیں، خالقِ کائنات ہیں، قادرِ مطلق ہیں، مختارِ کل ہیں وہ کیسے مہمان نوازی نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی مہمان نوازی تو اس کی شان اعلیٰ کے مطابق ہی ہوگی، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اس کے بعد اِرشاد فرمایا:

ان دعوه اجابهم O

اللہ تعالیٰ کے مہمان حجاج کرام اور عمرہ کرنے والے جب اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں گے اور مانگیں گے تو اللہ ان کی مانگ کو پورا فرمائیں گے اور **وان استغفروه غفرلهم** اور اگر یہ مہمان اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں بخش دیں گے۔

حج کی دنیوی واخروی جزا

بزرگانِ محترم! حج اور عمرہ کرنے والے ایک طرف اجر وثواب حاصل کرتے ہیں تو دوسری طرف دنیا کی خوشحالی بھی حاصل کرتے ہیں اس لئے حج اور عمرے کی برکت سے اللہ تعالیٰ بندے کے گناہ بھی

معاف کر دیتے ہیں اور اس کے فقر و فاقہ اور تنگدستی و تنگ حالی کو بھی دور کر دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ترمذی اور نسائی نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

تابعوا بين الحج . تم پے در پے حج اور عمرے کیا کرو۔

فانهما ينفيان الفقر والخبث كما ينفى الكير خبث الحديد والفضة والذهب O

اس لئے کہ حج اور عمرہ یہ دونوں عبادتیں ایسی مہتم بالشان عبادتیں ہیں کہ ان عبادتوں کی برکت سے فقر و محتاجی بھی دور ہوتی ہے اور آدمی گناہوں سے بھی پاک ہو جاتا ہے، نبی کریم ﷺ نے مثال دے کر بات کو واضح فرمایا کہ جس طرح لوہار اور سنار کی بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے اسی طرح حج اور عمرہ بھی فقر و فاقہ کو دور کر دیتے ہیں اور ان کی وجہ سے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں، اور آگے ایک اور فائدہ نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا:

وليس للحجة المبرورة ثواب الا الجنة O

حج مبرور یعنی وہ حج جو اللہ کی نگاہ میں مقبول ہو جائے ہیں مقبول حج کا بدلہ جنت ہی جنت ہے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس فریضہ کی ادائیگی کی توفیق بخشے اور اس کے لئے جن اسباب کے ہم ضرورتمند ہیں وہ اسباب مہیا فرما دے، اور ہمارے دلوں میں کعبۃ اللہ کی سچی محبت اور عظمت پیدا فرما دے اور ہمارے دلوں میں حج کا فریضہ ادا کرنے کی حقیقی آرزو اور تڑپ پیدا فرما دے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين .

■ ■ ■

نصیحت کی اہمیت

- اصل خیر خواہی کیا ہے؟
- نصیحت کی تاثیر
- سب نصیحت کرتے ہیں
- مسلمان کی شان
- اللہ سب سے بڑے ناصح
- آسمانی کتابیں بھی ناصح ہیں
- قرآن مجید بھی ناصح ہیں
- نصیحت کرتے ہوئے آسان پہلو اختیار کریں
- قرآنی نصیحتوں سے منہ موڑنے والوں کا انجام
- نصیحت کرنے والا محسن ہے
- نبی رحمت ﷺ کی نصیحت کو قبول کرنے والے......
- نصیحت کرنے والے کی ذمہ داری......
- نصیحت کون قبول کرتے ہیں؟
- نصیحت سے معاشرہ سدھرتا ہے
- انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد
- نصیحت کرنے والا اللہ پر بھروسہ کرے
- حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحت
- ماں باپ اپنے آپ کو نصیحت کا اہل بنالیں

■ ■ ■

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلواۃ والسلام علی سیدالمرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم .
بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم O

ولقد یسرناالقرآن للذکر فھل من مدکر O (القمر/ ۵۱)

فذکر ان نفعت الذکریٰ O (الاعلیٰ / ۹)

وذکر فان الذکریٰ تنفع المومنین O (الذاریٰت/۵۵)

الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکراللّٰہ وما نزل من الحقO(الحدید/۱۶)

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ .

ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیمۃ اعمیٰ O (طٰہٰ/۱۲۴)

یایھا الناس قدجاء تکم موعظۃ من ربکم O (یونس / ۵۷)

فذکر انما انت مذکر O (الغاشیہ / ۱۶)

* * * * *

حاضرینِ کرام! دنیا میں جب سے انسان بستے آئے ہیں اسی وقت سے اس دنیا میں خیراور شر یعنی بھلائی اور برائی کے راستے چل پڑے ہیں۔

دنیا میں بسنے والے انسان نے یا تو خیر کا راستہ اختیار کیا جس کی وجہ سے اس کو بھلائی نصیب ہوئی اوراس کا انجام دنیا میں بھی اچھا ہوگیا اور آخرت کے اعتبار سے بھی وہ کامیاب ہوگیا، یا تو اس انسان نے شر کا راستہ اختیار کیا جس کی وجہ سے اسے برائی ملی اوراس کا انجام بھی برا ہوااور آخرت کے اعتبار سے وہ ناکام ہوگیا۔

اب وہ شخص جس کو خیر اور شر کے درمیان فرق محسوس ہوا، بھلائی اور برائی کا امتیاز معلوم ہو گیا اور اس نے بھلائی کی اہمیت جان لی اس کا کام صرف یہ نہیں ہے کہ وہ صرف اپنی بھلائی، اپنی سلامتی، اپنی کامیابی اور اپنی نجات کی فکر کرے بلکہ اس کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اس بھلائی کی طرف بلائے اور انہیں برائی سے نکالنے کی تدبیریں اختیار کرے اور انہیں نصیحت کرے۔

اصل خیر خواہی کیا ہے؟

حاضرینِ کرام! نصیحت کے معنی خیر خواہی کے ہیں اور خیر خواہی کے معنی یہ ہیں کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کی بھلائی اور اچھائی چاہے اور سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ آدمی ایک ایسے شخص کو جس کا رُخ دوزخ کی طرف ہو جنت کی طرف کر دے، سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ آدمی ایک ایسے شخص کو جس کی محنت و کاوش اللہ کے غصہ اور غضب کے حاصل کرنے میں لگی ہو اس کے رُخ کو ایک ایسی محنت و ریاضت کی طرف کر دے جس سے اللہ کی رحمت اور اس کی مہربانی حاصل ہو جائے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنی زبان میں جو بات کہنے کی صلاحیت عطا کی ہے اس صلاحیت کا استعمال کرے اور حکمت و مصلحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اچھے انداز میں خیر خواہی کی بات کرے اور نصیحت کرے۔

نصیحت کی تاثیر

نصیحت کرنا ایک ایسا مفید کام ہے جس سے انسانوں کی زندگی میں انقلاب آجاتا ہے، نصیحت ایک ایسا نسخہ ہے جس سے بدترین انسان بہترین انسان کا روپ اختیار کر لیتا ہے، نصیحت ایک ایسا فارمولا ہے جس کے ذریعہ سخت دل انسان ہمدردی اور غم خواری کا مرکز بن جاتا ہے، نصیحت ایک ایسا ہتھیار ہے جس کے ذریعہ ظالم کو ظلم سے روکا جاسکتا ہے، نصیحت ایک ایسا بم ہے جس کے ذریعہ قتل کا اِرادہ لے کر نکلے ہوئے انسان کو اس کے اِرادہ سے روک دے اور اس میں اس کی محبت پیدا ہو جائے جس کے قتل کا اِرادہ کیا تھا۔

نصیحت سے دل کی دنیا میں انقلاب آتا ہے، نصیحت سے بگڑا ہوا معاشرہ سدھر جاتا ہے،

نصیحت سے برائی میں ملوث خاندان بھلائی کے سمندر میں کود جاتے ہیں۔اسی لئے دینِ اسلام کو یہ اعزاز عطا کیا گیا کہ:

الدین النصیحة . دین سراپا نصیحت ہی نصیحت ہے۔

دین نام ہے خیر خواہی کا، دین نام ہے ظلم کو مٹا کر انصاف کی راہ ہموار کرنے کا، دین نام ہے بدامنی کو دور کرتے ہوئے امن کو قائم کرنے کا، دین نام ہے خیانت کو دفن کرنے اور امانت کو رواج دینے کا، دین نام ہے جھوٹ کو ہٹانے اور سچائی کو زندگی میں لانے کا، دین نام ہے بے حیائی وبیہودگی کو خیر باد کہنے اور حیاداری کو عام کرنے کا......

سب نصیحت کرتے ہیں

یہی وجہ ہے کہ دینِ اسلام دنیا کے چپے چپے اور گوشے گوشے میں نصیحت کے ہی ذریعہ پہنچ گیا، اللہ تعالیٰ بھی نصیحت کرتے ہیں اور قرآن بھی نصیحت کرتا ہے، دوسری آسمانی کتابیں اور صحیفے بھی نصیحت کرتے ہیں اور دنیا میں آئے ہوئے تمام پیغمبروں نے بھی نصیحت کی اور آخری پیغمبر نبی رحمت ﷺ نے بھی نصیحت کی اور پیارے نبی کی صحبت میں رہنے والے صحابۂ کرامؓ نے بھی نصیحتوں کا سلسلہ جاری رکھا اور اسلام کی اس پاکیزہ تاریخ کو پندرہ سو سال گذر چکے ہیں آج اسلام کے جتنے نقوش اور اسلام کی جتنی علامتیں اور نشانیاں دیکھی جارہی ہیں یہ نتیجہ ہے اس نصیحت کا جو نبی رحمت ﷺ نے کی اور آپ کے بعد آپ کے صحابہ کرامؓ نے کی اور ان کے بعد تابعین نے کی پھر تبع تابعین اور اسلاف واخلاف نے کی......

یہ سب نصیحت ہی کے نتائج ہیں جو ہم اپنے آپ کو اسلامی تہذیب، اسلامی تمدن، اسلامی معاشرت، اسلامی معاملات اور اسلامی اعمال وافعال میں دیکھ رہے ہیں۔

مسلمان کی شان

حاضرین کرام! ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہماری شان یہ ہونی چاہئے کہ ہم دنیا میں خیر کے پھیلانے والے اور شر کے مٹانے والے بن جائیں، اس دنیا میں وہ بدنصیب بھی آباد ہیں جو

شر پھیلاتے ہیں اور خیر کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں، شر پھیلانے والوں اور خیر کو مٹانے والوں کے لئے سوائے ذلت، نامرادی، ناکامی اور ابدی نقصان کے اور کچھ ملنے والا نہیں ہے، دنیا کی تاریخ نے یہ ثابت کردیا ہے کہ کامیابی، کامرانی، عزت، غلبہ اور فتح انہی لوگوں کے لئے ہے جو خیر خواہی کرتے ہیں، نصیحت کرتے ہیں، خیر کو پھیلاتے ہیں اور شر کو مٹاتے ہیں۔ہم مسلمان ہیں ہمارا کام بگڑے ہوئے لوگوں کو سدھارنے کا ہے، ہمارا کام یہ نہیں ہے کہ ہم سدھرے ہوئے لوگوں کو بگاڑ دیں ہم انبیاء کرام علیہم السلام کے طرز و طریق پر جینے والے مسلمان ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام نے بگڑے ہوئے انسانوں کی اصلاح میں اپنی زندگی بسر کی اور اسی کو اپنی زندگی کا وظیفہ بنالیا۔

اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ناصح ہیں

نصیحت کرنا ایک ایسا کام ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے بھی نصیحت فرمائی ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ سب سے بڑے ناصح اور خیر خواہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں، اگر اللہ تعالیٰ ناصح اور خیر خواہ نہ ہوتے تو آج پوری دنیا فساد و بگاڑ کے دلدل میں پھنسی ہوئی ہوتی اور ایک انسان بھی انسانیت رکھنے والا دنیا میں نہ دیکھا جاتا، آج ہم انسانوں میں جس قدر انسانیت، ہمدردی، ایثار، رواداری، سلامتی، عدل و انصاف، سچائی، امانتداری، وعدہ وفائی، محبت، الفت، وغیرہ دیکھ رہے ہیں یہ اسی سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب انسانوں کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ فرمایا اور اس کے اسباب اس دنیا میں نازل کئے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نصیحت کرنے والا قرآن مجید نازل کیا اور آسمانی کتابیں نازل کیں، اور نصیحت کرنے والے پیغمبر اللہ تعالیٰ نے بھیجے اور خود اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نصیحت کی، چنانچہ سورۂ نساء کی آیت نمبر (۵۸) میں فرمایا:

ان اللّٰہ یامرکم ان تودوا الامٰنٰت الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان اللہ نعما یعظکم بہ ان اللّٰہ کان سمیعًا بصیراً O

اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچادیا کرو اور یہ بھی حکم دیتے ہیں کہ جب لوگوں کا تصفیہ کرو تو انصاف کے ساتھ تصفیہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ جس بات کی تم کو نصیحت کرتے ہیں وہ بات بہت اچھی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر بات خیر خواہی کی بات ہے،اس کے ہر قول میں پوری انسانیت کے لئے نصیحت اور بھلائی ہے،سورۂ نور کی آیت نمبر(۱۷) میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یعظکم اللّٰہ ان تعودوا لمثلہ ابدًا ان کنتم مومنین O

اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم ایمان والے ہو۔

یہ بات حضرت عائشہ ؓ سے متعلق ایک واقعہ کے پس منظر میں کہی جارہی ہے اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو اس بات کی نصیحت کررہے ہیں کہ کسی کے معاملہ میں بہتان باندھنے یا تہمت لگانے کے معاملہ میں احتیاط سے کام لیں اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ تم ایسی بے احتیاطی نہ کرو۔

اس آیت سے معلوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خود بھی نصیحت فرماتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے جو آسمانی کتابیں نازل کی ہیں وہ بھی نصیحتوں سے بھری ہوئی تھیں، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو آسمانی کتاب تورات دی گئی اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وکتبنا فی الالواح من کل شیئی و موعظۃ وتفصیلاً لکل شیئیO

اور ہم نے تختیوں میں ہر چیز لکھ دی اور نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی،معلوم یہ ہوا کہ تورات نصیحتوں سے بھری ہوئی کتاب تھی۔

آسمانی کتابیں بھی ناصح ہیں

اور آسمانی کتابوں کے نازل کئے جانے کا مقصد یہی تھا کہ لوگ ان کتابوں سے نصیحت حاصل کریں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ قصص میں اسی تورات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

ولقد اٰتینا موسی الکتب من بعد ما اھلکنا القرون الاولیٰ بصائر للناس وھدی و رحمۃ لعلھم یتذکرون O

اور ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اگلی امتوں کے ہلاک کئے جانے کے بعد کتاب یعنی تورات دی تھی جو لوگوں کے لئے دانشمندی کا سبب اور ہدایت اور رحمت کا ذریعہ تھی تا کہ وہ اس کتاب سے نصیحت حاصل کریں۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو آسمانی کتاب انجیل نازل کی گئی اس کے بارے میں سورۂ مائدہ کی آیت نمبر(۴۶) میں فرمایا گیا:

و مصدقالما بين يديه من التوراة وهدى وموعظة للمتقين O

اور یہ انجیل اپنے سے پہلے کی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرتی ہے اور وہ سراسر ہدایت اور نصیحت ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ تمام آسمانی کتابیں نصیحت سے بھری ہوئی تھیں۔

قرآن مجید بھی ناصح ہے

حاضرینِ کرام! آخری اور مقدس آسمانی و آفاقی کتاب قرآن مجید ہے، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نصیحت نامہ بنا کر نازل کیا جس کا ثبوت قرآن مجید کی سینکڑوں آیتوں سے ملتا ہے یہ موقع نہیں ہے کہ میں ان تمام آیتوں کو اس مجلس میں بیان کروں، بات طویل ہو جائے گی، میں چاہتا ہوں کہ قرآن مجید کو جن آیات میں نصیحت نامہ قرار دیا گیا ہے ان آیات میں سے چند آیتوں کا مطلب اور خلاصہ آپ کے سامنے رکھوں۔

سورۂ انعام کی آیت نمبر (۹۰) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان هو الا ذكرىٰ للعلمين O

یہ قرآن مجید تو دنیا والوں کے واسطے ایک نصیحت ہے۔

قرآن مجید میں احکامات صاف اور واضح انداز میں اسی لئے بیان کئے گئے ہیں تا کہ لوگ نصیحت حاصل کریں، چنانچہ اسی سورۂ انعام کی آیت نمبر (۱۲۶) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قد فصلنا الايٰت لقوم يذكرون O

ہم نے نصیحت حاصل کرنے والوں کے واسطے ان آیتوں کو صاف صاف بیان کر دیا ہے۔

سورۂ قمر کی آیت نمبر (۱۷) میں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کا انکشاف بھی کر دیا کہ قرآن مجید کو اس لئے آسان بنایا گیا تا کہ اس سے نصیحت حاصل کی جائے، چنانچہ فرمایا:

ولقد يسرنا القرآن للذكر فهل من مدكر O

ہم نے قرآن مجید کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟

نصیحت کرتے ہوئے آسان پہلو اختیار کریں

بزرگانِ محترم! اس آیت سے نصیحت کرنے والوں کے لئے ایک اہم پیغام اور اصول ملتا ہے کہ نصیحت کرنے والے کو چاہیئے کہ وہ اپنی نصیحت کے انداز میں آسانی کے پہلو کو پیش نظر رکھے، تقریر کرنے والا تقریر میں ایسے آسان الفاظ استعمال کرے جو عام فہم ہوں اور آسان بھی ہوں، خطبہ دینے والا اپنے خطبہ کے ذریعہ مخاطب حضرات کو نصیحت کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنے خطبہ کو آسان بنادے، اگر کتاب لکھنے والا اس لئے کتاب لکھتا ہے کہ اس کتاب سے لوگ نصیحت حاصل کریں تو اس کو چاہیئے کہ وہ آسان انداز میں کتاب لکھے صرف اپنی قابلیت ولیاقت اور اپنے فن اور ہنر کے اظہار کے لئے کوئی کتاب لکھ دینا کمال نہیں کمال تو اس وقت میں ہے کہ جب نصیحت حاصل کرنے والا اس کتاب کو پڑھے تو اس کے سمجھنے میں وہ کتاب آسان ہو، دین کی دعوت دینے والا جب دین کی دعوت اس غرض سے دے کہ لوگ اس دعوت کے ذریعہ نصیحت حاصل کریں تو اس داعی کا فریضہ یہ ہے کہ وہ آسان اسلوب اختیار کرے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو جہاں دوسری نصیحتیں فرمائیں وہیں یہ بھی نصیحت فرمائی کہ:

یسرا ولا تعسرا . آسانی بہم پہنچاؤ لوگوں کو مشکل میں مت ڈالو۔

بہر حال میں یہ بیان کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نصیحت نامہ بنا کر بھیجا ہے چنانچہ سورۂ یونس کی آیت نمبر (۵) میں بھی اللہ تعالیٰ نے دنیا کے سارے انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

یایھا الناس قدجاء تکم موعظہ من ربکم O

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے نصیحت آچکی ہے

اور سورۂ انبیاء کی آیت نمبر (۵۰) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وھٰذا ذکر مبرک انزلنہ O

اور یہ قرآن مجید ایک فائدہ مند نصیحت کی کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے

بہر حال اس قرآن مجید میں ایمان والوں کے لئے بھلائی، خیر خواہی اور نصیحت کا پورا پورا سامان موجود ہے۔

ان فی ذالک لرحمة وذکریٰ لقوم یومنون O

اس کتاب میں ایمان والوں کے لئے بڑی رحمت اور نصیحت ہے۔

حاضرین کرام! اگر ہم واقعی یہ چاہتے ہیں کہ ہماری زندگی میں بھلائی آجائے اور ہمارے گھروں میں بھلائی آجائے، ہمارے آل اولاد میں بھلائی آجائے اور ہمارے نظام زندگی میں بھلائی آجائے، ہمارے اعمال، ہمارے افعال، ہمارے عادات واطوار، ہمارے اخلاق وکردار، ہماری معاشرت اور ہماری معاملاتی زندگی میں بھلائی آجائے تو قرآن مجید سے بڑھ کر کسی اور کتاب میں بھلائی کا سامان نہیں مل سکتا ہے، قرآن مجید شروع سے آخر تک نصیحت ہے، اس کی ہر آیت ایک مومن ومسلمان کی آنکھوں کے لئے سرمۂ نجات ہے، اس کا ہر لفظ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اس کی ہر سورت ہمارے دلوں کے لئے سرمایۂ سکون واطمینان ہے۔

مگر آج ہم اس قیمتی اور بے مثال کتاب سے جو ہماری خیرخواہی اور بھلائی، نجات اور سلامتی، کامیابی وکامرانی کے لئے نازل کی گئی، اس قدر غافل ہیں کہ اس میں کیا پیغام ہے اس میں کیسی کیسی نصیحتیں ہیں، اس میں کس قسم کی بھلائی ہے؟ اس کا کوئی علم ہمیں نہیں ہے اس کے مقابلہ میں وہ آلات جو ہماری زندگی میں شر پیدا کرتے ہیں وہ چیزیں جو ہماری زندگی کو تباہ کرتی ہیں ان سے آج نوے فیصد طبقہ باخبر اور واقف ہے۔

قرآن مجید متقیوں کے لئے نصیحت نامہ بنا کر نازل کیا گیا ہے جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہوگا اور تقویٰ ہوگا وہ اس نصیحت کی طرف توجہ دے گا اور اپنی زندگی کو ابدی تباہی سے بچانے کی فکر کرے گا۔

قرآنی نصیحتوں سے منہ موڑنے والوں کا انجام

آج ہم بڑی بےفکری سے قرآن مجید کی نصیحتوں سے منہ موڑ رہے ہیں اور ہمیں اس بات کا احساس تک نہیں ہے کہ قرآن مجید سے منہ موڑنے اس کی تعلیمات سے انحراف کرنے اور اس کے احکامات سے روگردانی کرنے کے نتیجہ میں ہماری زندگیاں کس قدر بے مزہ ہوچکی ہیں اور ہماری زندگیوں میں کس قدر انحطاط اور زوال آچکا ہے ہم ان چیزوں کو محسوس کررہے ہیں، اللہ تعالیٰ خود فرمارہے ہیں:

ومن اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا و نحشره یوم القیمة اعمیٰ

جو کوئی میری نصیحت سے منہ موڑتا ہے اس کے لئے تنگی کا جینا ہے، اور ہم اس کو اندھا کر کے قیامت کے دن اٹھائیں گے۔

حاضرینِ کرام! جس نصیحت سے منہ موڑنے کی وعید اس آیت میں بیان کی گئی ہے اس نصیحت سے مراد قرآن مجید بھی ہوسکتا ہے، اور حضور ﷺ کی ذات مبارک بھی مراد ہوسکتی ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو کوئی قرآن مجید کی نصیحتوں سے اور نبی کریم ﷺ کی نصیحتوں سے منہ موڑے گا، ہم اس کا جینا تنگ کر دیں گے، اس آیت پر غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ یہاں یہ فرما رہے ہیں کہ نصیحت سے منہ موڑنے والے کا دنیا میں انجام یہ ہوگا کہ اس کی زندگی تنگ کر دیں گے۔

حضرت سعید بن جبیرؒ نے اس تنگی کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ایسا آدمی جو قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے منہ موڑے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل سے قناعت چھین لیں گے، اور اس کے پاس کتنی ہی دولت جمع ہو جائے اس کو دلی سکون نصیب نہیں ہوگا، وہ ہمیشہ اسی فکر میں زندگی گزارے گا کہ میرا مال کتنا بڑھا ہے کتنا نقصان ہوگیا، بس اسی خوف میں جیئے گا یہی اس کی زندگی کی تنگی کا سبب بنے گا، اور بعض مفسرین نے نصیحت سے منہ موڑنے والے کے لئے تنگی کا جینا ہوگا سے قبر کی تنگی مراد لیا ہے کہ ایسے شخص کی قبر تنگ کر دی جائے گی، اور اس کو ایسا دبایا جائے گا کہ اس کی پسلیاں ٹوٹنے لگیں گی۔

اور آخرت کی سزا بھی یہ ہوگی کہ ”**ونحشره یوم القیمة اعمی** اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہماری نصیحتوں سے منہ موڑنے والے کو ہم قیامت کے دن اندھا بنا کر اٹھائیں گے“ وہ پوچھے گا کہ ”**رب لم حشرتنی اعمی** اے میرے رب! آپ نے مجھے کیوں اندھا بنا کر اٹھایا“ تو اللہ تعالیٰ جواب دیں گے ”**کذالک اتتک ایتنا فنسیتها و کذالک الیوم تنسی** ایسا ہی ہوگا کہ تیرے پاس ہمارے احکام پہنچے تھے پھر تو نے ان احکامات کو بھلا دیا اور ان احکامات کا کچھ خیال اور لحاظ نہ کیا“ آج ہم تیرا کچھ بھی خیال نہیں کریں گے اور کسی قسم کا کوئی لحاظ نہیں رکھیں گے۔

حاضرین کرام! اگر واقعی ہم اس بات کی فکر رکھتے ہیں کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہمارا

خیال رکھیں، ہم پر رحم کریں، ہم پر مہربانی فرمائیں اور ہم پر اپنا فضل فرمائیں تو ہمیں اس دنیا میں اس کے بھیجے ہوئے احکامات کا خیال اور لحاظ رکھنا ہوگا اور اس کی بھیجی ہوئی نصیحتوں پر عمل کرنا ہوگا۔

نصیحت کرنے والا محسن ہے

آج ہماری حالت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ہمیں دین پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور کوئی شخص ہمیں نصیحت کرتا ہے تو ہم نصیحت پر عمل کرنے کے بجائے نصیحت کرنے والے کا مذاق اڑاتے ہیں حالانکہ ایمان والے کی شان یہ ہے کہ وہ نصیحت کرنے والے کی نصیحت کو قبول کرے اور اس کو اپنا محسن سمجھے اس لئے کہ اس نے ہمیں نصیحت اور بھلائی کی بات بتلائی ہے اور اس نے اس نصیحت کے ذریعہ ہم پر احسان کیا ہے اور احسان کرنے کا بدلہ احسان ہی ہونا چاہئے۔

وهل جزاء الاحسان الا الاحسان O

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل لوگ شر خواہی کرنے والوں پر احسان کرتے ہیں برائی میں مبتلا کرنے والوں کو محسن تصور کرتے ہیں، بیہودگی سکھانے والوں کو رہنما تسلیم کرتے ہیں اور اچھی نصیحت کرنے والوں کو اپنے اوپر بوجھ سمجھتے ہیں، اور ان پر نصیحت گراں گزرتی ہے اور وہ نصیحت کرنے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں، ہم ایسے نوجوانوں کو بھی دیکھتے ہیں جن کو اگر کوئی دیندار شخص یا محلّہ کا بزرگ کوئی نصیحت کرتا ہے تو وہ نوجوان اس نصیحت کرنے والے کا اور اس کی نصیحت کا مذاق اڑاتے ہیں وہ نوجوان جو نصیحت کرنے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں اس آیت پر غور کریں کہ نصیحت کے جواب میں مذاق اڑانا کسی مسلمان کا کام نہیں بلکہ کافروں اور فاسقوں کا کام ہے۔ سورۂ انبیاء میں اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا:

اقترب للناس حسابهم وهم فی غفلة معرضون مایاتیهم من ذکر من ربهم محدث الا استمعوه وهم یلعبون O

لوگوں کے لئے ان کے حساب کا وقت نزدیک آپہنچا ہے لیکن وہ غفلت میں پڑے ہوتے ہیں اور اچھی نصیحت سے منہ موڑ رہے ہیں ان کی حالت یہ ہے کہ ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت ان کے پاس آتی ہے وہ اس نصیحت کو ہنسی مذاق کرتے ہوئے سنتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے دلوں کو غفلت والے دل قرار دیا ”**لاھیة قلوبھم** ان کے دل غفلت میں پڑے ہوئے ہیں“۔

نبی رحمت ﷺ کی نصیحت کو قبول کرنے والے کون تھے؟

اے نوجوانو! اس بات پر غور کرو کہ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں قرآن حکیم کی آیتوں کے ذریعہ نصیحت کی تو نصیحت ماننے والے اور دل سے قبول کرنے والے حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عمرؓ وغیرہ تھے، مگر جن لوگوں نے آپ ﷺ کی نصیحت کا انکار کیا اور آپ کی نصیحت کا مذاق اڑایا وہ کون تھے؟ وہ ابوجہل، ابولہب، امیہ ابن خلف اور ان جیسے کافر، فاسق و فاجر اور اسلام کے دشمن تھے، آج اگر ہم کسی نصیحت کرنے والے کی نصیحت کا مذاق اڑاتے ہیں تو ہم ابوجہل اور ابولہب جیسے دشمنوں کی نقل کررہے ہیں، کیا ہمارا ایمان اس بات کی اجازت دیتاہیکہ ہم کسی نصیحت کرنے والے کی نصیحت کا مذاق اڑائیں، ہمارا کام یہ نہیں ہے کہ ہم نصیحت کرنے والوں کا مذاق اڑائیں، ان پر ہنسیں ان کی دل شکنی کریں، ان کو گالی دیں اور ان کو برا بھلا کہیں بلکہ ہمارا ایمانی اور دینی فریضہ یہ ہے کہ ہم نصیحت کرنے والوں کی نصیحت کو قبول کریں اور اپنے دل سے اپنی غفلت پر نادم اور شرمندہ ہوجائیں۔

نصیحت کرنے والے کی ذمہ داری صرف نصیحت کرنا ہے

نصیحت کرنے والوں کا مذاق اڑانا ہماری ذمہ داری میں داخل نہیں ہے بلکہ نصیحت کرنا ہماری اولین ذمہ داری ہے، نصیحت کرنے والے نے اپنا کام کیا ہے اور اپنی ذمہ داری پوری کی ہے اس کا کام اتنا ہی ہے کہ وہ نصیحت کرے۔

وما علی الذین یتقون من حسابھم من شیئی ولکن ذکری لعلھم یتقون

اور جو لوگ متقی اور پرہیزگار ہیں ان سے ان لوگوں کے بارے میں کوئی پوچھ نہیں ہوگی جو ان کی نصیحت سے منہ موڑتے ہیں اس لئے کہ ان کا کام صرف نصیحت کرنا ہے تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔

جب ہم کسی کو نصیحت کریں اور وہ نصیحت کو غور سے سنے اور اس نصیحت کی قدر کرے تو ہم نصیحت کرتے

رہیں، لیکن اگر وہ نصیحت سے منہ موڑ رہا ہے اور نصیحت کا مذاق اڑا رہا ہے تو ہمیں ایسی مجلس سے کنارہ کشی اختیار کر لینا چاہیے جس میں نصیحت کا مذاق اڑایا جا رہا ہو، اسی لئے نبی کریم ﷺ کو یہ ہدایت دی گئی:

واذا رأیت الذین یخوضون فی اٰیاتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ O

اے پیارے پیغمبر! جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں کہ یہ ہماری آیتوں میں عیب نکال رہے ہیں تو آپ ان سے الگ ہو جایئے یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں۔

اور آپ ﷺ کو یہ بھی حکم دیا گیا:

نصیحت کون قبول کرتے ہیں؟

فذکر ان نفعت الذکریٰ . اے پیارے پیغمبر! آپ نصیحت کیجئے جبکہ نصیحت فائدہ پہنچائے

سیذکر من یخشی o

جس کے دل میں ڈر ہے وہ نصیحت حاصل کرے گا اور جس کے دل میں ڈر ہی نہیں وہ نصیحت سے منہ موڑے گا۔

انما یتذکر اولوا الالباب . جو عقلمند ہوگا وہ نصیحت حاصل کرے گا

اور نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو اپنے رب کی طرف رجوع ہونے کا جذبہ اپنے دل میں رکھتے ہیں۔

ومایتذکر الا من ینیب O

نصیحت تو وہی شخص قبول کرتا ہے جو اللہ کی طرف رجوع ہونے کا اِرادہ رکھتا ہو۔

نصیحت سے معاشرہ سدھرتا ہے

حاضرین کرام! دنیا میں جب تک نصیحت کا سلسلہ جاری رہے گا اس وقت تک دنیا میں امن رہے گا، سلامتی رہے گی، اچھا معاشرہ قائم رہے گا، انسانوں میں انسانیت اور الفت ومحبت برقرار رہے گی، دین وایمان باقی رہے گا، اعمال صالحہ کے مناظر زندہ رہیں گے، اخلاق حسنہ کی جھلکیاں

نظر آئیں گی لیکن ہم جب نصیحت کرنے سے باز آجائیں گے اور نصیحت کرنے میں عار محسوس کرنے لگیں گے اور نصیحت نہ کرنے ہی میں عافیت سمجھیں گے تو پھر ماحول اور زیادہ گندہ ہوگا، ایمان اور یقین اور زیادہ کمزور ہوگا، اچھے اعمال کی اور زیادہ کمی ہوگی، اچھے اخلاق کا اور زیادہ فقدان ہوگا، معاشرہ بگڑ کر ناقابل بیان ہو جائے گا اور زندگیوں میں تباہی آجائے گی۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد

حاضرینِ کرام! دنیا میں جتنے پیغمبروں کو بھیجا گیا ان تمام کی بعثت کا مقصد نصیحت اور خیر خواہی ہی تھی، انہیں اس لئے بھیجا گیا تھا کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کریں اور سب سے بڑی خیر خواہی اور نصیحت یہی ہے کہ انسانوں کو دوزخ کا ایندھن بننے سے بچالیں اور ان کو جنت کی باغ و بہار میں داخل کردیں اور جنت کا داخلہ ملنا اور دوزخ سے نجات کا ملنا اسی وقت ممکن ہے جبکہ دنیا کے انسان ان آسمانی ہدایتوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو نصیحت کی مگر ان کی نصیحت قوم کے لئے ناگواری کا سبب بن گئی تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا:

یقوم ان کان کبر علیکم مقامی و تذکیری بایت اللہ فعلی اللہ توکلت

اگر تم کو میرا رہنا اور احکامِ خداوندی کی نصیحت کرنا بھاری اور ناگوار معلوم ہوتا ہے تو میرا تو خدا ہی پر بھروسہ ہے۔

نصیحت کرنے والا اللہ پر بھروسہ کرتا ہے

اس سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنا کام اس وقت بھی جاری رکھا جبکہ قوم کو ان کی نصیحت بوجھ محسوس ہو رہی تھی اور اس نصیحت کے جواب میں قوم کی طرف سے جو ایذا دیئے جانے کے اندیشے تھے تو اس بارے میں صاف کہہ دیا کہ میرا بھروسہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے۔

اس آیت سے یہ سبق ملتا ہے کہ اگر ہم لوگوں کو نصیحت کریں اور لوگ ہماری نصیحت کو برا مانیں اور مخالفت پر کھڑے ہو جائیں تو ایسے وقت گھبرانے اور مایوس ہو جانے کی ضرورت نہیں، ایسے

موقعوں پر اس رب ذوالجلال ﷻ پر بھروسہ اور توکل کرنا چاہئے جس نے ہمیں پیدا کیا۔

بزرگانِ محترم ! ہم سوچیں گے کہ اگر ہم لوگوں کو نصیحتیں کرتے ہیں تو لوگ ہمیں پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھیں گے، اور لوگ ہم سے نفرت کریں گے تو ہمیں حضرت صالح علیہ السلام کے اس جملہ پر غور کرنا چاہئے جو انہوں نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

و یقوم لقد ابلغتکم رسالة ربی و نصحت لکم ولکن لاتحبون النصحین

اے میری قوم! میں نے تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچادیا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی مگر تم لوگ خیرخواہی کرنے والوں یعنی نصیحت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔تاریخ اس واقعہ کو بار بار دہراتی رہی ہے کہ جب بھی کسی نے نصیحت کی لوگوں نے نصیحت کرنے والے کو ناپسند کیا یہ تو پہلے بھی ہوا ہے اور نصیحت کرنے والے کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحت

قرآن مجید نے حضرت لقمان حکیم کی ان موثر اور مفید نصیحتوں کا تذکرہ کیا ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے سے خطاب کرتے ہوئے کی ہیں۔

واذ قال لقمان لابنه وهو يعظه يبنى لاتشرک بالله ان الشرک لظلم عظیم O

اور جبکہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ،اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرو بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

حضرت لقمان حکیم علیہ السلام کی حکیمانہ نصیحتیں قیامت تک کے لئے قرآن مجید میں محفوظ کردی گئی ہیں، حضرت لقمان علیہ السلام کے بارے میں جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ وہ نبی نہیں تھے مگر اللہ کے ولی اور حکیم تھے، ابن کثیر نے حضرت قتادہؒ سے حضرت لقمان علیہ السلام کے بارے میں یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان علیہ السلام کو اختیار دیا کہ نبوت لے لو یا حکمت لے لو، حضرت لقمان علیہ السلام نے حکمت کو اختیار کرلیا، حضرت لقمان علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے نبوت کے مقابلہ میں حکمت کو ترجیح کیوں دی؟ حضرت لقمان علیہ السلام نے

فرمایا کہ نبوت بڑی ذمہ داری کا منصب ہے اگر وہ مجھے بغیر میرے اختیار کے دے دی جاتی تو اللہ تعالیٰ خود اس کی کفالت فرماتے کہ میں اس کے فرائض ادا کرسکوں اور اگر میں اپنے اختیار سے اس کو طلب کرتا تو ذمہ داری مجھ پر ہو جاتی۔

ماں باپ اپنے آپ کو نصیحت کا اہل بنالیں

حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں ہوئی ہیں اور ان نصیحتوں کو قرآن مجید میں جگہ دی گئی ہے اس سے محسوس ہوتا ہے کہ باپ کی کس قدر ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرے۔

آج ماں باپ میں نصیحت کرنے کا مزاج ہی نہیں رہا، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ماں باپ نصیحت کرنے کے اہل نہیں رہے، اس لئے کہ نصیحت کرنے والے ماں باپ خود ایسی غلطیوں نافرمانیوں اور ایسے گناہوں میں ملوث ہیں کہ وہ اگر نصیحت کرنا چاہیں تو بھی نصیحت نہ کرسکیں، وہ کس منہ سے اپنے بچوں کو نصیحت کریں گے جبکہ وہ خود بے نمازی، وہ خود ٹی وی کے شوقین، وہ خود فلمی گانوں پر قربان، وہ خود بے ہودہ چینل پر فدا، ایسی صورت میں ماں باپ اس بات کے اہل ہی کہاں ہیں کہ وہ اپنی ماتحتی میں رہنے والوں کو نصیحت کریں، اس لئے ماں باپ کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو نصیحت کرنے کا اہل بنائیں اور اپنے آپ کو ہر قسم کی نافرمانی اور ہر قسم کے گناہوں سے بچائیں پھر اپنے بچوں کو نصیحت کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس قابل بنادے کہ ہم دوسروں کو نصیحت کرسکیں اور ہمیں یہ بھی توفیق عطا فرمائے کہ اگر کوئی ہم کو نصیحت کر رہا ہو تو اس نصیحت کی قدر کریں اور نصیحت کرنے والے کا احترام کریں اور اس کو نصیحت قبول کرتے ہوئے عمل کریں۔ آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین .

■ ■ ■

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

- باطل کے ماحول میں دین کی دعوت
- حق غالب آ گیا
- دعوت کا کام صدیوں سے چل رہا ہے
- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت
- ہم خیر اُمت کیوں ہیں؟
- اہل کتاب کی ایک جماعت کا کردار
- دعوت کا دائرہ وسیع ہے
- ہم ایک نبی داعی کی اُمت ہیں
- دعوتِ دین ہماری ذمہ داری ہے
- بنی اسرائیل پر لعنت کا سبب
- خواص کی دوہری ذمہ داری
- نبی رحمت ﷺ کا اصل کام دعوت الی اللہ ہے
- سب سے بہتر کون ہے
- ہمارا کام یہ بھی ہے
- ایک عبرت انگیز واقعہ
- مومن کی شان یہ ہے
- اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے
- مومنوں کے اوصاف
- دین کا عظیم ستون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ الذی ھدانا لھٰذا وما کنا لنھتدی لو لا ان ھدانا اللّٰہ والصلواۃ والسلام علی سیدالمرسلین محمد و آلہ وصحبہ اجمعین، اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔

کنتم خیر امۃ خرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللّٰہ O (۱۱۰/آل عمران)

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون O (۱۰۴/آل عمران)

لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داود و عیسی ابن مریم ذالک بما عصوا وکانوا یعتدون ، کانو! لا یتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون O (۷۱/المائدہ)

والمومنون والمومنٰت بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقیمون الصلواۃ ویوتون الزکوۃ ویطیعون اللّٰہ ورسولہ اولٰئک سیرحمھم اللّٰہ O (التوبۃ/ ۷۱)

یایھا النبی انا ارسلناک شاھداً و مبشرا و نذیراً و داعیا الی اللّٰہ باذنہ وسراجا منیراً O (الاحزاب/۴۵)

قام رجل الی النبی ﷺ وھو علی المنبر فقال یا رسول اللّٰہ ای الناس خیر فقال ﷺ خیر الناس اقرأھم واتقاھم وآمرھم بالمعروف وانھاھم عن المنکر واوصلھم الرحم (مسند احمد)

عن عبداللّٰہ بن عباس ؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لیس منا من لم یرحم صغیر ناو یوقر کبیر نا ویامر بالمعروف وینہ المنکر (ترمذی)

برادرانِ اسلام! آج سے تقریباً پندرہ سو سال پہلے مکۂ مکرمہ میں خاندانِ قریش میں ایک ایسی شخصیت کی پیدائش ہوئی جس کے بارے میں مکہ کے سرداروں کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ یہ ایک انقلابی شخصیت ہے، یہ شخص ان کے باپ دادا کے باطل دین کی ہوا اکھیڑ دے گا اور ایک ایسا دین پیش کرے گا جس کا چرچا چہار دانگِ عالم ہوگا۔

باطل کے ماحول میں دین کی دعوت

آج ہم سرزمینِ عرب سے ہزاروں میل کے فاصلہ پر سرزمین ہند کے علاقۂ دکن میں بیٹھے ہوئے ہیں اوراس حیثیت سے اللہ کے گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ ہمارا دین وہی دین ہے جو دین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو دیا گیا، ہم اللہ کے گھر میں ایک مسلمان کی حیثیت سے جو بیٹھے ہیں یہ رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کے فضل واحسان کا نتیجہ اور نبی رحمت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی کوششوں، کاوشوں، محنتوں اور قربانیوں کا ثمرہ ہے، اس لئے کہ آج ہم جتنی آسانی کے ساتھ آرام وراحت کے ماحول میں دین کی باتیں سن رہے ہیں اور دین کی دعوت ایک دوسرے کو دے رہے ہیں، یہ دین کے ماحول میں دین کی دعوت ہے، حق کے ماحول میں حق کی دعوت ہے، خیر کے ماحول میں خیر کی دعوت ہے لیکن جس وقت نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں دین کی دعوت کا آغاز کیا وہ باطل کے ماحول میں حق کی دعوت کا آغاز تھا، بددینی کے ماحول میں دین کی دعوت کی ابتداء تھی، برائی اور شر کے طوفان میں بھلائی اور خیر کی آواز تھی، جس وقت نبی کریم ﷺ نے دینِ اسلام کی دعوت دی ماحول انتہائی مخالف تھا، اس لئے کہ جو دین آپ ﷺ دے رہے تھے اس کا نظام زمانۂ جاہلیت کے نظام سے ٹکرا رہا تھا اسلام کا طریقۂ کار اس زمانہ کے اعمال وعادات سے بالکل الگ تھا، لوگ اس دین حق سے بالکل نامانوس اور ناواقف تھے، اس لئے جب بھی آپ ﷺ نے حق کی یہ آواز بلند کی لوگ گھبرا اُٹھے، دینِ اسلام ان لوگوں کے لئے اجنبی تھا، سینکڑوں بتوں کی پرستش کرنے والوں کو ایک خدا کی پرستش کی بات اچنبھی معلوم ہوئی، ظلم وستم کرنے والوں کو انصاف کی آواز عجیب معلوم ہوئی، سنگدل لوگوں کو ایثار، ہمدردی اور محبت والی باتیں نئی معلوم ہوئیں۔

اسی لئے اسلام کے ابتدائی مراحل میں لوگوں نے اس دین کو برداشت نہ کیا اور مخالفت کا بازار

گرم ہو گیا، جو سعادتمند لوگ اس دین کے معاملہ میں سنجیدہ تھے انہوں نے ہمت سے کام لیا اور اس دین حق کو قبول کیا اور پرانے حلقوں سے کٹ گئے اور مخالف ماحول نے ایسے باہمت لوگوں کو برداشت نہ کیا اور ان مسلمانوں کو ایذا دینا اور ستانا شروع کیا، لیکن یہ **السابقون الا ولون** اپنے مذہب پر جمے رہے، ثابت قدم رہے اور نہ صرف اپنے دین کی حفاظت کی بلکہ دوسروں کو بھی اس دین کی دعوت دینی شروع کی اور نبی کریم ﷺ کی اس دعوتِ حق میں پورا پورا ساتھ دیا۔

حق غالب آ گیا

چونکہ حق ہونے کی بنیاد پر دین کی اپنی ایک طاقت ہے اور دوسرے یہ کہ جن لوگوں نے اسلام کو قبول کیا انہوں نے دین اسلام کے اصول، آداب، اور اس کی تمام تر تعلیمات کو اپنی زندگی میں لانے کی وجہ سے اونچے اخلاق کے حامل ہو گئے تھے اس لئے دین کی دعوت کا کام بھی نتیجہ خیز ثابت ہوا اور لوگ اللہ کے اس پیارے اور مبارک دین سے مانوس ہونے لگے، سرزمین عرب کے مختلف قبیلوں کے افراد، مختلف خاندانوں کے چھوٹے بڑے دینِ حق کی کشش کی وجہ سے قریب آنے لگے اور مسلمانوں کی ایک باقاعدہ جماعت تیار ہوگئی اور دھیرے دھیرے اسلام اور مسلمانوں کی جڑیں مضبوط ہوتی گئیں، ابتدائے اسلام میں اگرچہ کہ مسلمان بے سروسامان تھے، کمزور تھے، گنتی کے اعتبار سے بھی کم بلکہ بہت کم تھے اور ان کے مقابلہ میں دشمن تعداد میں اتنے تھے کہ ہر جہت میں وہی تھے اور ان کے پاس سازوسامان بھی تھا، طاقتور اور جنگجو افراد بھی تھے لیکن اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے اور آپ کے ساتھ رہنے والے ثابت قدم صحابۂ کرامؓ نے ہمت نہیں ہاری اور ثابت قدمی کا پہاڑ بن کر دعوت دین دیتے رہے، آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک دین کی دعوت دی خیر کی طرف لوگوں کو بلایا، بھلائی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور آپ ﷺ کے صحابۂ کرامؓ نے بھی آپ ﷺ کی تربیت کے مطابق دین کی دعوت دی اور یہ دعوتِ دین کا مبارک سلسلہ چلتا رہا اور دین قریوں، بستیوں اور شہروں سے ہوتا ہوا ملکوں تک پہنچتا رہا، ایک طرف دعوت کا کام ہوتا رہا دوسری طرف اس کے نتائج سامنے آتے رہے اور اس مذہب کے ماننے والے مرکزِ اسلام سے جڑتے رہے۔

دعوت کا کام صدیوں سے چل رہا ہے

دعوتِ دین کا یہ کام جس کی بنیاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی برسوں اور صدیوں سے چل رہا ہے اور آج تک پورے تسلسل کے ساتھ یہ کام چل رہا ہے، دعوتِ دین کا یہ کام مختلف شکلوں اور صورتوں میں گزری ہوئی پندرہ صدیوں میں چلا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک دین کی دعوت کا یہ کام چلتا رہے گا۔

بزرگانِ محترم! صرف کمانا، کھانا، پینا، پہننا، سونا اور کھیلنا ہی مقصدِ حیات نہیں ہے، انسانوں میں انسانیت کی بقاء کے لئے ایک ایسے کام کی ضرورت ہے جس سے خیر غالب آتا رہے اور شر مغلوب ہوتا رہے، ایک ایسے مشین کی ضرورت ہے جس سے حق کو غلبہ حاصل ہوتا رہے اور باطل کو شکست ملتی رہے، ایک ایسے میدان کی ضرورت ہے جس سے سچائی ابھرتی رہے اور جھوٹ کافور ہو جائے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت

یہی وہ کام، مشین اور میدان ہے جس کو دعوت الی اللہ کہا جاتا ہے، یا دعوت و تبلیغ کہا جاتا ہے، یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہا جاتا ہے یہ وہ پیارا کام ہے جو ہر حال میں اور ہر زمانہ میں ہر جگہ اسلام کی بقاء اور مسلمانوں کی کامیابی کے لئے لازمی اور ضروری ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت کے وجود کو ضروری قرار دیا جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرتی رہے، بھلائی اور نیکی کا حکم دینے کو امر بالمعروف کہتے ہیں اور برائی اور گناہ کے کاموں سے روکنے کو نہی عن المنکر کہتے ہیں، چنانچہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر (۱۰۴) ملاحظہ فرمائیے:

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینهون عن المنکر و اولٰئک هم المفلحون O

تم میں ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہئے جو خیر کی طرف بلائے اور بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں۔

حاضرینِ کرام! یہ بات ان یہودیوں کی بری حالت کے پس منظر میں کہی گئی ہے کہ یہودی

ایسے ہیں کہ خود بھی اللہ کے دین سے محروم ہو چکے ہیں اور دوسروں کو بھی اس دین سے دور رکھنے کی کوشش کرر ہے ہیں، اے ایمان والو! تم میں ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہیئے جوان یہودیوں کے اس طرز کے بالکل خلاف کرے، وہ خود بھی حق سے دور ہوئے اور دوسروں کو بھی دور کرنے کی کوشش کی اب تم خود بھی اپنے اس دین پر قائم رہواوراس بات کی کوشش کرتے رہو کہ دوسرے لوگ بھی اس دعوتِ حق کو قبول کریں تمہارا فریضہ یہ ہوگا کہ تم لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاؤاوران کو بھلائی کا حکم دواور برائی سے روکو، اس طرف توجہ دلائے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ خوشخبری بھی دی کہ:

و اولٰئک هم المفلحون O

ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں جو اس دینی فریضہ کوادا کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان اس وقت تک کامیاب ہیں جب تک کہ ان میں دعوت کا مزاج ہواور بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی عادتِ حسنہ بھی میں موجود ہو۔

ہم خیر اُمت کیوں ہیں؟

اور ہم مسلمانوں کا تشخص ہی یہ ہے اور ہماری نشانی اور علامت ہی یہ ہے کہ ہم خیر امت ہیں اور ہم کو لوگوں کے نفع کے لئے پیدا کیا گیا ہے تا کہ ہم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسی سورۂ آل عمران کی آیت نمبر (۱۱۰) میں فرمایا:

کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر و تومنون باللّٰه O

تم بہترین اُمت ہو کہ تم لوگوں کے واسطے نکالے گئے ہو۔

تمہارا مشین یہ ہے کہ تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دواور برائی سے روکواور اللہ تعالیٰ پرایمان رکھو

آج ہم اپنی زندگی کا جائزہ لیں کہ ہم میں سے کتنے لوگ ایسے ہیں جنہیں صرف اپنی ذات کی فکر ہے وہ Self Life کے قائل ہیں، انہیں صرف اپنی توحید، اپنی نماز، اپنے روزہ، اپنی زکواۃ اور اپنے حج سے غرض ہے، ان کو اپنے سوا کسی دوسرے کی بد دینی کی کوئی فکر نہیں، وہ اسی طرز زندگی کو سنجیدگی، اخلاقِ حسنہ اور بارعب زندگی کا نام دیتے ہیں، اگر ہر شخص صرف اپنی فکر کرے اور اس کی نگاہوں کے

سامنے سینکڑوں لوگ بددینی، بے حیائی، بداخلاقی اور بدعملی کی زندگی گزاریں اوراس کوان کی اس حالتِ زار کی کوئی فکر نہ ہواوران کو بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا دل میں جذبہ تک پیدا نہ ہوتو پھر یہ جان لینا چاہئے کہ ہم خیر اُمت کا کام نہیں کررہے ہیں، ہم کو خیر اُمت کا خطاب اسی لئے دیا گیاہے کہ ہم میں اس بات کا جذبہ ہو کہ ہم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔

اہل کتاب کی ایک جماعت کا کردار

اسی سورۂ آل عمران میں اہل کتاب کی اس جماعت کی تعریف کی گئی اوراس جماعت کو صالح اور نیک قرار دیا گیا جو ایمان کے ساتھ لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتی تھی اور برائی سے روکتی تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لیسوا سواءً من اهل لکتب امة قائمة یتلون اٰیٰت اللّٰه اٰناء اللیل وهم یسجدون یومنون باللّٰه والیوم الآخر ویامرون بالمعروف وینهون عن المنکر ویسارعون فی الخیرات واولئک من الصلحین O

سارے اہل کتاب یکساں نہیں ہیں، ان میں ایک جماعت ایسی ہے جو عہد پر قائم ہے وہ راتوں کو اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں یہ صالح لوگ ہیں۔

دعوت کا دائرہ وسیع ہے

بزرگانِ محترم! دین کی دعوت کا کام بہت وسیع ہے، دین صرف نماز یا صرف روزہ یا صرف زکواۃ اور حج کا نام نہیں ہے، دین میں ایمان وعقیدہ بھی ہے، دین میں اعمالِ صالحہ بھی ہیں، دین میں اخلاقِ حسنہ بھی ہیں، دین میں اسلامی معاشرت بھی ہے، دین میں پاکیزہ معاملات بھی ہیں، دین میں اسلامی طرز کی حکمرانی بھی ہے، اگر کوئی شخص دین کی دعوت کا کام کرنا چاہتا ہے تو اس کا فریضہ یہ ہے کہ وہ پورے دین کی دعوت دے، **یدعون الی الخیر** کا مطلب بھلائی کی

طرف بلانا ہے اور بھلائی صرف کسی مخصوص عمل کا نام نہیں ہے، بھلائی صرف مخصوص اخلاق کا نام نہیں ہے، بھلائی میں وہ ساری چیزیں داخل ہیں جن کے بارے میں قرآن مجید میں اصول و ہدایات بتلائے گئے ہیں، بھلائی میں وہ ساری چیزیں داخل ہیں جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے اپنی مبارک زبان سے قولاً اور اپنے اعضاء وجوارح سے عملاً کر کے بتلایا۔

ہم مسلمانوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم پورے دین کی دعوت لوگوں کو دیں، اگر ہم لوگوں کو صرف نماز کی طرف بلا رہے ہیں، اور دین کے باقی معاملات کی طرف دعوت دینے میں غفلت کر رہے ہیں تو یہ ہماری خیانت ہوگی، اگر ہم لوگوں کو صرف خدا کی مخلوق کے حقوق کی ادائیگی کی دعوت دے رہے ہیں تو ہم خیانت کر رہے ہیں ان حقوق سے جو اللہ تعالیٰ سے متعلق ہیں، ہمیں دین کے کسی جز کی طرف دعوت نہیں دینا ہے بلکہ پورے پورے دین کی طرف دعوت دینا ہے، اللہ تعالیٰ کو مطلوب یہ نہیں ہے کہ انسان پارٹ ٹائم مسلمان بن جائے اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ آدمی کی پوری زندگی اسلام کے دائرہ میں آجائے اور وہ فل ٹائم مسلمان ہو جائے۔

یایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافة O

اے ایمان والو! تم اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

جب اللہ تعالیٰ کا مطالبہ یہ ہے کہ ہم اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جائیں تو ہمارا فریضہ بھی یہ ہے کہ پورے دین کی دعوت لوگوں کو دیں۔

ہم ایک نبی داعی کی اُمت ہیں

حاضرینِ کرام! ہم مسلمان ہیں اور ایک ایسی کتاب پر ایمان رکھنے والے ہیں جو برائی کے اندھیروں سے بھلائی کی روشنی کی راہ بتلاتی ہے، ہم ایک ایسے پیغمبر کے امتی ہیں جن کو داعی، مبلغ اور منادی بنا کر اس دنیا میں بھیجا گیا جن کی زندگی اسی فکر میں گزری کہ انسانوں کا رُخ کس طرح گمراہی سے ہدایت کی طرف پھیرا جائے اور اسی نبی کی زندگی کو ہمارے لئے آئیڈیل اور نمونہ قرار دیا گیا۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنة O

تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

جب ہم ایسے پیغمبر کے امتی ہیں تو ہماری حیثیت بھی ایک داعی کی ہے کہ ہماری زندگی کا منشور یہ ہے کہ ہم خود بھی ہدایت پر قائم رہیں اور لوگوں کو راہِ ہدایت کی طرف لانے کے لئے کوشش کرتے رہیں، ہمارا کام بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے، جبکہ شیطان کا کام اس کے برخلاف ہے، اللہ تعالیٰ نے شیطان کے بارے میں فرمایا:

انما یامرکم بالسوء والفحشاء O

کہ شیطان تم کو بری اور گندی باتوں کی تعلیم دیتا ہے۔

اس نے رب ذوالجلال ﷻ کے سامنے یہ پختہ عہد کیا ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرے گا۔

ولا ضلنهم . میں ان انسانوں کو گمراہ کردوں گا۔

ہمیں شیطان کے نقشِ قدم پر نہیں چلنا ہے کہ ہم لوگوں کو برائی کا حکم دیں بیہودگی کی تعلیم دیں نافرمانی کی ترغیب دیں بلکہ ہمیں نبی رحمت ﷺ کے نقش قدم پر چلنا ہے، جو لوگ شیطان کے نقش قدم پر چلتے ہیں انہیں یہ جان لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا:

ومن یتبع خطوات الشیطن فانه یامر بالفحشاء والمنکر O

جو شخص شیطان کے نقش قدم پر چلتا ہے تو یہ جان لینا چاہیۓ کہ شیطان تو بے حیائی اور نامعقول کاموں ہی کا حکم دیتا ہے۔

دعوتِ دین ہماری ذمہ داری ہے

جب شیطان نے یہ طے کرلیا ہے کہ وہ برائی کا حکم دے بے حیائی کو فروغ دے، نافرمانی کے بیج بوئے اور باطل کو طاقت بخشے تو ہمارا یہ فریضہ ہے کہ ہم شیطان کے اس مشین کو ناکام بنا دیں اس کے منصوبوں کو ملیامیٹ کردیں اور جس عظیم مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے اپنی ساری زندگی بھلائی کے کاموں کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں گزاری اسی مشین میں ہم بھی مصروف ہوجائیں۔

دین کی دعوت دینا ہمارا فریضہ ہے، ہماری ذمہ داری ہے، ہم اس ذمہ داری سے ہاتھ نہیں اٹھا سکتے، ہم اس فریضہ سے اپنا دامن نہیں بچا سکتے، ہمیں بہر صورت اس کام میں اپنے آپ کو لگانا ہے اگر ہم اس کام سے باز آتے ہیں اور بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی ہمت نہیں

کرتے اور اس کو اپنا کام ہی نہیں سمجھتے تو گویا ہم اپنے آپ کو اللہ کی رحمت سے دور کر رہے ہیں اس لئے کہ بنی اسرائیل کے جن لوگوں نے برائیوں سے روکنے کا کام چھوڑ دیا اور برائی کرتے ہوئے دیکھ کر خاموشی اختیار کر لی اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں پر اپنی لعنت برسائی۔

بنی اسرائیل پر لعنت کا سبب

لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داود و عیسی ابنِ مریم ذالک بما عصوا و کانوا یعتدون کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون O

بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر لعنت کی گئی تھی حضرت داوٗد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے یہ لعنت اس وجہ سے ہوئی کہ انہوں نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے جو برا کام انہوں نے کر رکھا تھا اس برے کام سے ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے واقعی ان کا یہ عمل برا تھا۔

یہودیوں کے ان مشائخین اور علماء کے بارے میں جن پر یہ ذمہ داری تھی کہ وہ لوگوں کو برائی سے روکیں انہیں سورۂ مائدہ کی آیت نمبر (۶۳) میں تنبیہ کی گئی ہے اس لئے کہ یہود کے مشائخین اور علماء کا یہ حال تھا کہ عام لوگوں کو وہ برے کام کرتے ہوئے اور حرام مال کھاتے ہوئے دیکھتے تھے ایک ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے ان پر یہ ذمہ داری تھی کہ ان کو ان برائیوں سے روکیں مگر وہ عوام الناس کو ان برائیوں سے روکتے نہیں تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لو لاینھھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم واکلھم السحت لبئس ماکانوا یصنعون O

یہود کے علماء اور مشائخین کیوں نہیں روکتے لوگوں کو گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے یہ مشائخین اور علماء برے کام کر رہے ہیں جو بھی کر رہے ہیں۔

خواص کی دوہری ذمہ داری

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عوام کے مقابلہ میں خواص کی دوہری ذمہ داری ہے کہ وہ دو ٹوک انداز میں لوگوں کو برائی سے روکیں، اگر کسی قوم کے خواص خود خاموش رہنے لگیں گے اور

ان کے اندر ہی دعوتِ حق کا جذبہ نہ ہوگا تو پھر تو اس قوم کی کامیابی اور نجات کا تصور نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار اس بات کا حکم دیا کہ آپ لوگوں کے سامنے وہ حق بات پہنچا دیں جو وحی کے ذریعہ آپ ﷺ پر نازل کی گئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ کی آیت نمبر (۶۷) میں فرمایا:

یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک O

اے رسول! جو جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچا دیجئے،

اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو آپ نے اللہ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا۔

اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بطورِ خاص پابند کردیا ہے کہ آپ ﷺ پر تبلیغ کی یہ ذمہ داری ہے، نبی کا کام یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچادے، تبلیغ نبی کا کام ہے۔

ما علی الرسول الا البلغ O(المائدہ/ ۹۹)

رسول کے ذمہ تو صرف حق بات کا پہنچا دینا ہے۔

ہدایت تو اللہ نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔

انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء O

اے نبی! آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے

نبی رحمت ﷺ کا اصل کام دعوت الی اللہ ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں جن جن حیثیتوں سے مبعوث کیا گیا ان تمام حیثیتوں کا تعلق دعوت الی اللہ سے ہے، آپ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا گیا، **محمد رسول اللہ** اور رسول کے معنی پہنچانے والے کے ہیں، چونکہ رسول اپنی زندگی اسی کام میں وقف کردیتا ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے وحی اور الہام کے ذریعہ بھیجا ہے وہ لوگوں تک پہنچادے، آپ ﷺ کو اس دنیا میں نبی بنا کر بھیجا گیا چنانچہ قرآن مجید میں آپ ﷺ کیلئے لفظ نبی کا استعمال بیسیوں جگہ ہوا ہے، مثلاً ......

یایھا النبی حسبک اللہ ،اے نبی! اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے، اور نبی دنیا میں اسی

لئے بھیجے جاتے ہیں تاکہ غافل قوموں کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلائیں، باطل میں پھنسے ہوئے انسانوں کو حق کی راہ بتلائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے **شاھد** گواہ بنا کر، **مبشر** خوشخبری دینے والا بنا کر، **نذیراً** ڈرانے والا بنا کر، **وداعیا الی اللّٰہ باذنہ** اپنے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا بنا کر، **سراجاً منیراً** روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے، **انا ارسلناک شاھداً و مبشراً و نذیراً و داعیا الی اللّٰہ باذنہ و سراجا منیرا** اور یہ جتنی حیثیتیں ہیں ان تمام کا تعلق دعوت الی اللہ ہی سے ہے، اس لئے کہ جو نیک لوگوں کو جنت کی خوشخبری دیں اور برے لوگوں کو دوزخ سے ڈرائیں اور جو داعی بن کر لوگوں کی رہبری کریں اور جو روشن چراغ بن کر اندھیرے میں بھٹکنے والوں کو راہِ حق بتائیں، ان کی حیثیت یہی ہے کہ بھلائی کی طرف بلانے والے اور برائیوں سے روکنے والے مبلغ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید نے منادی یعنی بلانے والے قرار دیا، **ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فامنا** ، اے ہمارے پروردگار! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ ایمان لانے کے لئے اعلان کررہے ہیں کہ اے لوگو! تم اپنے پروردگار کی ذات وصفات پر ایمان لے آؤ پس ہم ایمان لے آئے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو اس دنیا میں منادی کی حیثیت سے بھیجا گیا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم بنا کر بھی بھیجا گیا، چنانچہ قرآن مجید کی متعدد آیتوں سے آپ ﷺ کا معلم ہونا ثابت ہوتا ہے، **ھو الذی بعث فی الامیین رسول منھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ O**

اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور خاص معلم کا خطاب دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ تعلیم دینے والا دعوت ہی کا کام کررہا ہے، تعلیم کے ذریعہ آدمی حق اور باطل کے درمیان میں فرق محسوس کرتا ہے اور باطل کو خیر باد کہتے ہوئے حق سے گلے لگا لیتا ہے، تعلیم کے ذریعہ بھلائی اور برائی کے درمیان امتیاز محسوس ہوتا ہے، پھر وہ برائی کو

پس پشت ڈالتا ہے اور بھلائی کا خوگر بن جاتا ہے۔

تعلیم کے ذریعہ حلال وحرام کی تمیز ہوتی ہے، پھر وہ حلال کا شیدائی اور حرام سے بچنے والا بن جاتا ہے، بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن جن حیثیتوں سے اس دنیا میں بھیجا گیا ان تمام حیثیتوں کا حاصل یہی ہے کہ آپ اس دنیا کے لئے ایک داعی، ملبغ، منادی، ناصح، مبشر اور نذیر بن کر آئے ہیں، آپ ﷺ کی زندگی کا سب سے بڑا کام دین کی دعوت ہے، بھلائی کی طرف بلانا اور برائیوں سے روکنا ہے۔

سب سے بہتر کون ہے؟

مسند احمد کی روایت ہے حضرت درہ بنت ابی لہب فرماتی ہیں حضور ﷺ منبر پر وعظ فرما رہے تھے ایک شخص کھڑا ہو کر آپ کی طرف بڑھا اور سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! انسانوں میں سب سے بہتر انسان کون ہے؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

خیر الناس اقرأھم واتقاھم وامرھم بالمعروف وانھا ھم عن المنکر واوصلھم الرحم O

لوگوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ اللہ کی کتاب پڑھے، سب سے زیادہ متقی ہو، سب سے زیادہ بھلائی کا حکم لوگوں کو دے اور سب سے زیادہ لوگوں کو برائی سے روکے اور جو سب سے زیادہ رشتوں کو ملائے رکھے۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تعلیم وتعلم اور دعوت وتبلیغ اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے والے سب سے بہترین لوگ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو بھلائی کا حکم کسی کو نہیں دیتے اور کسی کو برائی سے نہیں روکتے اپنی اُمت سے خارج کر دیا چنانچہ ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا، وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور بھلائی کا حکم نہ دے اور برائی سے منع نہ کرے۔

ہمارا کام یہ بھی ہے

حاضرین کرام! آج ہمارا معمول یہ ہے کہ ہم صرف اپنی نماز کے فکرمند اور اپنے روزہ کے پابند اور اپنی زکواۃ پر قائم اور اپنے حج کے فکرمند نظر آتے ہیں اور صرف اپنے آپ کو عبادت میں مشغول رکھنے اور اپنے متعلقین کی برائیوں کی طرف توجہ نہ دینے کو سنجیدگی، دینداری اور تقویٰ تصور کرتے ہیں، حالانکہ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اپنی نماز پڑھتے ہوئے دوسروں کو بھی نماز کا حکم دیں، اپنے متعلقین کو نماز پڑھنے کی تاکید کریں اور انہیں تربیت دیں، ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے خاندان کے لوگ بے حیائی کے کام کر رہے ہیں، بیہودگی پر اتر آئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے احکامات کی کھل کر مخالفت کر رہے ہیں، بدعات وخرافات میں ملوث ہیں، حرام کاری اور بدعملی میں مبتلا ہیں، بداخلاقی اور بدکرداری کو اپنا پیشہ بنائے ہوئے ہیں، ہم اپنے ہاتھ سے یا اپنی زبان سے ان کو ان برے اعمال اور برے اخلاق و عادات سے روکنے کی طاقت رکھتے ہیں مگر اس کے باوجود ان کو روکنے کا اِرادہ تک نہیں کرتے اور صرف اپنی زندگی کو بنانے اور سدھارنے ہی کو تقویٰ طہارت اور دینداری تصور کرتے ہیں حالانکہ ترمذی نے حضرت حذیفہؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لتامرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر ولیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عذابا منه فتدعون فلا یستجیب لکم O

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور بھلائی کا حکم دو اور برائی سے روکو ورنہ وہ وقت دور نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کر دے اس وقت تم اللہ تعالیٰ سے دعاء کرو گے لیکن تمہاری دعاء سنی نہیں جائے گی۔

ایک عبرت انگیز واقعہ

بیہقی نے حضرت جابرؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فلاں شہر کو اس کے باشندوں کے ساتھ الٹ دو، حضرت جبرئیل نے اس حکم پر اللہ تعالیٰ سے کہا، اے اللہ! اس شہر میں تیرا فلاں بندہ بھی تو ہے

جس نے ایک لمحہ کے لئے تیری نافرمانی نہ کی، نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ اس شہر کو اس شخص کے ساتھ اور سارے لوگوں کے ساتھ اُلٹ دو کیونکہ شہر میں نافرمانی ہوتی رہی لیکن میری محبت کی وجہ سے ایک گھڑی کے لئے بھی اس شخص کا رنگ ان برائیوں کی وجہ سے نہیں بدلا۔

حاضرین کرام! یہ حدیث ہم سب کو چونکا دینے والی ہے، اس جرم میں ہم بھی شریک ہو سکتے ہیں ہمارے اپنے گھروں میں کھلے عام بے حیائی کے کام ہوتے ہیں، ہمارے گھروں میں ننگے ناچ ہوتے ہیں، ہمارے گھروں میں فلمی گانے اور عریانیت کے مناظر سنے اور دیکھے جاتے ہیں، ہمارے گھروں میں نمازوں کے اوقات میں قبرستان کا سا ماحول نظر آتا ہے کہ کوئی نماز کے لئے اُٹھنے والا نہیں ہوتا، ان تمام برائیوں کو ہم گھر کے بڑے، ذمہ دار اور سرپرست اور بزرگ ہونے کے باوجود دیکھتے رہتے ہیں لیکن بیوی کا خوف، بچوں کی مخالفت کے خدشات اس قدر ہیں کہ ہم ان گھر والوں کو نہ ان برائیوں سے روکتے ہیں اور نہ ان کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور نہ ہی ہم گھر والوں کی ان بری حرکتوں کی وجہ سے اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں، ان کی بیہودگیوں اور کھلے عام نافرمانیوں سے ہمارے چہرے کا رنگ نہیں بدلتا تو پھر ہم بھی اس شہر کے اس بزرگ اور نیک آدمی کی طرح ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس شخص کو اور اس شہر کے لوگوں کو الٹ دو، اللہ اکبر! اس حدیث سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہئے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اس عظیم ذمہ داری کو محسوس کرنا چاہئے، ہم نے ایسے سرپرستوں اور ذمہ داروں کو بھی دیکھا ہے جو اپنے ماتحتوں کو برے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور اپنے ماتحتوں کی برے کاموں میں حوصلہ افزائی بلکہ سرپرستی کرتے ہیں، شادی بیاہ کے معاملات آتے ہیں تو گھر کے بڑے کہلانے والے آتش بازی کا سامان مہیا کرتے ہیں، آرکسٹرا، موسیقی اور گانے بجانے کے آلات اور اسباب فراہم کرتے ہیں، اسراف وفضول خرچی کی راہیں ہموار کرتے ہیں، گویا شیطان کا پاٹ خود ادا کر رہے ہیں اور منافقوں کی جیسی حرکتیں کر رہے ہیں اس لئے کہ برائی کا حکم دینا اور بھلائی سے روکنا جہاں شیطانی کام ہے وہیں یہ منافقانہ حرکت بھی ہے، چنانچہ سورۂ توبہ کی آیت نمبر (٦٧) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الـمنفقون و المنفقٰت بعضهم من بعض يامرون بالمنكر و ينهون عن المعروف O

منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک طرح کے ہیں کہ بری باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور اچھی باتوں سے منع کرتے ہیں۔

مومن کی شان یہ ہے

اس آیت سے معلوم یہ ہوا ہے کہ برے کاموں کا حکم دینا اور برے کاموں کی سرپرستی کرنا اور برے کاموں میں حوصلہ افزائی کرنا یہ منافقوں کا کام ہے ایمان والے کی شان وہی ہے جو رسول اللہ کی شان تھی جس کو سورۂ توبہ کی آیت نمبر (۷۱) میں بتلایا گیا۔

والـمـومـنـون والـمـومـنـت بعضهم اولياء بعض يامرون بالمعروف ويـنـهـون عـن الـمـنكر ويقيمون الصلواة ويؤتون الزكواة ويطيعون الله ورسوله اولٰئك سيرحمهم اللّٰه O

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکواۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ رحمت فرمائیں گے۔

بزرگانِ محترم! اس آیت سے ایک طرف یہ بات معلوم ہوئی کہ مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور نماز کی خود بھی پابندی کرے اور زکواۃ دے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے وہیں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ایسے اوصاف و عادات رکھنے والے مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی ہوتی ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہیں جو لوگوں کو بھلائی کا نہ حکم دیتے ہیں اور نہ برائی سے روکتے ہیں اور خود ان کی زندگی بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے خالی ہوتی ہے۔

اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں وامـر اهلك بـالـصلـواة ، اے نبی! آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے، یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ نے

اپنے گھر والوں کو سب سے پہلے اللہ کے عذاب سے ڈرایا جبکہ آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وانذر عشیرتک الا قربین اے پیارے پیغمبر! اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیے۔

ایمان والے کا کام جہاں خود نماز پڑھنا ہے، روزہ رکھنا ہے، صدقہ وخیرات کرنا ہے، اطاعت کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حدود کی پابندی کرنا ہے وہیں اس کا یہ کام بھی ہے کہ وہ لوگوں کو بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔

مومن کے اوصاف

یہی وجہ ہے کہ سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے اوصاف بیان کئے اور ایسے اوصاف رکھنے والے مومنوں کو خوشخبری دی۔

التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الامرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحفظون لحدود اللّٰہ وبشر المومنین O

ایمان والوں کی شان یہ ہے کہ یہ توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، اللہ کی راہ میں پھرنے والے، رکوع کرنے والے اور سجدہ کرنے والے اور بھلائی کا حکم کرنے والے برائی سے روکنے والے اور اللہ تعالیٰ کے حدود کا خیال رکھنے والے ہوتے ہیں۔

ان تمام اوصاف رکھنے والے مومنوں کے بارے میں فرمایا:

وبشر المومنین . اے پیارے پیغمبر ایسے مومنوں کو آپ خوشخبری دیجئے۔

بزرگانِ محترم! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی بھلائیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ایسا ہی فریضہ ہے جیسا کہ دوسرے فرائض ہیں، جتنے اسلاف گزرے ہیں کسی نے بھی اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا ہے، حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اللہ تعالیٰ کے متعین کردہ فرائض میں سے ایک فرض ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر لازم کردیا ہے۔

دین کا عظیم ستون

امام غزالیؒ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو دین کا عظیم ترین ستون قرار دیا ہے، امام غزائیؒ فرماتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک ایسی مہم ہے جس مہم کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام

انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، اگر یہ کام لوگ چھوڑ دیں تو پھر علم اور عمل کا میدان بند ہو جائے گا، آج علم بھی باقی ہے اور عمل بھی باقی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سلسلہ بھی باقی ہے، مدارس میں اساتذہ کرام، علماء کرام، فقہاء عظام اور مفسرین کرام علم کے ذریعہ ایسے ہونہار طلبہ کو پیدا کر رہے ہیں جو میدان میں اتریں گے اور لوگوں میں بھلائی کے کام کرنے کا جذبہ پیدا کریں گے اور برائیوں سے نفرت کرنے کا جذبہ پیدا کریں گے، خانقاہوں میں اللہ والے بیٹھے ہیں اور وہ اپنے حلقوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر رہے ہیں اور دوسری دینی تنظیمیں اور جماعتیں دعوت وتبلیغ کا کام کر رہی ہیں اور لوگوں میں دین بیداری کی مہم چلا رہے ہیں یہ سارے کام اپنی اپنی جگہ بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

حاضرینِ کرام! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں یہ چند باتیں تھیں جو آیاتِ قرآنی اور احادیث شریفہ کی روشنی میں آپ کے سامنے بیان کی گئیں، آخر میں ایک بات کی طرف توجہ دلانا مناسب سمجھتا ہوں کہ دین کی دعوت کا کام کرتے ہوئے دل میں ہرگز یہ خیال نہ ہو کہ ہم لوگوں کو ہدایت دے رہے ہیں ہدایت تو صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور چونکہ یہ کام نبیوں والا کام ہے، اس کام کے کرتے ہوئے چونکہ مخالفت کا ماحول بھی سامنے ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت بھی مانگتے رہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دین کی تبلیغ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی تھی۔

قال رب اشرح لی صدری ویسر لی امری O

اے میرے رب! میرے سینہ کو کھول دے اور میرے اس تبلیغ کے کام کو آسان کر دیجئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس فریضہ کے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

■ ■ ■

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

- تین بنیادی باتیں
- مال کس پر اور کس طرح خرچ کیا جائے؟
- جانی اور مالی عبادتوں کا سنہری موقع
- صدقہ کی برکت
- اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا اخروی صلہ
- فرشتوں کی صبح وشام دعاء
- مثالوں سے سبق حاصل کریں
- دینے والے کا درجہ بلند ہے
- راہِ خدا میں حلال مال خرچ کریں
- کن لوگوں پر خرچ کرنا چاہیئے؟
- راہِ خدا میں کتنا خرچ کریں؟
- مقصود رضائے الٰہی ہو
- خرچ کرنے والے احسان نہ جتائیں

■ ■ ■

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلواۃ والسلام علی سیدالمرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم .

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم O

یسئلونک ماذا ینفقون قل ما انفقتم من خیر فللو الدین والاقربین والیتمٰی والمسکین وابن السبیل وما تفعلوا من خیر فان اللّٰہ بہ علیمO (البقرہ/۲۱۵)

مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللّٰہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ ماۃ حبۃ واللّٰہ یضعف لمن یشاء واللّٰہ واسع علیمO (البقرہ/۲۶۱)

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون وما تنفقوا من شیئی فان اللّٰہ بہ علیم O (آل عمران/۹۲)

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللّٰہ تعالیٰ انفق یابن آدم انفق علیک O (بخاری و مسلم)

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان لی مثل احد ذھباً لسرنی ان لایمر علی ثلث لیال و عندی منہ شیئی الا شیئی ارصدہ لدین O (بخاری)

* * * * *

حاضرین کرام! ہم تمام بندوں پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں جن نعمتوں کو شمار کرنے اور گننے سے بھی ہم عاجز اور بے بس ہیں ان نعمتوں میں دنیوی اور اخروی بڑی نعمتیں یہ ہیں کہ رب العالمین نے ہمیں دینِ اسلام عطا کیا اور ایمان و یقین کی نعمت بخشی اور اسی کے ساتھ ساتھ جان، مال اور آل واولاد سے نوازا ان نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ان نعمتوں کے دینے والے پروردگار کا شکر ادا کریں، ہم اپنے جسم و جان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اعضاء و جوارح

سے اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور اس کے سامنے عاجزی وانکساری کا مجسم بن کر عبادت کرتے ہیں، یہ جانی عبادت ہے جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا اور اس کو راضی کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو مال و دولت کی نعمت عطا کی ہے اس کا شکر اس طرح ادا کرتے ہیں کہ اس مال و دولت کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق خود اپنی ذات پر بھی خرچ کرتے ہیں اور اپنی آل اولاد پر بھی خرچ کرتے ہیں، اپنے ماں باپ اور رشتہ داروں پر بھی کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ ان لوگوں پر بھی خرچ کرتے ہیں جن کے پاس مال و دولت کی کمی ہے اور وہ اپنی ضروریات کی تکمیل میں پریشان رہتے ہیں ان کی مالی مدد کرتے ہیں، پریشان حال مسافروں، مسکینوں، یتیموں، فقیروں، محتاجوں، تنگدستوں، مفلسوں، مفلوجوں، بیواؤں اور معذوروں پر خرچ کرتے ہیں ساتھ ہی دین کی نشر و اشاعت پر بھی خرچ کرتے ہیں، قرآن مجید نے ہمیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم بھی دیا اس کی ترغیب بھی دی اور اللہ کی راہ میں کیا خرچ کرنا چاہئے، کس پر خرچ کرنا چاہئے، کتنا خرچ کرنا چاہئے اور کس طرح خرچ کرنا چاہئے، اس کی تفصیلات بتلائیں اور اسی کے ساتھ ساتھ قرآن مجید نے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت، اہمیت اور افادیت بھی بتلائی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی وجہ سے کس قسم کے دنیوی اور اخروی فوائد نصیب ہوتے ہیں ان سے بھی پردہ ہٹایا اور اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے پر سزا اور خرچ کرنے پر جزاء کا اعلان بھی کیا اور قرآن مجید نے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے سلسلہ میں جو کچھ بتلایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عملی زندگی میں ان کی تشریح بھی فرمائی تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ ہمیں اللہ کی راہ میں کس طرح خرچ کرنا چاہئے۔

بزرگانِ محترم! میں آج کی اس مجلس میں آیاتِ قرآنی کی روشنی میں اور احادیث رسول ﷺ کے آئینہ میں آپ حضرات کے سامنے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی تفصیلات بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

تین بنیادی باتیں

ہمیں بنیادی طور پر مال و دولت کے سلسلہ میں یہ بات ذہن میں بٹھالینی چاہئے کہ جو کچھ ہمارے پاس موجود ہے یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانت ہے، ہم اس مال کے عارضی مالک ہیں اور

اللہ تعالیٰ اس مال کے حقیقی مالک ہیں ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم اس بات کے پابند ہیں کہ ہم اپنا مال اپنی مرضی سے نہیں بلکہ رب کی مرضی سے خرچ کریں، ہمارا مال تو وہ ہے جو ہم نے اپنی آخرت کے لئے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے بھیج دیا اب جو ہمارے پاس ہے وہ ہمارا نہیں ہے وہ تو رب ذوالجلال سبحانہ وتعالیٰ کا مال ہے۔

اور دوسری بنیادی بات ہمارے ذہن میں یہ رہے کہ اس مال میں جو ہمارے پاس ہے صرف ہمارا ہی حق نہیں ہے کہ ہم جب چاہے، جیسے چاہیں، جو چاہیں خرچ کریں اور اللہ تعالیٰ ہم سے اس بارے میں کوئی سوال ہی نہیں فرمائیں گے بلکہ جو مال و دولت ہمارے پاس ہے اس میں ہمارا بھی اپنا حق ہے، ہمارے بیوی بچوں کا بھی اس میں حق ہے، ہمارے رشتہ داروں کا بھی اس میں حق ہے، ہمارے ماں باپ کا بھی اس میں حق ہے، اور ان لوگوں کا بھی حق ہے جن کے پاس مال و دولت ہی نہیں ہے اور وہ غریب و نادار ہیں۔

اور تیسری بنیادی بات یہ ہے کہ ہمیں جو کچھ ملا ہے یہ ہمارے ہنر کی وجہ سے نہیں ملا ہے بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے احسان سے ملا ہے، اگر ہم یہ کہیں کہ یہ مال ہمارے ہنر کی وجہ سے ملا ہے تو پھر ہم وہی جملہ ادا کر رہے ہیں جو قارون نے کہا تھا اور قارون کا انجام اس جملہ کی وجہ سے یہی ہوا کہ وہ اپنے مال و دولت کے ساتھ زمین میں دفن کر دیا گیا۔

مال کس پر اور کس طرح خرچ کیا جائے؟

حاضرینِ کرام! ان بنیادی باتوں کو سمجھ لینے کے بعد اب ہمیں ان باتوں کو جاننا ہے کہ جو مال ہمارے پاس ہے یہ کس پر خرچ کیا جائے، کس طرح خرچ کیا جائے، کتنا خرچ کی جائے اور کیا چیز خرچ کی جائے؟ اللہ تعالیٰ نے ان تمام سوالات کا حل قرآن مجید میں رکھا ہے۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم قرآن مجید میں بار بار دیا ہے جس سے خود اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۲۵۴) میں فرمایا:

یاھا الذین اٰمنوا انفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی یوم لابیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ والکفرون ھم الظلمون O

اے ایمان والو! جو کچھ ہم نے تم کو دے رکھا ہے اس میں سے تم خرچ کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی اور نہ دوستی ہوگی اور نہ کوئی سفارش ہوگی اور کافرلوگ ہی ظلم کرتے ہیں تم ان کافروں کی طرح مت بنو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی آخری مدت قیامت کے قائم ہونے کا دن ہے جس دن قیامت قائم ہوجائے گی کسی کا مال قبول نہیں کیا جائے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''تم اپنا مال اس دن کے آنے سے پہلے پہلے خرچ کرلو جس دن نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی اور نہ کسی کی دوستی کام دے گی اور نہ کسی کی سفارش کام آئے گی'' اگر ہم واقعی یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا یہ مال کل قیامت کے دن ہمارے کام آئے تو ہمیں اپنی زندگی ہی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے، گویا اس آیت میں **انفاق فی سبیل اللّٰہ** کی مدت بیان کی گئی ہے۔

اسی قسم کی ایک اور آیت سورۂ ابراہیم میں بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ ایمان والے بندوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قل یعبادی الذین اٰمنوا یقیموا الصلواۃ وینفقوا مما رزقنٰھم سراً وعلانیۃ من قبل ان یاتی یوم لابیع فیہ ولا خلل O

اے پیارے پیغمبر! جو میرے خالص ایمان والے بندے ہیں ان سے آپ کہہ دیجئے کہ وہ نماز کی پابندی کریں اور ہم نے جو کچھ ان کو دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کریں ایسے دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی اور نہ دوستی ہوگی۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی یہ اجتماعی مدت ہے کہ دنیا کے سارے انسانوں کے لئے یہ آخری مدت ہے یعنی قیامت کا یہ عظیم واقعہ پیش آنے سے پہلے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کرلیں، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم میں سے ہر ایک قیامت تک زندہ رہے، اس لئے ہر ایک کے لئے انفرادی طور پر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی آخری مدت اس کی اپنی موت ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ منافقون کی آیت نمبر (۱۰) میں فرمایا:

وانفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت O

اور ہم نے جو کچھ تم کو دے رکھا ہے اس میں سے اس سے پہلے پہلے خرچ کرلیا کرو کہ تم میں سے کسی کی موت آکھڑی ہو۔

جانی اور مالی عبادتوں کا سنہری موقع

بزرگانِ محترم ! اللہ تعالیٰ نے جانی اور مالی عبادت کے لئے زندگی کی یہ قیمتی سانسیں عطا کی ہیں یہی وہ موقع اور مہلت ہے جس میں ہم جانی عبادتوں اور مالی عبادتوں کے ذریعہ اپنی آخرت کا توشہ تیار کرلیں۔ ہر وقت ہمیں آخرت کی تیاری میں رہنا چاہئے ،اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم اس دنیا سے چلے جائیں گے تو ہماری اولاد ہمارے نام سے اللہ کی راہ میں خرچ کرے گی تو پہلے یہ سوچئے کہ ہم نے اپنے والدین کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد ان کے نام پر کتنا خرچ کیا؟ جب ہم نے اپنے والدین کے لئے کچھ اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کیا تو ہماری اولاد سے کیا توقع ہے کہ وہ ہمارے نام پر کچھ خرچ کرے گی؟ ہم کو خود ہماری آخرت کی اگر فکر نہ ہو تو ہماری اولاد کو ہماری آخرت کی کیا فکر رہے گی؟ زیادہ سے زیادہ ہماری اولاد ہمارے نام سے چہلم ،سیوم، دہم اور برسی کے نام سے دعوتیں کرے گی اور پکایا ہوا خود بھی کھائے گی اور اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو کھلائے گی اور اس میں اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ جو کام ہمارے رسول اللہ ﷺ نے اور ان صحابہؓ نے نہیں کیا تھا وہ کام کر کے ہماری اولاد ہمارے نام بدعتوں کا عذاب پہنچائے گی۔

بزرگانِ محترم ! جو کچھ ہم خرچ کریں گے اس سے اللہ تعالیٰ کا فائدہ نہیں ہے بلکہ خود ہمارا اپنا فائدہ ہے،اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ تغابن میں اِرشاد فرمایا:

فاتقوا اللّٰہ ما استطعتم واسمعوا واطیعوا وانفقوا خیراً لانفسکم

اے لوگو! تم جہاں تک ہو سکے اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سنو اور مانو اور اللہ کی راہ میں خرچ کیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتلا دیا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا خرچ کرنے والے کے لئے بہتر اور خیر ہے،اسی میں اس کی بھلائی ہے۔

صدقہ کی برکت

جب آدمی اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرتا ہے تو بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ آدمی کے پاس سے مال کم ہوگیا اور سود میں بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک لاکھ کے بدلہ ایک لاکھ روپیوں کے ساتھ دو ہزار روپئے بطور سود کے حاصل ہورہے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ مال بڑھ رہا ہے مگر حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یمحق اللّٰہ الربوا ویربی الصدقٰت O (البقرہ/۲۷۶)

اللہ تعالیٰ سود کے مال کو گھٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ سود دیتے اور لیتے ہیں ان کے مال کی برکت چھین لی جاتی ہے اس طرح مال گھٹتا رہتا ہے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے مال میں برکت عطا فرماتے ہیں، جب بندہ غریب بندوں پر خرچ کرتا ہے تو رب ذوالجلال ﷻ اپنی شان سے اس خرچ کرنے والے بندہ پر خرچ کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث قدسی نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

انفق یا ابن آدم انفق علیک O

اے آدم کی اولاد! تو لوگوں پر خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔

جو لوگ اس معاملہ میں ابھی تک ذاتی تجربہ سے محروم ہیں وہ پورے یقین کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کریں پھر دیکھیں کہ رب ذوالجلال ﷻ کی طرف سے رزق کے کیسے دروازے کھلتے ہیں؟ اور کس طرح غیبی مدد آتی ہے، جو شخص آج اللہ کی راہ میں ایک روپیہ دینے کی ہمت کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے کم از کم دس گنا زیادہ تو ضرور پائے گا، قرآن مجید اعلان کرتا ہے۔

من جاء بالحسنۃ فلہ عشر منھا O

جو کوئی ہمارے پاس ایک نیکی لے کر آئے اس کے لئے اس کا دس گنا حصہ زیادہ ہے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا اخروی صلہ

بزرگانِ محترم! دنیا میں جو کچھ ہم خرچ کرتے ہیں اس کا بہتر سے بہتر صلہ تو اللہ تعالیٰ اس وقت عطا کریں گے جب ہم اس کے پاس پہنچیں گے اور ہم وہاں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ثواب اور بے شمار نیکیاں اس کے پاس پائیں گے اور انہی نیکیوں اور اجر وثواب کی وجہ سے کل قیامت کے دن ہمارے درجات بلند ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی قربت اور نزدیکی ہم پائیں گے۔

قرآن مجید کی بیسیوں آیتیں ایسی ہیں جن میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی جزاء اور اس کا صلہ تفصیل کے ساتھ مختلف موقعوں پر بیان کیا گیا ہے، چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۲۶۱) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللّٰہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللّٰہ یضعف لمن یشاء واللّٰہ واسع علیم

ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک دانہ ہوتا ہے کہ جب اس کو بویا جاتا ہے تو اس سے سات بالیاں اُگتی ہیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوتے ہیں اس طرح ایک کسان زمین پر ایک دانہ ڈالتا ہے تو رب ذوالجلال اس کی محنت کے بدلہ میں اس کو سات سو دانے عطا فرماتے ہیں۔

بالکل اسی طرح اس شخص کو بھی یاد کیا جائے گا جس شخص نے اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا اللہ تعالیٰ اس کو بھی اسی شان سے عطا فرمائیں گے، عقلمند کسان موسم میں جس قدر ممکن ہو اس قدر بیج بوتا ہے اس امید کے ساتھ کہ ہر ہر دانہ کے عوض وہ سات سو دانے حاصل کرے گا، بالکل ایک مومن و مسلمان کا حال ہونا چاہئے کہ وہ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی ایک کے بدلہ سات سو نیکیاں عطا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ کوئی شخص اخلاص وللّٰہیت سے عمل کرے اس کا عمل رائیگاں اور ضائع ہو جائے اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ عمل کرنے والے کا پورا پورا بدلہ عطا فرماتے ہیں، چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۲۷۲) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وما تنفقوا من خير يوف اليكم و انتم لا تظلمون O

جو کچھ تم مال خرچ کر رہے ہو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تم کو بدلہ دینے میں ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

بزرگانِ محترم! ان لوگوں کے لئے جو اس دنیا میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اجر وثواب بھی دیا جائے گا اور ساتھ ہی ان کو قیامت کے دن کے خوف، خطرہ اور غم سے نجات دے دی جائے گی، چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۲۷۴) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الذين ينفقون اموالهم باليل والنهار سراً وعلانية فلهم اجرهم عند ربهم ولا خوف عليهم ولاهم يحزنون O

جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات میں اور دن میں پوشیدہ بھی خرچ کرتے ہیں اور علانیہ بھی، ایسے لوگوں کو ان کا ثواب بھی ملے گا اور نہ ان پر کوئی خطرہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

سورۂ مائدہ میں اس حقیقت کا انکشاف بھی کیا گیا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتے ہیں اور اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل فرما دیتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لئن اقمتم الصلواة واتيتم الزكواة وآمنتم برسلى و عزرتموهم واقرضتم اللّٰه قرضا حسنا لاكفرن عنكم سيآتكم ولا دخلنكم جنت تجرى من تحتها الانهر O

اگر تم نماز قائم کرو گے اور زکواۃ ادا کرو گے اور میرے پیغمبروں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اور اللہ تعالیٰ کو قرضۂ حسنہ دو گے یعنی میری راہ میں خرچ کرو گے تو میں تمہارے گناہ ضرور دور کر دوں گا اور تم کو ضرور ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

حاضرین کرام! اگر واقعی ہم کو اس بات کی فکر ہے کہ ہمارے گناہ مٹ جائیں اور ہمیں جنت عطا کر دی جائے تو ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم نماز کو قائم رکھیں اور زکواۃ دیں اور اللہ کی راہ میں

اپنا محبوب مال خرچ کریں، ہم جو مال بھی اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے وہ سب کا سب اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھا جاچکا ہے، ایسا نہیں ہوگا کہ ہم اللہ کی راہ میں خرچ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا کوئی حساب کتاب نہ ہو، ہم چاہے چھوٹی چیز خرچ کریں یا بڑی چیز خرچ کریں اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ سب کچھ لکھا جاچکا ہے، اللہ کی راہ میں دے کر ہوسکتا ہے کہ ہم بھول گئے ہوں کہ ہم نے کیا کیا دیا؟ لیکن اللہ کے ہاں جو رجسٹر ہے اس میں سب کچھ محفوظ ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ کی آیت نمبر (۱۲۱) میں اِرشاد فرمایا:

ولا ینفقون نفقة صغيرة ولا كبيرة ولايقطعون واديا الا كتب لهم ليجزيهم اللّٰه احسن ما كانوا يعملون O

اور جو کچھ چھوٹا یا بڑا خرچ انہوں نے کیا اور جو میدان انہوں نے طے کیا یعنی جہاد میں کوشش و محنت کی وہ سب ان کے لئے لکھا گیا یہ اس لئے لکھا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے عمل کا اچھے سے اچھا بدلہ دے۔

بزرگانِ محترم! دنیا میں جو کچھ ہم اللہ کی راہ میں اس کے حکم کے مطابق خرچ کررہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ کبھی دنیا میں دیتے ہیں اور کبھی آخرت میں دیتے ہیں اور کبھی دنیا میں بھی دیتے ہیں اور آخرت میں بھی دیتے ہیں اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ سبا کی آیت نمبر (۳۹) میں بیان فرمایا:

وما انفقتم من شيئى فهو يخلفه وهو خير الرازقين O

جو چیز بھی تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ آخرت میں تو ضرور دے گا اور اکثر دنیا میں بھی بدلہ دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

فرشتوں کی صبح وشام دعاء

اس آیت کو ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اِرشاد سے سمجھ سکتے ہیں جس کو مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ ہر روز جب لوگ صبح میں داخل ہوتے ہیں دو فرشتے آسمان سے اُترتے ہیں اور یہ دعاء کرتے ہیں:

اللهم اعط منفقا خلفا واعط ممسكا تلفا O

اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ عطا فرما اور بخل کرنے والے کا مال ضائع کردے۔

وہ لوگ جو اپنا مال خرچ کرنے سے اپنے ہاتھوں کو روک لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم لوگ مزے میں ہیں کہ ہمارا مال ہمارے ہاتھ میں ہی ہے اور محفوظ ہے اس حدیث پر غور کریں کہ ہم اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے روک رہے ہیں اور بخل سے کام لے رہے ہیں جس کے نتیجہ میں فرشتوں کی اس بددعاء کی زد میں ہم آرہے ہیں اور فرشتے ہمارے حق میں یہ دعاء کررہے ہیں کہ ہمارا مال تباہ اور ضائع ہوجائے۔

مثالوں سے سبق حاصل کریں

بزرگانِ محترم! جب تک ہم دل کھول کر خرچ کرتے رہیں گے اس وقت تک افراط سے دولت آتی رہے گی، آپ تجربہ کرکے دیکھئے، اللہ تعالیٰ نے دنیا کا نظام بھی ایسا ہی بنایا ہے اگر آپ کنویں سے زیادہ پانی لیتے ہیں تو پانی بھی زیادہ مقدار میں آتا ہے، آپ جتنا زیادہ پانی بورویل سے لیں گے اتنا ہی زیادہ پانی اس میں بڑھتا رہے گا، اسی لئے ایسے کنویں بند ہوجاتے ہیں جن کنوؤں سے لوگ پانی لینا چھوڑ دیتے ہیں، جس چیز کا خرچ زیادہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی پیداوار بڑھادیتے ہیں، آپ غور کریں کہ دنیا میں جس قدر بکرے ذبح ہوتے ہیں اس قدر کوئی دوسرا جانور ذبح نہیں ہوتا مگر اس کے باوجود بکروں کی افزائش زیادہ ہوتی ہے، بکروں کے جتنے بڑے بڑے ریوڑ آپ دیکھیں گے اتنے بڑے ریوڑ آپ کتوں اور بلیوں کے نہیں دیکھیں گے، چونکہ کتّے اور بلی کھائے نہیں جاتے اس لئے اس کی پیداوار میں کمی ہے، حالانکہ بلی اور کتیا ایک وقت میں بکری کے مقابلہ میں زیادہ بچے جنتی ہیں مگر اس کے باوجود بکریوں کی تعداد کتّے اور بلیوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے۔

جس زمانہ میں ہندوستان میں گائے کی قربانی کا سلسلہ جاری تھا ہر گھر میں اور ہر بستی میں گائے وغیرہ زیادہ تعداد میں نظر آتے تھے اس لئے کہ خرچ زیادہ تھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیداوار بھی زیادہ ہوتی تھی لیکن جب سے ہندوستان کے بیشتر علاقوں میں گائے کے ذبح اور اس کی قربانی پر پابندی لگائی گئی اس وقت سے گائے کی پیداوار بھی گھٹ گئی ہے، اس لئے اب گائے اتنی زیادہ مقدار میں نظر نہیں آتے۔

عرب میں جب تک اونٹوں کا استعمال سواری کے لئے اور بوجھ لادنے کے لئے ہوتا رہا اس وقت تک عرب میں اونٹوں کی بھر مار تھی، ہر جگہ ہر ریگستان میں اونٹ ہی اونٹ نظر آتے تھے لیکن جب سے اہل عرب نے اس کی سواری چھوڑ دی اور اس پر بوجھ لادنا چھوڑ دیا اس وقت سے عرب میں اونٹ کہیں کہیں نظر آ رہا ہے۔

یہ سارے تجربات بتلاتے ہیں کہ آدمی جب دل کھول کر خرچ کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے پیچھے خوب عطا کریں گے۔

بہر حال میں نے متعدد آیات کے ذریعہ آپ حضرات کے سامنے یہ بتلایا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا صلہ دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی ملتا ہے، محروم ہے وہ شخص جو اپنے مال کو جمع کرتا ہے اور خرچ کرنے سے باز آتا ہے اور خوش قسمت ہے وہ شخص جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔

دینے والا کا درجہ بلند ہے

حاضرین کرام! ہم اگر غور کریں تو ہمیں محسوس ہوگا کہ دنیا میں جو آدمی کسی کو دینے والا ہوتا ہے اس کا درجہ اور مرتبہ اس شخص کے مقابلہ میں بلند ہوتا ہے جو لینے والا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت بخشی اور مردوں کو قوام قرار دیا اور اس کی ایک وجہ یہ بھی بتلائی کہ چونکہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں اس لئے انہیں یہ درجہ حاصل ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء کی آیت نمبر (۳۴) میں فرمایا:

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللّٰہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا من اموالھم O

مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے بھی کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خرچ کرنے والے کا درجہ اس سے زیادہ ہوتا ہے جس پر وہ خرچ

کرے اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

الید العلیا خیر من الید السفلی O اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دینے والا جب دیتا ہے تو اس کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے اور لینے والا جب کوئی چیز لیتا ہے تو اس کا ہاتھ نیچے ہوتا ہے اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے، اس لئے ہمیں زیادہ سے زیادہ دینے کی کوشش کرنا چاہئے، آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ لینے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

راہِ خدا میں حلال مال خرچ کریں

بزرگانِ محترم! آیاتِ ربانی اور احادیث شریفہ کی روشنی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت اور اہمیت بتلائی گئی، اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اللہ کی راہ میں کس قسم کی چیز دینا چاہئے، کیا گھٹیا چیز یا نا قابلِ استعمال چیز دینا چاہئے یا عمدہ اور اچھی قابلِ استعمال چیز اللہ کی راہ میں دینا چاہئے اس سلسلہ میں قرآن مجید کی دو تین آیتیں ہماری رہنمائی کرتی ہیں۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۲۶۷) میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

یایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبٰت ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض O

اے ایمان والو! تم خرچ کرو اپنی کمائی میں سے عمدہ چیزیں اور اس میں سے بھی خرچ کرو اللہ کی راہ میں جو ہم نے تمہارے واسطے زمین سے پیدا کیا۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بعض لوگ خراب چیزیں لے آتے تھے، یہ حکم اس وقت میں ہے جبکہ ہمارے پاس عمدہ چیز ہو اس کے باوجود گھٹیا اور خراب چیز اللہ کی راہ میں دیں، اگر عمدہ چیز ہے ہی نہیں تو جو چیز ہے وہ چیز اللہ کی راہ میں خرچ کی جائے گی، اور آگے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا:

ولا تیمموا الخبیث منه تنفقون ولستم باخذیه الا ان تغمضوا فیه

اور ردی چیز خرچ کرنے کا اِرادہ مت کرو حالانکہ تم کبھی ایسی چیز کو لینے والے نہیں ہو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم ردی چیز نہیں لیتے عمدہ اور اعلیٰ چیز لیتے ہو تو پھر اللہ کی راہ میں گھٹیا چیز کیوں دیتے ہو، سورۂ آل عمران کی آیت نمبر (۹۲) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون O

تم ہرگز نیکی کے مرتبہ کو پہنچ نہیں سکتے جب تک کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ نہ کرو جن کو تم محبوب رکھتے ہو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں ایسی چیز خرچ کرنا چاہئے جو ہمیں محبوب ہو، یہی وجہ ہے کہ جب قربانی کرنے کا حکم دیا گیا تو ایسے جانور کے انتخاب کی ترغیب دی گئی جو عمدہ اور فربہ ہو، اور قربانی کے ایسے جانور کو مکروہ اور بعض مرتبہ ممنوع قرار دیا گیا جس میں عیب اور نقص ہو، یہ احکامات اسی لئے دیئے گئے کہ اللہ کی راہ میں اچھی، اعلیٰ، عمدہ اور محبوب چیز خرچ کی جائے۔

کن لوگوں پر خرچ کرنا چاہئے؟

اب رہا یہ سوال کہ ہمارا اپنا مال کن کن لوگوں پر خرچ کریں؟ اس کا جواب قرآن مجید کی اس آیت میں ملتا ہے۔ سورۂ بقرہ میں ہے:

یسئلونک ماذا ینفقون قل ما انفقتم من خیر فللو الدین والا قربین والیتمیٰ والمسکین وابن السبیل وما تفعلوا من خیر فان اللّٰہ بہ علیم

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز کس موقع پر خرچ کیا کریں آپ فرما دیجئے کہ جو کچھ مال تم کو خرچ کرنا ہو اس میں ماں باپ کا حق ہے اور رشتہ داروں کا حق ہے اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا حق ہے اور جو نیک کام بھی کرو گے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی پوری خبر ہے۔

اس آیت میں یہ بتلا دیا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں جب خرچ کریں تو کن کن موقعوں پر خرچ کریں، یہاں جو خرچ کرنے کی بات بتلائی گئی ہے اس سے نفل صدقات مراد ہیں، زکواۃ مراد نہیں، زکواۃ کن کن لوگوں کو دینا چاہئے اس کی تفصیل اور آٹھ مصارف دوسری آیت میں ہیں، یہاں نفل صدقات جو زکواۃ کے علاوہ ہیں یہ ان لوگوں پر خرچ کئے جائیں گے جن کا تذکرہ اس آیت میں ہے، جن میں ماں باپ، رشتہ دار، یتیم، مسکین اور مسافر وغیرہ ہیں۔

راہِ خدا میں کتنا خرچ کریں؟

اب رہ گیا یہ سوال کہ کتنا خرچ کرنا چاہئے کیا شریعت اور اسلامی تعلیمات یہ کہتے ہیں کہ جتنا ہمارے پاس ہے سب کچھ خرچ کردیں یا یہ کہ بالکل تھوڑا خرچ کریں، اس سلسلہ میں یہ آیت پیش نظر رہے جس میں خرچ کرنے کا ایک اصول بیان کیا گیا ہے کہ:

ولا تجعل یدک مغلولة الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسوراً O

اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ لو اور نہ اس کو بالکل کھلا چھوڑ دو کہ تم ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ اس سے یہ معلوم ہوا کہ خرچ کرنے میں اعتدال یعنی میانہ روی ہونی چاہئے، اور سورۂ فرقان کی آیت نمبر (۶۷) میں بھی اسی قسم کی ہدایت دی گئی۔

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواما

اور اللہ کے نیک بندوں کے اوصاف یہ ہوتے ہیں کہ وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ اس کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے اعتدال کو ملحوظ رکھیں۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۲۱۹) میں اس بات کا تذکرہ کیا گیا کہ:

ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو O

اے پیارے پیغمبر! لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ خیرات میں کتنا خرچ کیا کریں؟ آپ فرما دیجئے کہ جو اپنے خرچ سے بچے وہ خرچ کرو، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو مال اپنی ضروریات سے زائد ہو وہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا کریں۔

بزرگانِ محترم! اس آیت سے اسلام کا مزاج معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اس بات کو پسند کرتا ہے کہ آدمی مال و دولت جمع کرنے کے بجائے اللہ کی راہ میں خرچ کرے، جس قدر ضرورت ہو اس قدر مال اپنے پاس رکھے، مال کا مقصد ہی ضرورت کی تکمیل ہے، جب ضرورت پوری ہو جائے اور ضرورت سے زیادہ بچ جائے تو وہ مال اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔

اس آیت کے ذریعہ سے یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ انسان اپنی ضرورت کے بقدر مال رکھے، اللہ کی راہ میں پورا مال ہی خرچ کر دینا درست نہیں ہے، ظاہر ہے کہ اگر پورا مال دے دے گا تو پھر خود دوسروں سے مانگتا پھرے گا یا بیوی بچوں کی حق تلفی ہوگی وہ بے سروسامان ہوجائیں گے،اس لئے اللہ کی راہ میں اس طرح خرچ کریں کہ کسی حقدار کا حق بھی ضائع نہ ہو اور اپنے ماتحت میں رہنے والوں کی ساری جائز ضرورتیں بھی پوری ہوں اس آیت میں ضرورت سے زائد مال خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن یہ نہیں کہا گیا ہے کہ ضرورت سے زائد پورامال خرچ کردیں،ضرورت سے جوزائد ہے اس میں سے خرچ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ ضرورت سے زائد جتنا مال ہے پورا اللہ کی راہ میں خرچ کریں، ہاں! بعض اولیاءِ اُمت نے یہی مطلب سمجھا کہ ضرورت سے زائد سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہئے اور وہ اسی پر عمل پیرا بھی رہے جیسا کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کا معمول تھا کہ ہر ہفتہ گھر کی تلاشی لیتے تھے جو چیز نقد ہو یا سامان ضرورت سے زائد نظر آتا تو سب خیرات کردیا کرتے تھے۔

اور ہمارے سامنے ایسے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثالیں بھی ہیں جو اغنیاءِ صحابہ کے نام سے مشہور تھے ان کی وفات کے بعد میراث میں بڑی بڑی رقم وارثوں کو ملی، اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت سے زائد پورامال خرچ کرنا ضروری نہیں ہے۔

مقصود رضائے الٰہی ہو

بزرگانِ محترم! جب بھی ہم خرچ کریں تو اس بات کا ضرور لحاظ رکھیں کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے اخلاص وللّٰہیت ہو اور اللہ کی رضا مندی اور خوشنودی مطلوب ہو، اسی لئے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۲۶۲) میں اس طرف توجہ دلائی گئی:

ومثل الذين ينفقون اموالهم ابتغاء مرضات اللّٰه وتثبيتاً من انفسهم كمثل جنة بربوة اصابها وابل فاتت اكلها ضعفين فان لم يصبها وابل فطل

اوران لوگوں کے مال کی حالت جو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اللہ کی رضا جوئی کے واسطے اور

اسی غرض سے کہ اپنے نفسوں میں پختگی پیدا کریں ایسی ہے جیسے ایک باغ کی حالت ہے جو کسی ٹیلے پر ہو کہ اس پر زور کی بارش پڑی ہو پھر وہ دوگنا چوگنا پھل لایا ہو اور اگر ایسے زور کا نہ پڑے تو ہلکی پھوار بھی اس کو کافی ہے۔

اس آیت میں اس بات کی طرف اِشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ کو راضی کرنے کے لئے جو مال خرچ کیا جاتا ہے وہی مفید اور ثمر آور ہوتا ہے، بہرحال ہمیں اپنی نیت درست رکھنی چاہیئے جب بھی ہم اللہ کی راہ میں خرچ کریں ریاکاری کا جذبہ دل میں ہرگز نہ لائیں، سورۂ نساء کی آیت نمبر (۳۸) میں ریاکاری کے ساتھ خرچ کرنے والوں کے لئے وعید بیان کی گئی کہ:

والذین ینفقون اموالھم رئاء الناس ولا یومنون باﷲ ولا بالیوم الآخر ومن یکن الشیطٰن له قرینًا فساء قرینًا O

جو لوگ اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور جس کا ساتھی شیطان بن جائے تو وہ بہت برا ساتھی ہے، گویا اس آیت سے یہ اِشارہ کردیا گیا کہ ریاکاری کرنے والے شیطان کے ساتھی ہیں۔

خرچ کرنے والے احسان نہ جتائیں

اسی طرح اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بعد جس پر خرچ کیا اس پر احسان نہیں جتانا چاہیئے اور نہ ہی کوئی ایذاء دینے والی اور دل شکنی کا ذریعہ بننے والی بات کہنا چاہیئے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر (۲۶۴) میں فرمایا:

یایھا الذین اٰمنوا لا تبطلوا صدقتکم بالمن والاذیٰ O

اے ایمان والو! تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو۔

ہم جب بھی اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کریں ہمیں احسان جتلانے سے گریز کرنا چاہیئے، غرور کے ساتھ کسی کو دینے کے بجائے نہ دینا بہتر ہے اور جب بھی کسی کو ہم کچھ دیں تو ان کو اپنی زبان سے یا عمل سے کوئی ایذاء نہیں پہنچانا چاہیئے اس لئے کہ اس سے ہمارا یہ نیک عمل بالکل ضائع اور برباد ہو جاتا ہے۔

بزرگانِ محترم! اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلتیں اور بخل کرنے کی وعیدیں اور اس سے متعلق بہت سی اہم باتیں ہیں جن کے بیان کے لئے نہ مزید موقع ہے اور نہ وقت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو درست طریقہ سے اس کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم کو اس قابل بھی بنا دے کہ ہم اس کی راہ میں خوب خرچ کرنے والے بن جائیں۔ آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین .

''الحمدللہ آج بتاریخ یکم صفرالمظفر ، ۱۴۲۶ھ خطباتِ رشادی جلد اوّل مکمل ہوئی ، اللہ تعالیٰ باقی جلدوں کی تکمیل کی توفیق بخشے ...... اور ان تمام جلدوں کی اشاعت کے اسباب پیدا فرمادے''۔ آمین۔

■ ■ ■

مجلس العلماء والائمہ کرنول

تعارف و خدمات

تعارف: مسلمانوں کے اندر دینی اصلاحی تعلیمی وتربیتی شعور بیدار کرنے کے لئے معاشرتی وعائلی مسائل کے سدھار اور اسلامی طریقہ پر ان تمام مسائل کے حل کرنے نیز تمام مسلم برادری کے درمیان مشترکہ امور پر اتحاد واتفاق قائم کرنے اور مسلمانوں میں مروجہ رسومات کو ختم کرنے کیلئے مجلس العلماء والائمہ کرنول کا قیام عمل میں آیا ہے۔

خدمات: مجلس العلماء کرنول کے زیر اہتمام کلمہ طیبہ کی بنیاد پر مسلمانوں میں اجتماعیت واتحاد پیدا کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔

- عصری علوم کے طلباء وطالبات میں خصوصی دینی تربیت کے کیمپ منعقد کئے جاتے ہیں۔
- تعلیم بالغان کے عنوان پر محلوں میں تعلیم وتربیت کا نظم کیا جاتا ہے۔
- اصلاح معاشرہ کے عنوان پر محلوں میں جلسے کئے جاتے ہیں اور بڑے پیمانے پر مشاہیر علماء کرام کو بھی مدعو کیا جاتا ہے۔
- ائمہ مساجد وعلماء کرام کے اقتصادی حالات پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔
- رمضان المبارک کے موقعہ پر مختلف مقامات پر بنات طیبات اور ازواج مطہرات اور خلفائے راشدین ودیگر اہم عناوین پر مجلس کے اراکین علماء کرام کے بیانات ہوتے ہیں اور تاریخی تحقیقی سمینار بھی منعقد کئے جاتے ہیں۔

جمیع برادران اسلام سے خواہش کی جاتی ہے کہ مجلس کی ملی خدمات سے استفادہ کرتے ہوئے مجلس کے کاموں میں بھرپور لیں اور ہر طرح سے مجلس کا تعاون فرمائیں۔

﴿شائع کردہ......مجلس العلماء والائمہ کرنول﴾

مولانا حافظ سید ذاکر احمد صاحب رشادی
صدر مجلس العلماء والائمہ کرنول

مولانا حافظ زبیر احمد خان صاحب رشادی
نائب صدر مجلس العلماء والائمہ کرنول

مولانا محمد یحیٰ صاحب، خطیب مسجد رسالدار
سکریٹری

مولانا عبدالسلام، خطیب قدیم عیدگاہ
نائب سکریٹری